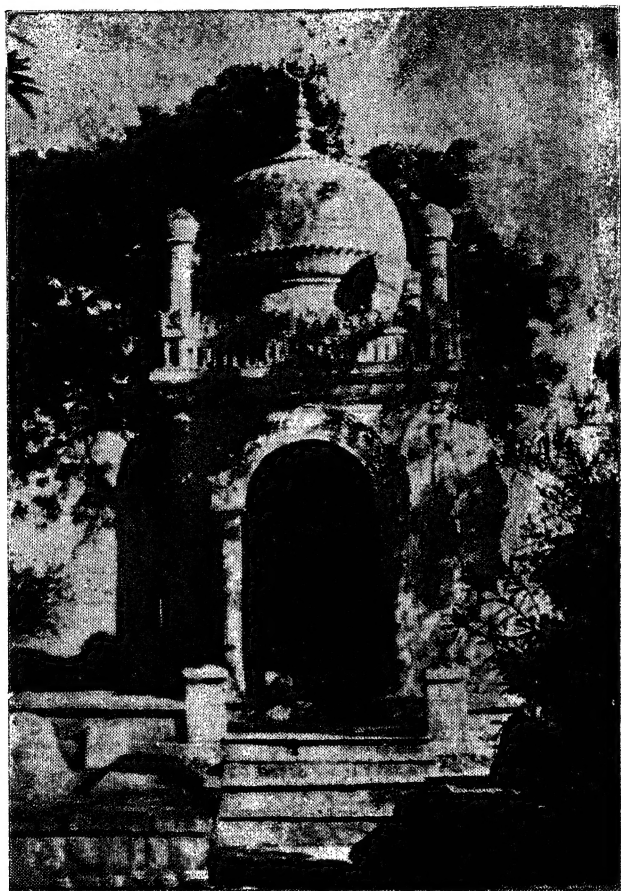


گنبد حضرت پشیرہ اللہ قادری قدس سرہ



آج سے قریب ایک سو پینتیس (۱۳۵) سال قبل تعمیر کردہ یہ گنبد زائرین کی مسلسل آمد و رفت کے باوجود اب تک بوسیدگی وغیرہ کے اثر سے محفوظ بالکل اچھی حالت میں موجود ہے اور جس میں فی الوقت کسی مرمت کی چنداں ضرورت نہیں۔ الغبۃ اس کے چاروں طرف قدیم دروازوں کی جگہ جدید گل کاری سے آراستہ اعلیٰ چوٹی دروازے نصب کر دیے گئے ہیں، جس کے بعد کا منظر کتاب ہذا میں دی گئی تصویر ۱۳ میں ملاحظہ کیجئے

هو المعز
 ترجمہ شریف فی الحقیقۃ الدیناوی فی الہدیۃ
 اظہر اولیاء اللہ کو خوشخبری ہے ضیاء اللہ کی میں افروز گوشت میں



مقدّم سیکمال

درگاہ شریف سیکمال کے تاریخی واقعات و خاندانی حالات

اور
 قرآن و حدیث کی روشنی میں

”عظمت اولیاء کرام“ پر ایمان افروز دینی معلومات

تالیف

مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی صاحب صوفی قادری

زیر اہتمام

سیکمال درگاہ ڈیولپمنٹ سوسائٹی

حیدرآباد، آندھرا پردیش



نام کتاب :	مقدس ٹیکمال
تالیف :	مولانا قاضی سید شاہ اعظم علی حسنی صوفی قادری
کتابت :	محمد عبدالرؤف خوشنویس (منہج روقی سلام خوشنویس)
بیرون ریڈنگ :	حافظ قادری سید رضی علی صوفی قادری
ضخامت :	(۲۱۲) صفحات
طباعت :	عمادپس، چھتہ بازار، حیدرآباد
اشاعت :	ٹیکمال درگاہ ویلیمٹ سورسائی رجسٹرڈ
ایڈیشن :	اول (ایک ہزار) درشتہ ۱۴۰۵ھ ۱۹۸۵ء
تہذیب :	تہذیب روپے سکہ ہند
	بیرونی ممالک میں ڈوڈالر (امریکی)

جملہ حقوق محفوظ ہیں

————— (کتاب ملنے کے پتے) —————

- ① 1219/33-6-3 قادری ولا۔ اوما نگر بیگم پیٹ حیدرآباد مل
- ② 247-1-21 تصوف منزل قریب اے۔ پی ہائیکوٹ حیدرآباد مل
- ③ نورا اللہ منزل ملک پیٹھ قدیم حیدرآباد آندھرا پردیش۔
- ④ درگاہ شریف ٹیکمال۔ ضلع میدک، آندھرا پردیش۔

ضروری نوٹ :- قارئین کی سہولت کی خاطر کتاب نہا میں حضرت پیر شاہد اللہ قادری کے بجائے
 ”پیر و مرشد“ اور حضرت بید صاحب حسنی قادری کے بجائے حضرت اندیس کے القاب استعمال کئے گئے ہیں۔

انتساب

میں اپنے اس عزیز سرمایہ کا انتساب حسب ذیل اپنے بزرگان کرام کے اسماء گرامی کے ساتھ کرتا ہوں۔

۱۔ میرے نانا حضرت عارف باللہ الحاج سید حسین پاشاہ قادری قبلہ رحمۃ اللہ علیہ مشائخ ٹیکمال (صاحبزادہ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ) کے نام جن کے روحانی فیوض و برکات سے مجھے روشنی ملی! انہیں

۲۔ اخی المرحوم حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادری علیہ الرحمہ سجادہ پنجم درگاہ شریف ٹیکمال۔ اور

۳۔ صھری المغفور حضرت حکیم الحاج خواجہ محمد اعظم اللہ صدیقی علیہ الرضوان کے نام جن کی خصوصی عنایتیں اور بزرگانہ شفقتیں مجھے حاصل رہیں۔

خدائے غفور الرحیم اس کا خیر کا ثواب قیامت تک بطور یادگار و صدقہ جاریہ ان حضرات بزرگ کی روح کو پہنچائے اور ان کے ساتھ ہمارے اور جملہ مؤمنین کیلئے

بھی اس کو عفران و رحمت کا ذریعہ بنائے۔ آمین
در دیش بے لڑا

قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادریؒ

یا ارحم الراحمین۔

فہرست مضامین

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۳۳	خانوادہ غوث اعظم رحمہ اللہ القاب	۳	انتساب
۳۴	تاریخی حسن اتفاق	۹	تقریظ
۳۵	تیسرا باب	۱۰	پیش گفت
۳۵	حضرت سعید صاحب حسنی قادریؒ	۲۰	حمد (بس تو ہی تو ہے)
۳۵	خامدیان	۲۱	نعت (ذکر مصطفیٰؐ)
۳۵	نسب	۲۲	پہلا باب
۳۵	ولادت	۲۲	یہ کمال کا محل وقوع
۳۶	دور طالب علمی	۲۲	قدیم پس منظر
۳۶	والد ماجد کا دصال	۲۲	ترقی کا نقطہ آغاز
۳۷	پیر کا مل کی تلاش	۳۳	خانوادہ حضرت غوث اعظمؒ کی شاخ و پلک
۳۷	پیر و مرشد کا دیدار	۳۵	دوسرا باب
۳۷	پیر و مرشد سے ملاقات	۳۵	خانوادہ غوث اعظمؒ کی دیگر دو قریبی شاخیں
۳۷	بیعت و خلافت	۳۵	حضرت غوث اعظمؒ
۳۸	ہاشمی	۳۶	شجرہ نسب
۳۹	مدد مالی فیلوٹرین	۳۷	غوث اعظمؒ کی شیر اولاد
۳۹	شجرہ خلافت	۳۸	شاخ اول
۴۰	شجرہ قادسیہ	۳۹	شاخ دوم
۴۱	شجرہ چشتیہ	۴۰	شاخ سوم

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۵۴	فرزند کی پیشین گوئی	۴۲	حضرت نظام الدین محبوب الہی
۵۵	اپنے مدفن کے لیے جگہ کا انتخاب	۴۳	حضرت آندلسیہ صاحبہ کی بحیثیت مصلح قوم
۵۵	تاریخ دیوم و ممالک کی پیشین گوئی	۴۴	رشد و ہدایت
۵۶	نبض شناس و اکثر کی تشخیص	۴۴	زہد و عبادت
۵۶	اپنے یوم وصال کو ایک دن کیلئے ملتوی فرمانا	۴۵	تصنیف و تالیف
۵۷	یوم وصال کرامت	۴۶	رہنمائی خدمت
۵۸	بعد وصال کرامت	۴۷	ہر فرد کی نظر میں محبوب و مقدس
۵۹	قبر میں پیشانی پر پسیہ اور آنکھوں کا کھلنا و بند ہونا	۴۸	سفر آخرت کی تیاری
۵۹	تعمیر گنبد کی خواب میں پیشین گوئی	۵۰	وصال
۶۰	گنبد کے چاروں طرف قطعات تاریخ	۵۱	تمدن
۶۱	عرس شریف	۵۱	خواب میں اپنے وصال کی اطلاع دینا
۶۳	چشمہ نبیؐ آج بھی جاری	۵۱	تعزیت
۶۵	پانچواں باب	۵۲	مزار پر گنبد کی تعمیر
۶۵	حضرت سید صاحبہ حسینی قادریؑ کی کرامات	۵۲	عرس شریف
۶۵	خواب میں بشارت	۵۳	پچوٹھا باب
۶۶	لور کی حقیقت کا انکشاف	۵۳	حضرت پیر شاہ الدہ قادریؑ
۶۷	حسینی پادشاہ کا ماضی مجذوب ہو جانا	۵۳	سلسلہ نسب و ولادت
۶۸	ایک ہی نظر میں سلب شدہ روحانی قوت و پس	۵۳	سلسلہ خلافت
۶۸	کلی شیعیہ کی حقیقت کا انکشاف	۵۴	کرامات
۷۰	دیدار مصطفیٰؐ کی دولت نصیب ہونا		

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۸۷	سجادہٴ دوم	۷۰	مرید کو نزع کی حالت میں تلقین
۸۹	سجادہٴ سوم	۷۱	محبوب صاحب کا آپ کی شانہ بی کرنا
۹۲	سجادہٴ چہارم	۷۲	آپ کی دعا سے نئی زندگی ملنا
۹۲	سجادہٴ پنجم	۷۳	آپ کی دعا سے مرض لا علاج سے شفا پانا
۹۴	سجادہٴ ششم	۷۴	ایک نیا زندگی وفات سے مطلع رہنا
۹۵	فلاقت و سجادگی کے بارے میں تلخیص	۷۵	آپ کی دعا سے معطل تعلقہ دار کا بحال ہونا
۹۷	ساتواں باب	۷۵	آپ کی دعا سے تبادلوں کے احکام منور ہونا
۹۷	حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی اولاد	۷۶	آپ کی دعا کی بدولت ترقی ہونا
۹۹	حضرت سید احمد یاد شاہ قادریؒ	۷۶	ولی راہی می شناسد
۱۰۰	حضرت سید معروف قادریؒ	۷۷	ڈاکوؤں سے نجات کیلئے آپ کی دستگیری
۱۰۱	حضرت سید حسین یاد شاہ قادریؒ	۷۹	من سکھ رام کو گستاخی کی سزا ملنا
۱۰۵	حضرت سید محمد الدین یاد شاہ قادریؒ	۸۰	راجہ گرو یادوگر کی شکست و ناکامی
۱۰۶	حضرت اقدسؒ کی واحد دختر	۸۳	بعد وصال آپ کا مالی مقام
۱۰۷	خدماتِ اعراس کی فرزندان میں تقسیم	۸۴	بعد وصال اپنے دیدار سے مشرف فرمانا
۱۰۸	آٹھواں باب	۸۵	تبرکات کا آگ سے محفوظ رہنا
۱۰۸	حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے دیگر خاندانی	۸۶	مذراۃ عقیقت
۱۰۸	رشتہ وادوں میں علماء و پیران طریقت	۸۷	پچھٹاں باب
۱۰۸	حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ تسلیم	۸۷	سجادگان درگاہ شریف ٹیکمال
۱۰۹	حضرت سید احمد علی صدیقی محدث دکنؒ	۸۷	سجادہٴ اولیٰ

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۳۹	گیا رضواں باب	۱۱۴	لواں باب
۱۳۹	تعمیر و توسیع مساجد	۱۱۴	مقدس ٹیکمال کے مختلف اقدار
۱۳۹	مسجد حسینیہ ٹیکمال	۱۱۴	مدرسہ حسینیہ ٹیکمال
۱۴۰	مسجد قادریہ سلاخی پٹی	۱۲۳	اسلامیہ بورڈنگ
۱۴۲	مسجد شاہری تمپلور	۱۲۳	مقدس ٹیکمال کا عروج
۱۴۳	مسجد معراج چلور	۱۲۴	ٹیکمال کا زوال
۱۴۳	مسجد حسینیہ رائے پھارٹ	۱۲۶	ٹیکمال کی نشاۃ ثانیہ
۱۴۴	جامع مسجد ٹیکمال نیچے گلی	۱۲۸	دسواں باب
۱۴۴	مسجد جیلانی میدک	۱۲۸	حیات نو ٹیکمال ایک خواب جو حقیقت بن گیا
۱۴۴	حسینی مسجد ملک پیٹھ	۱۲۸	ابتدائی مرحلہ
۱۴۶	خانوادہ مقدس ٹیکمال کے تاریخی واقعات	۱۳۰	مستقل ذریعہ آمدنی
۱۴۶	کا جائزہ یک نظر میں	۱۳۰	تاریخی حالات کی ترتیب و اشاعت
۱۵۰	بارضواں باب	۱۳۱	تعمیری و ترمیمی کام میں وسعت
۱۵۰	عظمت اولیاء کرام	۱۳۱	رناہ عالم کے کام
۱۵۱	اولیاء کس کو کہتے ہیں	۱۳۲	حیات نو اسکیم کا دوسرا مرحلہ
۱۵۱	دنیا کو اولیاء اللہ کی حاجت ہے	۱۳۴	درگاہ سوسائٹی کی آڈٹ رپورٹ
۱۵۲	اولیاء اللہ بے خوف بھی ہیں اور بے غم بھی	۱۳۵	درگاہ سوسائٹی کا موجودہ موقف
۱۵۲	اولیاء اللہ کی دنیا و آخرت میں شان و رفعت	۱۳۶	باغ پھر سے سرسبز و شاداب ہو گیا
۱۵۳	اولیاء اللہ کو دیکھو تو خدا یاد آتا ہے	۱۳۶	حیات نو اسکیم کی کامیابی میں قابل ذکر تعاون
۱۵۳	بعض اولیاء اللہ پر انبیاء و شہداء کو رشک	۱۳۷	

صفحہ	عنوان	صفحہ	عنوان
۱۴۲	استمداد کا حدیث سے ثبوت	۱۵۴	اولیاء اللہ قدرت الہی کے مظہر ہیں
۱۴۴	استمداد کے بارے میں مفسرین کے اقوال	۱۵۴	اولیاء اللہ کے تصرفات و اختیارات
۱۴۴	استمداد کے بارے میں فقہاء کے اقوال	۱۵۵	قرآن میں حضرت سلیمانؑ کے ایک دلی کا تصرف
۱۴۵	مردوں سے استمداد	۱۵۶	اولیاء کا مٹی پر تصرف
۱۴۷	منکرین استمداد کے پیشواؤں کا عمل	۱۵۶	اولیاء کا آگ پر تصرف
۱۴۸	عرس کیا ہے؟	۱۵۷	اولیاء کا پانی پر تصرف
۱۴۹	عرس کے مقاصد تعین تاریخ کے فوائد	۱۵۷	اولیاء کا ہوا پر تصرف
۱۵۰	زیارت قبور اور عرس کا شرعی ثبوت	۱۵۷	کرامت اولیاء و حق ہیں
۱۵۲	عرس کے فقہی مسائل	۱۵۸	معجزہ ابراہیمؑ، کرامت، استمداد
۱۵۳	عرس کے معنیات و ممنوعات	۱۵۹	نگاہ دلالت کا وسعت
۱۵۴	زیارت قبور کا مسنون و مستحب طریقہ	۱۶۰	اولیاء اللہ کے درجات
۱۵۴	عورتوں کا قبور کی زیارت کرنا	۱۶۰	باطنی نظم الہی
۱۵۵	قبروں پر پھول چادر گل اور صندل	۱۶۲	محبوب اولیاء
۱۵۶	قبروں کو بوسہ دینا	۱۶۳	تمام اولیاء اللہ کا سرچشمہ فیضانِ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں
۱۵۸	قبروں پر غلات ڈالنا	۱۶۴	اولیاء سے بے ادبی کی سزا
۱۵۸	قبر پر قبیہ و گنبد بنانا	۱۶۵	بعد وصال اہل اللہ کی زندگی کا قرآنی ثبوت
۱۵۹	سماں	۱۶۶	قبر میں برزخی زندگی
۱۶۲	مناجات ۱، اے خالق ارض و سما	۱۶۷	بعد وصال اولیاء کی زندگی کے واقعات
۱۶۴	۲، سب سے چڑھ کر اپنا بنالے	۱۷۰	استمداد
۱۶۶	صلوٰۃ و سلام بخضر سیدنا فیروز الانام	۱۷۰	اولیاء اللہ سے استمداد
۱۶۸	سلام صوفیانی بجناب محبوب سبحانیؑ	۱۷۱	استمداد کا قرآن سے ثبوت
۱۶۹	اے شاہد اللہ پر من		
۲۰۰	یا شاہد اللہ اتسلا		
۲۰۱	حیات نو ٹیکال تصاویر میں		
۲۱۲	قطعہ تاریخ تالیف و طباعت		

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

تقریظ

الحاج سید احمد صاحب قادری بی بی بی ناچن
سابق پروفیسر عثمانیہ یونیورسٹی
دعالمی مشیر اقوام متحدہ (موظف)

بعد از شریف کے روضہ منورہ میں جیسا حضرت غوث اعظم قدس سرہ کی عالم
رویاء میں مجھے زیارت و بشارت کے بعد اقوام متحدہ کے عہد کو خیر باد کہہ کر جب میں اپنے
وطن واپس ہوا، تو درگاہ شریف ٹیکمال کی تاریخ اور اپنے اسلاف کے حالات پر کہنی
قدیم تصانیف میں سے صرف ایک کتاب "فرہنگ حسینی" بمشکل دستیاب ہو سکی
جس کی فارسی عبارت کا سلیس اردو میں ترجمہ کتاب ہذا کے یہی مولف میرے
بھوپتی زاد برادر جناب قاضی سید اعظم علی صاحب صوفی قادری نے بڑی عمدگی
سے کیا تھا اور جس کی اساس پر ہی میری تالیف کردہ متعدد اردو انگریزی کتب
ذیل کی اشاعت عمل میں آئی جن میں موقع بر موقع جو بھی مواد ملتا گیا اُسے
شامل طباعت کر دیا گیا۔

۱۔ "شجرہ غوثیہ ٹیکمال میں" اردو

۲۔ HISTORY OF TEKMAL DARGAH انگریزی

۳۔ A NEW LEASE OF LIFE TO TEKMAL انگریزی

۴۔ کرامات و حالات پیر شاہ اللہ قادری و حضرت سید صاحب حسینی قادری اردو

۵۔ کرامات و حالات کا تلنگی ترجمہ از جناب اشفاق صاحب
۶۔ ٹیکمال کی درگاہ شریف سو سائٹی رجسٹرڈ کی جلد سرگرمیوں کی پانچ سالانہ
روئداد و معہ آڈٹ رپورٹ انگریزی۔

حیدر آباد کے علاوہ یورپ اور مشرق متوسط میں مقیم درگاہ شریف ٹیکمال سے
وابستہ خاندانی ارکان، متوسلین، متعقدین اور مورخین نے ان سب کتابوں
کو ہاتھوں ہاتھ حاصل کیا اور دیکھتے ہی دیکھتے مذکورہ بالا کتب کا اسٹاک ختم
ہو گیا جس کے بعد ہندوپاک اور بیرونی ممالک سے شائقین کی جانب سے ان کتابوں
کے مزید ایڈیشن شائع کرنے کا پرزور مطالبہ اور مسلسل اصرار کیا جانے لگا لیکن پھلی
شائع کردہ کتب کی علیحدہ علیحدہ دوبارہ اشاعت کا کام بڑا ہی مشکل اور صبرانہ
سمجھا جس کے لیے کثیر مالیہ کے ساتھ ساتھ کافی محنت اور وقت کی ضرورت
ہوتی۔ لہذا درگاہ سو سائٹی نے یہ طے کیا کہ ایک ایسی اردو کتاب ترتیب دی
جائے جس میں پھلی تمام اشاعتوں کا لب لباب اور خلاصہ موجود ہو تاکہ قاری کم
سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر سکے۔ دریا کو کوزے میں پھینک
سمودہ نے کی اس دشوار مہم کو سر کرنے میں مولف موصوف نے نہایت کاوش و جانفشانی
سے کام لیا ہے اور تاریخی واقعات کو سلسلہ وار کڑی سے کڑی ملاتے ہوتے عمدگی
کے ساتھ نہ صرف پھلی شائع شدہ کتابوں کا عطر اس میں جمع کر دیا ہے بلکہ مزید
اور مفید معلومات کا اضافہ کر کے کتاب کو دلچسپ سے دلچسپ بنا دیا ہے۔

جناب قاضی سید اعظم علی صاحب صوفی قادری کی وجاہت و شخصیت دینی،
علمی اور ادبی حلقوں میں کافی جانی پہچانی ہے۔ موصوف، نبیرہ غوث پاک حضرت
سید شاہ احمد علی صوفی قادری محدث دکن کے فرزند باخلف ہیں تو حضرت سید
یونس یا شاہ قادری (ماہزادہ حضرت سید صاحب حسینی قادری مشائخ ٹیکمال)

کے لڑا سے بھی ہیں۔ اس طرح موصوف کا پدری اور مادری دونوں جانب سے سلسلہ
 نسب جدا حضرت محبوب سبحانی غوث اعظمؒ تک جا ملتا ہے۔ دکن کے مشہور علمی
 و صوفی گھرانے میں آنکھ کھولی اور اسی علم و فضل کے ماحول میں پرہیزگار چڑھے عثمانیہ
 یونیورسٹی کے سائنس گریجویٹ ہونے کے علاوہ جامعہ نظامیہ سے سند یافتہ بھی ہیں۔
 فیوض باطنی کی تحصیل اور سلوک و معارف کی تکمیل اپنے والد ماجد علیہ الرحمہ سے کی اور حبلہ
 سلاسل میں اجازت و خلافت سے سرفراز ہیں۔ قاضی شریعت بھی ہیں تو شیخ طریقت
 بھی۔ پھر علمی علوم سے آراستہ ہیں تو مشرقی علوم میں بھی دست گاہ حاصل ہے۔ اس
 طرح گویا مشرقیت و مغربیت، قدامت و جدیدیت اور شریعت و طریقت کا ایک
 حسین امتزاج اپنے میں رکھتے ہیں اور ہمہ پہلو خصوصیات کے سبب خانقاہی نظام
 کے خوشہ چیںوں کے لیے خصوصاً فی زمانہ ایک قابل تقلید نمونہ ہیں۔ شعر و ادب کا
 سحر مذاق رکھتے اور خود کلام موزوں بھی کہتے ہیں۔ اہل قلم ہونے کے علاوہ سیریں
 بیاں و اعظا کی حیثیت سے بھی کافی مقبول ہیں بلکہ اضلاع اور دیگر ریاستوں میں
 منعقدہ دینی و مذہبی جلسوں میں اپنے مواعظ حسنہ اور بصیرت افروز خطابات
 کے ذریعہ فیروز اخبارات و رسائل میں اپنے پُر مغز مضامین و نگارشات کے ذریعہ
 علم و ادب اور دین و ملت کی بے لوث اور خاموش خدمت میں سرگرم عمل ہیں۔
 زیرِ نظر کتاب ”مقدس ٹیکھال“ میں مولف موصوف نے تاریخی واقعات
 کو اپنے مخصوص عالمانہ سیرایہ میں بیان کرتے ہوئے ہادہ علم و عرفان کے ستاروں
 کے لیے اس کو ایک شرابِ دو آتشہ بنا دیا ہے جو ایک طرف باوثوق حسدانی
 حالات کی خوشبو سے معطر اور تاریخی معلومات کی رنگینی سے آراستہ ایک خوبصورت
 گلدستہ ہے تو دوسری طرف قرآن، حدیث، تفسیر، فقہ، عقائد تصوف اور ادب
 کے جواہر پاروں سے مرصع ایک حسین مرقع بھی ہے۔ عام طور پر مسلم نوجوانوں

میں زیر بحث گمراہ کن دینی شکوک و شبہات کے تشفی بخش جوابات عقلی و نقلی دلائل کے ساتھ پیش کئے گئے ہیں اور عقائد اہل سنت و جماعت کی روشنی میں مجابجا مفید و سبق آموز نکات بھی اخذ کئے گئے ہیں۔ خصوصاً کتاب کے آخر میں عظمتِ اولیاء کرام کے عنوان پر مکمل ایک باب، امید کہ ارباب ذوق کے لیے مرکزِ نظر اور محورِ دلچسپی ثابت ہوگا جو قرآن و حدیث کے حوالوں اور سلف صالحین کے اقوال کے ذریعہ اولیاء اللہ کے مراتب، اختیارات، تصرفات و کمالات نیز توسل، استمداد، استغاثہ، استعانت اور عرس و غیرہ کے شرعی ثبوت اور زیارت قبور کے مسنون و مستحب آداب و احکام جیسے موضوعات پر مشتمل ہے۔ جو لادینی اور گمراہی کے اس نازک دور میں کئی بھٹکے ہوؤں کے لیے انشاء اللہ مشعلِ راہ کا کام دیں گے۔

سب سے آخر میں تصاویر کے الم کی شمولیت ہے کتاب کی افادیت اور دلکشی میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا ہے جس میں درگاہ شریف ٹیکال کے مختلف ادوار کی خوب عکاسی کی گئی ہے، جس کے ذریعہ بہ یک نگاہ زوال و عروج کا اجمالی خاکہ اور تقابلی جائزہ پیش کیا گیا ہے نیز حیاتِ نواسیم کی کامیاب عمل آوری کے دوران پیش آئے مراحل کا صحیح اندازہ لگانے میں مدد ملتی ہے۔

یہ ہماری قوم کی بد نصیبی ہے کہ آج کل لوگ اپنی تفریح طبع اور دنیوی شوق و ذوق کی خاطر گھر میں پائے ہوئے کتوں اور کبوتروں یا پھر گھوڑ دوڑ کے گھوڑوں کی نسل کی تحقیق میں اور ان جانوروں کے شجرۂ نسب سے متعلق معلومات جمع کرنے کی جستجو میں دقیق سے دقیق کتابوں کا مطالعہ کرتے ہیں بلکہ ایسی ناکام کتابوں کی گھر میں لائبریری ہی قائم کر لیتے ہیں جس میں کثیر روپیہ اور قیمتی وقت ضائع کیا جاتا ہے لیکن خود اپنے اسلاف کے سلسلہ نسب اور اعلیٰ کارناموں سے واقفیت حاصل کرنے کو غیر ضروری بلکہ تضييع اوقات تصور کیا جاتا ہے۔

”مقدس ٹیکمال“ جیسی مفید کتاب بلاشبہ ہر دیندار مسلمان کے لیے ایک نعمت اور آزاد خیالی نوجوانوں کے لیے ذریعہ ہدایت ہے جس کے مطالعہ میں ایسا نئے تازہ ہونے اور دینی معلومات میں اضافہ ہونے کی ضمانت موجود ہے۔

مولیٰ تعالیٰ، مولف موصوف کو اس عملی کاوش کی جزاء عطا فرمائے بزرگان دین کے فیوض و برکات سے مزید مالا مال کرے۔ علم و عمل اور عمر میں ترقی کے ساتھ مزید خدمت دین کی توفیق بخشے۔ آمین

سید احمد قادری (المعرف بڑے حضرت)

(درگاہ شریف ٹیکمال)

۳۰ شعبان المعظم ۱۴۰۵ھ ۲۴ اپریل ۱۹۸۵ء
روز پنجشنبہ

پیش گفت

بے دینی اور بد اعتقادی کے اس پُر آشوب دور میں مادہ پرستی اور سائنسی ترقی تو بام
عروج پر پہنچ چکی ہے مگر روحانی اور اخلاقی اعتبار سے انسان کے اخطا ط میں دن بدن
اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ علم صحیح، عمل صالح اور صحبت صالحین کا فقدان، بے علم عوام
کو فاسد اعتقادات کا شکار بنا رہا ہے۔ بزرگانِ دین کی خانقاہیں جو کبھی تطہیرِ قلوب
کے مرکز اور تزکیہٴ نفوس کے ورکشاپ تھے جہاں موجودہ لوریا نشین صاحبانِ قلب و
نظر، اپنی آغوشِ صحبت میں آنے والے ہر دل میں سوز و رھوں اور دار فکری شوق پیدا
کر دیتے اور روح کو گرما کر ”مرغِ بسمل“ بنا دیتے تھے لیکن اس دورِ الحاد میں علمائے
ریاضیہ کا مذاق اڑایا جا رہا ہے، صوفیاء و اصفیاء کی تضحیک و توہین کی جا رہی ہے،
ائمہ مجتہدین کی شان میں نت نئی گستاخیاں کی جا رہی ہیں، حتیٰ کہ بارگاہِ رسالت مآب
صلی اللہ علیہ وسلم میں تک بے ادبی کرنے میں کوئی کمی نہیں کی جا رہی ہے۔ حدیث
ہو گئی ہے کہ انبیاء کرام کے معجزات و اختیارات اور اولیاءِ عظام کے تصرفات و
کرامات جیسی روشن حقیقت سے تک علانیہ انکار کیا جائے لگا ہے اور اللہ کے ان
محبوبوں کو اپنے مثل بشر کہا اور سمجھا جا رہا ہے اور ان کے وسیعے سے دعا کو نفوذِ باللہ
شرک و کفر سے تعبیر کیا جا رہا ہے۔ اولیاء اللہ کی بارگاہوں اور بزرگانِ دین کی

دور گاہوں سے دور کرنے کی ہم پورے زور و شور سے جاری ہے۔ دین کی تبلیغ یا اقامت کے بہانے کلمہ و نماز کے نام پر بدعتِ قادی پھیلانے والے مہلک جراثیم اب گاہوں گاہوں اور قریہ قریہ پہنچ رہے ہیں جن سے سادہ لوح مسلمانوں کا ایمان خطرہ میں پڑ گیا ہے لیکن ہندوستان میں حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے راوی کے کنارے اور حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ نے اجیر میں انا ساگر کے کنارے ظلمت و کفر کی تند آندھیوں میں نورِ اسلام کا جو حقانی چراغ روشن فرمایا تھا وہ چند نفاق پرست دشمنانِ رسول کی مذموم کوششوں سے کبھی نہیں بجھ سکتا۔ اللہ عزوجل نے ان منافقین کا ذکر خود قرآن شریف میں یوں فرمایا ہے یُرِثُیْنَ اَنْ یُّطْفَؤْا فَاِنَّ اللّٰهَ بِاَفْوَہِہِمۡ اَسْرَرُہٗ صَفِ ایت ہے۔ یعنی وہ چاہتے ہیں کہ خدا کا چراغ اپنی پھونک مار کر بجھا دیں۔

لیکن ہے

نورِ خدا ہے کفر کی حرکت پہ خندہ زن

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائیگا

تاریخ شاہد ہے کہ خدا تعالیٰ جس شخص یا قوم پر اپنا غضب نازل کرنا چاہتا ہے تو اُسے اپنے وسیلوں سے محروم کر دیتا ہے اور جن کو رب العالمین اپنی رحمت سے سرفراز کرنا چاہتا ہے تو انہیں اپنے پیاروں اور محبوبوں کا وسیلہ عطا فرماتا ہے اور جن کے تذکرہ جمیل سے ایمان کو تازگی اور روح کو بالیدگی نصیب ہوتی ہے، اخلاقِ حسنہ کی ترغیب اور نیک عمل کی توفیق کی راہیں خود بخود ہموار ہو جاتی ہیں۔

قطبِ زمان حضرت شاہ محمد معروف شاہِ اللہ قادری و حقیقی قدس سرہ اور آپ کے سرِ خلیفہ و جانشین یعنی جگدگوشہ غوث الثقلین، غوثِ دو راں حضرت سید صاحبِ مینی قادری و حقیقی قدس سرہ اللہ تعالیٰ کے ان محبوب و مقبول ہرگز نہیں

نفوس قدسیہ میں سے ہیں جنہوں نے ضلع سنگاریڈی میں واقع موضع ٹیکمال کو نہ صرف اپنی حیات مبارکہ میں علم و معرفت کی روشنی سے منور فرمایا بلکہ بعد وصال اپنی دائمی آرام گاہ بنا کر سرزمین ٹیکمال کو مزید مقدس و متبرک بنا دیا۔ سچ ہے کہ محبوبانِ خدا نہ صرف خود مقبول و مقدس ہوتے ہیں بلکہ جس چیز کو بھی ان پاک ہستیوں سے نسبت و وابستگی ہو جائے وہ بھی متبرک و مقدس بن جاتی ہے۔

مقدس ٹیکمال کو حضرت سید صاحب حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ کے دور میں بہر لحاظ سے بڑی ترقی نصیب ہوئی خصوصاً مدرسہ حسینیہ ٹیکمال جو بعد میں اس زمانہ کے ایک کالج کا درجہ حاصل کر چکا تھا۔ ٹیکمال میں اشاعت اسلام و علوم دینی و دنیوی کا ایک ایسا عظیم الشان مرکز بن گیا تھا جہاں ہزاروں تشنگان علم و عرفان سیراب ہو کر ایک طرف معرفت کی دولت سے مالا مال ہوتے تو دوسری طرف اعلیٰ دینی و عہدوں پر فائز ہوتے۔

کتب خانہ درگاہ شریف ٹیکمال بھی ایک قیمتی علمی سرمایہ تھا جہاں حضرت سید صاحب حسینی قادری کی تصنیفات و تالیفات کے علاوہ دیگر نایاب عربی و فارسی کتب قلمی و مطبوعہ موجود تھیں۔ لیکن زمانہ کی گردش، بیل دہار اور حکومتوں کے عروج و زوال کے ساتھ ساتھ مقدس ٹیکمال نے بھی کئی نشیب و فراز دیکھے جس کی زد سے کتابوں کا یہ بیش بہا سرمایہ بھی بچ نہ سکا۔ سجادگان ٹیکمال نے جب بلند حیل و آداب و مستقر بنالیا تو اس کتب خانہ کی خاطر خواہ حیانت و نگہداشت نہ ہو سکی اور اکثر قلمی و مطبوعہ نایاب کتابیں کرم کی نذر ہو گئیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ تقریباً ایک صدی بعد جب نئی نسل کو اپنے ان خاندانی حالات سے واقفیت حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوا کہ ہمارے خاندان کا نسب سلسلہ کہاں جا رہا ہے۔ ہمارے اسلاف ہندوستان میں کب اور کیسے تشریف لائے اور انہوں نے مقدس ٹیکمال کو وطن کیوں بنایا وغیرہ وغیرہ

تو صحیح معلومات حاصل کرنا بڑا دشوار مسئلہ بن گیا سر

ان قدیم کرم خوردہ کتب کے بوسیدہ اوراق اور چیدہ چیدہ کاغذات سے مطلوبہ مواد کا اخذ کرنا اس لیے بھی ”جوئے شیر“ لانے سے کم نہ تھا کہ اس کی تحریر یا کسی زبان، اور مخصوص رسم الخط میں تھتی لیکن جس کو اللہ رکھے اس کو کون چکھے ”خدا تعالیٰ جس سے چاہے کام لیتا ہے اور ناممکن بات کو ممکن بنا کر دکھا دیتا ہے اور جب اللہ والوں کی نصرت و حمایت اور ان کا تصرف روحانی کسی کام میں شامل حال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ساری مشکلات خود بخود اس طرح آسان ہو جاتی ہیں کہ ہمارے تصور و گمان میں تک نہ آ سکے۔

نہ بوجھ ان خرقہ پوشوں کی ارادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بھیتار لئے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

مولف کے مامول زاد برادر محترم الحاج سید احمد صاحب قادری المعروف ”بڑے حضرت“ مدظلہ العالی نے ”حمیات نژاد ٹیکم“ کے تحت تعمیری سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ خاندان کے تاریخی حالات کی ترتیب و اشاعت کا بھی بڑھ اٹھایا اور اپنے آپ کو اس عظیم کام کے لیے وقف کر دیا ہے

میں اکیلا ہی چلا تھا جانب منزل مگر

لوگ آتے ہی گئے اور کارواں بڑھتا گیا

یہ موصوف کے عزم معمم اور جہد مسلسل کا ہی نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگان دین کے طفیل وہ کامیابی عطا فرمائی کہ کل کا خواب آج ایک روشن حقیقت بن کر سامنے آگیا۔ فارسی متن کا اردو ترجمہ کرنے کی سعادت ”قرنہ نال بنام من دیوانہ زوہد“ کے مصداق اس ناچیز کے حصہ میں آئی جس کے بعد دو گاہ سوسائٹی کی جانب سے اب تک متعدد کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ کتاب زیر نظر ”مقدس ٹیکم“ بھی اسی سلسلہ کی ایک

قرآن مجید کے علاوہ جن معتبر اور بادشوق کتب سے مضامین کے حوالے اور اقتباسات نقل کئے گئے ہیں ان کے نام درج ذیل ہیں:

صحیح بخاری۔ البداؤد۔ ترمذی۔ کنز العمال۔ تفسیر کبیر۔ تفسیر روح البیان۔ تفسیر در مشورہ۔ تفسیر خازن۔ اشہ الممعات۔ فتاویٰ عالمگیریہ۔ شامی۔ فتاویٰ عزیزیہ۔ فتاویٰ قاضی خاں۔ در مختار۔ رد مختار۔ شرح عقائد نفیہ۔ قلائد الجواہر عربی۔ بیجہ الاسرار۔ خزینۃ الاصغیاء۔ میرالادلیاء تذکرۃ العاشقین۔ جمع السلاسل صوفیہ۔ اسرار حسینی۔ فرہنگ حسینی۔ رقیبہ تقدس شماسہ۔ حیات تسلیم شجر خوشیہ ٹیکمال میں۔ سلام عارف۔ آداب زیارت قبور۔ غیاث اللغات۔ منتخب اللغات وغیرہ۔

آخر میں وابستگانِ خاوندہ درگاہ شریف ٹیکمال کی خدمت میں بطور خاص التماس بسم اللہ تعالیٰ کے اس فضل بیکراں کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے کم ہے کہ ہم سب کو حضرت محبوبِ بھائی قطب ربانی مدنا غوث اعظم محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ کے خاوندہ مبارک کی نسبت کے شرف و سرفرازی سے نوازا گیا ہے لیکن یہ سوال خصوصی توجہ کا محتاج ہے کہ ہم نے خود کو اس نسبت عظمیٰ کے اہل اور شایانِ شان بنانے کی کہاں تک کوشش کی ہے؟ نیک عمل و تقویٰ کے بغیر صرف حب و نسب پر فخر و غرور اسلام میں کوئی مقام نہیں رکھتا۔ کیوں کہ قرآن کریم نے اِنْ اَکُوْا مَعَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتَقْسَمُ (سورہ حجرات آیت ۱۷) یعنی ”بے شک اللہ کے پاس تم میں سب سے زیادہ عزت والا وہی ہے جو تم میں سب سے زیادہ پرہیزگار ہے“ کا اعلان عیاں کر کے تقویٰ اور پرہیزگاری کو ہی بزرگی اور عظمت کی بنیاد اور کسوٹی قرار دے دیا ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی نیک عمل اختیار کرنے پر زور دیتے ہوئے خود اپنی جہتِ صابرا دی یعنی فاتونِ جنت بی بی فاطمہ زہرہؓ سے یہ ارشاد فرماتے ہیں اِعْمَلِيْ اَعْمَلِيْ لَا تَتَكَبَّرِيْ اَنَا بِنْتُ رَسُولِ اللّٰهِ (یعنی اے بیٹی فاطمہ! عمل کئے جاؤ! عمل کے بجائے یہ بھروسہ مت کرو

کہ میں اللہ کے رسول کی بیٹی ہوں) جب ایک رسول زادی اور دونوں جہاں کی داسنی کے بارے میں یہ ارشاد نبویؐ ہے تو ہما شما کس شمار اور گردیں آتے ہیں حضرت جہاں قدس سرہ السامی نے خوب فرمایا ہے

بندہ عشق شدی ترک نسب کن جاتی نہ کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیز نیست اپنے اسلاف کے علم و عمل اور تقویٰ سے بھرپور حالات زندگی کو بیان کرنے، ترتیب دینے اور ان کا مطالعہ کرنے کا اصل مقصد یہ ہے کہ ان نیرگوں کے نقش قدم پر چل کر اور ان کی پاکیزہ خصوصیات کو اپنا کر ہم خود کو ان کے صحیح وارث اور سچے مانشین ثابت کر سکیں۔ واللہ المستعان و یہ التوفیق و علیہ التکلیف۔

الغرض یہ درویش بے نوا، قطب زماں حضرت شاہ اللہ قادری اور غوث فطال حضرت سید صاحب حسینی قدس اسرار صہما کی مقدس بارگاہ ولایت میں "مقدس ٹیکال" کے نام سے اپنی پرفلوس عقیدت کا یہ نذرانہ عاجزانہ پیش کرنے کی سعادت حاصل کرتا ہے

نہ چشم آستین بردار و گوہر را تماشاکن
قارئین کرام اگر کتاب ہذا کے امتن میں بتقاضائے بشریت کوئی خطا یا کتابت میں کہیں سہو یا طباعت میں کہیں محو یا مٹی تو ازراہ عفو اس سے مطلع فرمائیں تاکہ آئندہ اشاعت میں اس کی اصلاح کا لحاظ رکھا جاسکے۔

خداوند کریم میری اس حقیر قلمی کاوش کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور میرے لیے اس کو زادا آخرت بنائے۔ آمین بجاہ حبیبہ سید المرسلین صلوات اللہ تعالیٰ وسلامہ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین۔ نقطہ
مرقوم ۱۲ رجب ۱۴۰۵ھ ۲۲ مارچ ۱۹۸۵ء
برسوز جمعہ

خاکبائے اولیاء
قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی قادری
(خلف حضرت سید صفیہ کبریا محدث دکن مدینہ)

تصوف نزل قریب ہائیکورٹ
حیدرآباد آہر پردیش الہند

بس تو ہی تو ہے

ہوا جب سے دل واقفِ رازِ ھو ہے
 سوال اب کہاں ہے محبلا غیریت کا
 مثال سے رنگِ دہلی تو یہ دیکھا
 اٹھے جب حجاباتِ غیبِ شہادت
 جو ہم منزلِ لاتعلین پہ پہنچے
 پتہ جب سے مجھ کو ظامنِ عرفی کا
 پتہ تیرا دیتا ہے ہر پتہ پتہ
 تیرے جذب نے کی عطا دہ طہارت
 نظر سے پیا کرتے ہیں مستِ وحدت
 مدھم آنکھ اٹھتی ہے بس تو ہی تو ہے
 جب آنکھوں پہ تو مرے ردِ برو ہے
 فقط جلوہ گر لا شَرِ بَک لہ ہے
 مجاز و حقیقت کا رنگ ہو ہو ہے
 تو یہ ہے نہ وہ ہے نہ میں ہوں نہ تو ہے
 میں خود گم ہوں مجھ کو مری جستجو ہے
 ہر یک غنچہ و گل میں تیری ہی بو ہے
 کہ باقی نہ اب احتیاجِ وضو ہے
 نہ مینا ہے ان کو نہ جام و سبو ہے

محو ذکر میں صوفی اعظم ہے ایسا
 کہ حق حق صدا آ رہی موبہ موبہ

نعت

ذکرِ مُصطفیٰ ﷺ

لب پہ ذکرِ مصطفیٰ دل میں خیالِ مصطفیٰ رات دن آنکھوں میں ہے روشن جہاںِ مصطفیٰ
 جان و دل دونوں مرے سر کا پیر ہیں تو اے ایک اُس مصطفیٰ ہے یک بالِ مصطفیٰ
 خود بخود ہوجائیں گے دونوں جہاں حاصلِ حق تھے سچے یارب ہے مریس یک سوالِ مصطفیٰ
 جب غلامانِ نبی کی ہی نہیں کوئی نظیر پھر کہاں ممکن بھلائی و مثالِ مصطفیٰ
 فیصلہ اس کا ہے خود قولِ نبی پر منحصر ہے یہ تالِ حق تعالیٰ یا کہ تالِ مصطفیٰ
 سر سے پائ تک جلوہ گر ہے قدرتِ حق کا کمال ہے سراپا معجزہ ایک ایک تالِ مصطفیٰ
 پائے نازک پر و رَم میں پھر بھی مصروفِ دعا فکر میں ہم عاصیوں کی ہے یہ حالِ مصطفیٰ
 موت اس خوش بخت کی ہے زندگی جاوِ دال جس کو ہو جائے دم آخر وصالِ مصطفیٰ

صوفی اعظم ترینِ خشش کو ہے کافی حشریں
 صرف حُبِ مصطفیٰ اور حُبِ آلِ مصطفیٰ

پہلا باب

ٹیکمال کا محل وقوع | ٹیکمال ہندوستان کی موجودہ ریاست آندھرا پردیش کے ضلع سنگاریڈی کا ایک موضع ہے جو ریاست کے مستقر حیدرآباد سے قریب (۱۱۰) کلومیٹر اور تعلقہ جوگی پیٹھ سے قریب (۲۵) کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے۔ سابقہ آصف جاہی ریاست حیدرآباد میں یہ موضع ضلع میدک میں شامل رہا ہے۔

قدیم پس منظر | زمانہ قدیم میں موضع ٹیکمال ایک نہایت پسماندہ علاقہ تھا۔ اگرچہ آبادی کا اصل ذریعہ معاش دراء تھا لیکن عام طور پر غریبی اور معاشی پستی چھائی ہوئی تھی۔ لوگ تعلیم سے بالکل بے بہرہ تھے۔ دیہات کا ماحول بالکل دہشتانہ تھا اس لیے سماجی اور معاشرتی تقاضوں کا احساس اور تہذیب و تمدن کا شعور پوری طرح مفقود تھا۔

ترقی کا نقطہ آغاز | ٹیکمال کے اس معاشی و تعلیمی فقدان کو دور کرنے کا سعید سہرا، حضرت غوث اعظم کے خالوادہ کی ایک شاخ کے سر ہے جس سے وابستہ نفوس قدسیہ کے ورد و مسعود نے ٹیکمال کی دنیا ہی بدل ڈالی اور ایسا انقلاب رونما ہوا کہ یہ چھوٹا سا موضع نہ صرف معاشی ترقی و خوشحالی کی نعمتوں سے مالا مال ہو گیا بلکہ تعلیم و تربیت کے ایک گہوارہ اور دینی و دنیوی علوم کے مینار

میں تبدیل ہو گیا۔ بعد ازاں خوش قسمتی سے ان اللہ والوں نے ٹیکمال کی سرزمین کو اپنی آخری آرام گاہ بنا کر روحانی فیوض و برکات جاریہ کا دائمی سرچشمہ بنا دیا جس کے سبب ٹیکمال حقیقی معنی میں اور بھی مقدس ہو گیا۔

خانوادہ حضرت غوث اعظمؒ کی شاخ ٹیکمال میں | تاریخ کے مطالعہ سے یہ پتہ چلتا ہے کہ حضرت غوث اعظمؒ کی اولاد مبارک

میں مشہور ”سبعہ قادریہ“ نے سب سے پہلے ہندوستان کی سرزمین کو اپنے قدم میمنت لہزم سے سرفراز فرمایا جس کے بعد ان برکتوں کا سلسلہ برابر جاری و ساری ہے۔

برادر محترم مولوی سید احمد صاحب قادری نے اپنی اردو کتاب ”شجر غوثیہ ٹیکمال میں“ اور انگریزی تصنیف ”دی نیو لینز آف لائف“ میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت محبوب سبحانی غوث اعظمؒ کے خاندان مبارک میں پانچویں پشت کے صاحبزادے حضرت سید ابراہیم قادریؒ کی اولاد تبلیغ اسلام کی خاطر چودھویں صدی عیسوی میں اس وقت ہندوستان میں تشریف لائی جب کہ یہاں فیروز شاہ تغلق کا دور حکومت تھا اور انھوں نے پہلے پنجاب پھر الہ آباد کو اپنا وطن بنایا۔ اسی لیے وہ اپنے نام کے ساتھ الہ آبادی لکھنے لگے۔ اسی خاندان کے ایک بزرگ حضرت سید عبدالواحد قادریؒ ولد حضرت سید جمال اللہ قادریؒ الہ آبادی نے اٹھارویں صدی عیسوی کے شروع میں ۱۱۳۳ھ ۱۷۲۰ء کے قریب دکن کا رخ کیا اور ریاست حیدرآباد کے ضلع میدک میں واقع مقام جوگی پیٹھ کو اپنے تبلیغی مشن کا مرکز منتخب فرمایا جو حیدرآباد سے تقریباً (۸۸) کلومیٹر پر واقع ہے اس وقت ہندوستان کی زمام حکومت اور منگ ریب کے ہاتھوں میں تھی چنانچہ حضرت سید عبدالواحد قادریؒ کا جوگی پیٹھ میں تقریباً ۱۲۴ھ ۱۷۱۰ء میں وصال ہوا جہاں کمان جوگی پیٹھ کے متصل مسجد میں آپ کا مزار مبارک اب تک موجود ہے۔

حضرت سید عبدالواحد قادریؒ کے فرزند حضرت سید شکر اللہ قادریؒ جن کے حین

۱۳۶ھ میں حیدر آباد دکن میں حکومت آصفیاء کی قائم عمل میں آیا اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد جوگی پیٹھ سے قریب ہی تقریباً ۲۵ کلومیٹر کے فاصلہ پر واقع قصبہ ٹیکمال کو منتقل ہو گئے اسی کو اپنا وطن قرار دیا اور یہیں آپ کا ۱۵۸ھ میں انتقال ہوا چنانچہ حضرت سید شکر اللہ قادریؒ اور آپ کے صاحبزادے حضرت سید عبدالواحد قادریؒ ثانیؒ (وصال ۱۲۱۴ھ میں) اور ان کے فرزند حضرت عبدالرزاق قادریؒ (وصال ۱۲۳۸ھ میں) ان سب بزرگوں کے نزار ہائے مبارک مقدس ٹیکمال میں ہی واقع ہیں جو تکیہ و گاہ شریف کے نام سے مشہور ہیں۔

حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ کے فرزند مسعود حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ مشائخ ٹیکمال بڑے پایہ کے عالم دین، ولی کامل، صاحب خوارق و کرامات اور واقف حقائق و معارف پر طریقت گزشتہ ہیں جنہوں نے اپنے علمی برکات اور روحانی تصرفات سے ٹیکمال کی سترین کو لوڑ علیٰ نو بنیادیا۔ آپ اپنے پیر و مرشد صدر اسرارِ یزدانی و مظہر الانوارِ بانی عارف کامل حضرت شاہ محمد معروف شاہد اللہ قادری حبشی قدس سرہ کے سرخلفہ اور جانشین تھے چنانچہ آپ کا اور آپ کے پیر و مرشد کا گنبد شریف مقدس ٹیکمال میں زیارت گاہ خاص و عام ہے۔ آپ نے کسی طرح ٹیکمال کو مرکز تبلیغ بنا کر ایک عالم کو اسلام کی ضیاء سے روشن فرمایا، کس طرح اپنے پیر و مرشد کے فیضان سے روحانی سرچشمہ ہدایت بنے اور آپ سے اس دوران کو نشی عجیب و غریب کرامات صادر ہوئی اس کی مکمل تفصیل آگے کے ابواب میں بیان کی جائے گی۔

معتبر ایمان کی نشانی

تم میں سے کسی کا ایمان اس وقت تک معتبر نہیں جب تک کہ وہ جو کچھ اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند نہ کرے۔! (صحیفہ غنی)

دوسرا باب

خانوادہ غوث اعظمؒ کی دیگر دو قریبی شاخیں

حضرت غوث اعظمؒ | سرتاج اولیاء قطب الاقطاب غوث اعظم جدنا و سیدنا شیخ محی الدین
عبد القادر جیلانی قدس سرہ کی مقدس ہستی محتاج تعارف نہیں جو
صنی خوشبو اور حسینی رنگ کا حسین امتزاج اور ان کے کمال و جمال کا لیک لوزانی سنگم ہے۔
دنیا میں آپ کی مقدس حیات ظاہری کا ۹۱ سالہ مبارک دور ۷۷۷ھ (م ۶۶۸ء) سے
۷۶۱ھ (م ۶۶۲ء) تک ہے جس کے دوران آپ ظلمت و گمراہی کے بربک ہوئے
دین محمدیؐ کو نہ صرف زندہ کر کے ”محی الدین“ کے مبارک لقب سے ممتاز ہوئے بلکہ
عشق خدا و رسول خدا میں کمال حاصل کر کے محبوبیت کی اعلیٰ ترین منزل پر فائز ہوئے۔
ایسی عربی شاعر نے خوب تاریخی شعر کہا ہے

إِنَّ بَأْسَ اللَّهِ سُلْطَانَ السَّرَّجَالِ

جَاءَ فِي عَشْقٍ وَ مَاتَ فِي كَمَالِ

۷۹۱ھ

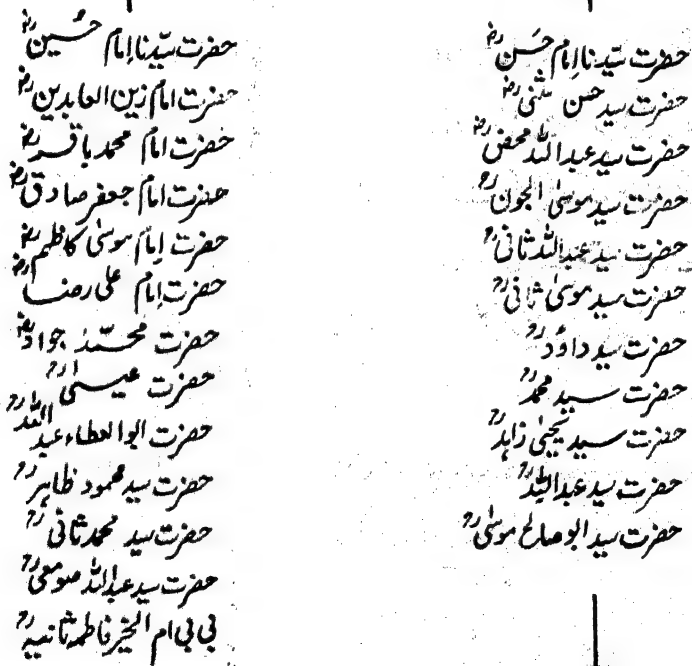
۷۶۱ھ

علمی ذوق رکھنے والے شائقین ہی اس شعر سے لطف اندوز ہو سکتے ہیں جو ایک
لطف ادبی اور معنوی حیثیت سے بھی نادر ہے تو دوسری طرف بحساب ابجد لفظ ”عشق“
۹۱ لے عدد چار سو ستر (۷۷) آپ کی ہجری تاریخ ولادت ہے اور لفظ ”کمال“ کے ۹۱

ایکایونے آپ کی مقدار عمر ہے۔ ان دونوں کو جمع کرنے سے (۵۶۱) پانچ سو اسیٹھ
آپ کا ہجری سن وفات حاصل ہوتا ہے۔

جبنا حضرت غوث اعظمؒ کا شجرہ نسب آپ کے والد ماجد کی طرف
شجرہ نسب سے حضرت امام حسنؒ تک اور آپ کی والدہ ماجدہ کی جانب سے
حضرت امام حسینؒ تک پہنچتا ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
بی بی فاطمہ فاطمہ بنت جنتؓ (زوجہ حضرت سیدنا علی شیر خداؓ)



حضرت غوث اعظم شیخ محمد الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

غوث اعظمؒ کی شیر اولاد ان کی نعمت سے نوازا تھا۔ مولف قلمند الجواہر (عربی) نے غوث الوریٰ حضرت محبوب سبحانیؒ کو رب العزت نے کثیر اولاد آپ ہی کے صاحبزادے حضرت سیدنا عبدالرزاقؒ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ”ہمارے والد مابعد کی جملہ اولاد انچاس (۴۹) بھتی جن میں سے اولاد ذکر ستائیس (۲۷) اور باقی اولاد انا تھی۔“

حضرت غوث اعظمؒ کی ذریت نے بغداد شریف کے علاوہ مصر، قاہرہ، حلب اور حمہ (شام) وغیرہ کو تبلیغ اسلام کی خاطر اپنا وطن بنایا پھر اپنے تبلیغی مشن پر بشمول ہندوستان دنیا کے تمام خطوں میں پھیل کر ان نفوس قدسیہ نے اشاعت اسلام کے لیے خود کو وقف کر دیا آپ کے ایک صاحبزادے حضرت سید تاج الدین عبدالرزاق قادریؒ (۵۲۸ھ تا ۶۰۳ھ) م (۱۱۳۵ھ تا ۱۲۲۷ھ) کی اولاد مبارک میں سے جن صاحبزادوں نے حمہ (شام) کو اپنا وطن بنایا وہ اپنے نام کے ساتھ ”حموی“ لکھنے لگے اور جو بغداد شریف میں ہی مصروف تبلیغ رہے وہ ”بغدادی“ کہلائے۔

چنانچہ حضرت عبدالرزاق قادریؒ کے ایک صاحبزاد حضرت سید ابوالصالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادیؒ (۵۳۲ھ تا ۶۳۳ھ) م (۱۱۳۷ھ تا ۱۲۳۷ھ) تھے جن کے فرزند حضرت سید ابوالنصر شمس الدین محمد قادری بغدادیؒ (وفات ۶۵۶ھ م ۱۱۵۹ھ) کے بیٹوں صاحبزادوں کی ذریت ہندوستان تشریف لائی جن کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱. بڑے صاحبزادے حضرت سید ابوجعفر عبدالقادر الکبیر قادری بغدادی قدس سرہ
 ۲. منجھلے صاحبزادے حضرت سید عبداللہ قادری بغدادی قدس سرہ۔
 ۳. چھوٹے صاحبزادے حضرت سید ابی السعود ظہیر الدین احمد قادری بغدادی قدس سرہ
- ذیل کے شجرہ نسب سے اس کی مباحث ہو جائے گی۔

جدنا غوث اعظم حضرت سید محمد الدین شیخ عبدالقادر جیلانی

۱

حضرت سید ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق قادری بغدادیؒ

۱

حضرت سید ابوصالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادیؒ

۱

حضرت سید ابوالنصر شمس الدین محمد قادری بغدادیؒ

۱

حضرت سید ابوجعفر عبدالقادر الکبیر قادریؒ حضرت سید عبداللہ قادریؒ حضرت سید ابوالسوط الدین احمد قادریؒ

خاوندہ غوث اعظمؒ کی متذکرہ بالا تینوں شاخوں میں بڑے صاحبزادے حضرت سید ابوجعفر عبدالقادر الکبیر قادریؒ بقولہ قدس سرہ مولف ہذا کے جدا علیٰ ہیں دوسرے صاحبزادے حضرت سید عبداللہ قادریؒ بغدادیؒ کی اولاد میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ مشائخ ٹیکمال ہیں جو کتاب ہذا کے اصل موضوع سخن ہیں ان تینوں شاخوں میں پشت در پشت ایک دوسرے کے درمیان ازدواجی روابط قائم ہیں۔ اس لیے مناسب ہوگا کہ ان میں سے ہر ایک شاخ کا مختصر تذکرہ مع شجرہ نسب بھی درج کر دیا جائے۔

شاخ اول

حضرت سید ابوجعفر عبدالقادر الکبیر قادریؒ بغدادیؒ کی اولاد میں حضرت سید ابوالنصر وجیہ الدینؒ کبھی قادریؒ بغدادیؒ اپنے دونوں برادران (حضرت سید وجود قادریؒ بغدادیؒ و حضرت سید موجود قادریؒ بغدادیؒ) اور تین فرزندان (حضرت سید ابوالحمود عصام الدینؒ زکی قادریؒ بغدادیؒ حضرت سید جہانگیر الدینؒ قادریؒ بغدادیؒ و حضرت سید برہان الدینؒ قادریؒ) اور دیگر اقارب و مریدین و خاندان کے ہمراہ آٹھویں صدی ہجری یعنی پندرھویں صدی عیسوی کے شروع میں جب کہ ہندوستان میں تھیں

کے زیرِ نگیں تھا، بغداد شریف سے ملک دکن پر گئے نہ کھوڑے میں وارد ہوئے جو بلکہ حیدرآباد سے تقریباً ۲۳ کیلو میٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اور کفر و ضلالت کے خلاف جنگ و جہاد کرتے ہوئے شہید ہوئے صرف آپ کے نبیرہ حضرت سید ابوالحسن خضر الدین امیر علی زاہد قادری بقید حیات رہے جن سے نسل جاری ہے۔ مندرجہ بالا شہداء کرام میں سے حضرت سید جہانگیر الدین قادری بغدادی اور حضرت سید برہان الدین قادری کے مزارات مبارک نہ کھوڑے سے قریب ہی موضع یلین نرودہ میں حضرت جہانگیر پیراں کے نام سے مشہور ہیں اور باقی تمام بزرگوں کے مزارات نہ کھوڑے میں زیارت گاہ خاص و عام ہیں جہاں بلا لحاظ مذہب و ملت عقیدت مندوں کا ہجوم رہتا ہے۔ اس شاخ کے باقی بزرگوں کے مزارات حیدرآباد میں بمقام کاروان ساہواں و دریکچہ بواہیر واقع ہیں۔ اس شاخ کا فائدانی شجرہ نسب حسب ذیل ہے جو کتاب "شجرہ خشیہ ٹیکمال" مرتبہ حضرت سید احمد صاحب قادری مدظلہ سے نقل کیا جاتا ہے۔

- ۱۔ سیدنا جدنا حضرت غوث اعظم ابو محمد سید فی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
- ۲۔ حضرت ابوبکر سید تاج الدین عبدالرزاق قادری بغدادی قدس سرہ
- ۳۔ حضرت سید ابوصالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادی قدس سرہ
- ۴۔ حضرت سید ابوالنفر شمس الدین محمد قادری بغدادی قدس سرہ
- ۵۔ حضرت سید ابوجعفر عبدالقادر الکبیر قادری بغدادی قدس سرہ
- ۶۔ حضرت سید ابو محمد جمالی الدین موسیٰ قادری بغدادی قدس سرہ
- ۷۔ حضرت سید ابوالحسن بدر الدین ہاشم قادری بغدادی قدس سرہ
- ۸۔ حضرت سید ابوتراب امیر الدین حسین صالح قادری بغدادی قدس سرہ

حضرت سید وجود قادری بغدادی ۱۔ حضرت سید ابوالنفر جیلانی کی قادری بغدادی حضرت سید وجود قادری بغدادی

(۹ حضرت ابوالنصر وحید الدین یحییٰ قادری بغدادی)

حضرت سید جلال الدین قادری بغدادی ۲۰ حضرت سید ابوالمجد وعصام الدین زکی قادری بغدادی ۲۱ حضرت سید بہا الدین قادری بغدادی ۲۲

- ۱۱ - حضرت سید ابوالحسن فخر الدین امیر علی زاہد قادری ۲۳
- ۱۲ - حضرت سید ابوالعلاء شمس الدین حسن قادری ۲۴
- ۱۳ - حضرت سید ابوالخیر جلال الدین عارف قادری ۲۵
- ۱۴ - حضرت سید ابو محمد علم الدین ثقی ملک عبداللہ قادری ۲۶
- ۱۵ - حضرت سید ابوالنصر محی الدین ملک احمد قادری ۲۷
- ۱۶ - حضرت سید ابوالحسنات نور الدین منصور قادری ۲۸
- ۱۷ - حضرت سید ابوالتسلیم رضا صوفی درویش قادری (نسبت حضرت شاہ نواز قادری) ۲۹
- ۱۸ - حضرت سید ابوالبرکات اکبر صوفی درویش قادری ۳۰
- ۱۹ - حضرت سید ابوالقاسم حید شاہ علی صوفی درویش قادری ۳۱
- ۲۰ - حضرت سید ابوالفیض سبحان علی صوفی درویش قادری ۳۲
- ۲۱ - حضرت سید ابوالاعظم سجاد علی صوفی درویش قادری ۳۳
- ۲۲ - حضرت سید ابوالعابد اعظم علی صوفی درویش قادری ۳۴
- ۲۳ - حضرت سید ابوالخیر احمد علی صوفی درویش قادری ۳۵

حضرت سید ابوالتسلیم رضا علی صوفی اکبر قادری مدظلہ
 ابوالاعظم سید اعظم صوفی اعظم قادری مدظلہ
 سید ابوالاعظم سید سجاد علی صوفی اعظم قادری مدظلہ
 نوٹ: اس شاخ کے موجودہ سجادہ نشین صدر خطیب انجی المعظم حضرت سید ابوالتسلیم رضا علی
 صوفی قادری مدظلہ ہیں جن کے نام شہنشاہ اودنگ زیب عالمگیر کی جاری کردہ نقدی معاش
 موہنی طور پر آج بھی حکومت آندھرا پردیش سے جاری ہے۔

اسی شاخ کے چشم و چراغ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ ہیں جنکے
شاخ دوم | تفصیلی حالات اُسکے کے صفحات پر ملاحظہ کئے جاسکتے ہیں۔ ذیل میں
 صرف خاندانی شجرہ نسب درج کیا جاتا ہے۔ جو کتاب شجرہ غوثیہ ٹیکال سے نقل
 کیا گیا ہے۔

- ۱۔ سید نادبدنا غوث اعظم حضرت سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
- ۲۔ حضرت سید ابوبکر تاج الدین عبدالرزاق قادری بغدادی قدس سرہ
- ۳۔ حضرت سید ابوصالح عماد الدین نصر احمد قادری بغدادی قدس سرہ
- ۴۔ حضرت سید ابوالنصر شمس الدین محمد قادری بغدادی قدس سرہ
- ۵۔ حضرت سید عبداللہ بغدادی قدس سرہ
- ۶۔ حضرت سید ابراہیم قادری قدس سرہ
- ۷۔ حضرت سید جعفر قادری قدس سرہ
- ۸۔ حضرت سید محمد قادری قدس سرہ
- ۹۔ حضرت سید محمد عبدالغفار قادری
- ۱۰۔ حضرت سید محمد قادری
- ۱۱۔ حضرت سید عبدالرؤف قادری
- ۱۲۔ حضرت سید عبدالوہاب قادری
- ۱۳۔ حضرت سید قمریش قادری
- ۱۴۔ حضرت سید ابو الفتح ہدایت اللہ قادری
- ۱۵۔ حضرت سید سلطان الموحیدین قادری
- ۱۶۔ حضرت سید حمید قادری
- ۱۷۔ حضرت سید عبدالملک قادری
- ۱۸۔ حضرت سید عمر قادری
- ۱۹۔ حضرت سید احمد قادری
- ۲۰۔ حضرت سید علی مسعود قادری
- ۲۱۔ حضرت سید اولیا، قادری
- ۲۲۔ حضرت سید ابو الحسن قادری
- ۲۳۔ حضرت سید احمد قادری
- ۲۴۔ حضرت سید جمال اللہ قادری الہ آبادی
- ۲۵۔ حضرت سید عبدالواحد قادری
- ۲۶۔ حضرت سید شکر اللہ قادری
- ۲۷۔ حضرت سید عبدالواحد قادری ثانی
- ۲۸۔ حضرت سید عبدالرزاق قادری
- ۲۹۔ حضرت سید صاحب حسینی قادری

نوٹ : اس شاخ کے موجودہ سجادہ نشین برادرزادہ ام مولوی سید احمد نور اللہ صاحب قلعوری دست برکاتہ (بی. بیس. سی) ہیں جن کے نام حکومت آندھرا پردیش سے مورد وثی معمولات جاری ہیں۔

اس شاخ کی گیارھویں پشت کے بزرگ حضرت سید عبداللطیف قادری **شاخ سوم** حموی سولھویں صدی عیسوی کے آخری زمانے میں کرؤل (جوسابق

ریاست حیدرآباد میں شامل تھا) میں تشریف لائے جہاں آپ کا نزار شریف ہے اور عرس شریف بڑی شان و شوکت سے منایا جاتا ہے آپ کی آئندہ پشتوں نے حیدرآباد کو اپنا وطن بنایا جن میں سے حضرت سید محی الدین ثانی قادریؒ اور حضرت سید موسیٰ قادریؒ کے مزارات حیدرآباد ہی میں اندرون پل قدیم واقع ہیں۔ خاندانی حالات کتاب کلام عارفؒ مولفہ مولوی ابوالفضل سید محمود صاحب قادری میں درج ہیں جس سے صرف شجرہ نسب ذیل میں نقل کیا جاتا ہے۔

۴۔ جدنا عوث اعظم حضرت سید ابو محمد محی الدین شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ

۲۔ حضرت سید ابوبکر بنی الدین عبدالرزاق قادری بغدادی قدس سرہ

۲۔ حضرت سید ابوالحسن مہاجر عباد الدین ناصر احمد قادری بغدادی قدس سرہ

۳۔ حضرت سید ابوالفضل الدین محمد قادری بغدادی قدس سرہ

۴۔ حضرت سید ابی السعود ظہیر الدین احمد قادری بغدادی قدس سرہ

۵۔ حضرت سید سیف الدین یحییٰ قادری حمویؒ

۶۔ حضرت سید شمس الدین محمد ثانی قادری حمویؒ

۷۔ حضرت سید علاؤ الدین علی قادری حمویؒ

۸۔ حضرت سید بدر الدین حسن قادری حمویؒ

۹۔ حضرت سید ابی العباس شہاب الدین احمد قادری حمویؒ

۱۰۔ حضرت سید قطب الدین محمد قادری حمویؒ

- ۱۱۔ حضرت سید ناصر الدین ہاشم قادری حمویؒ
- ۱۲۔ حضرت سید کمال الدین مارف قادری حمویؒ
- ۱۳۔ حضرت سید شرف الدین زاہد قادری حمویؒ
- ۱۴۔ حضرت سید طاہر تادری حمویؒ
- ۱۵۔ حضرت سید عبداللطیف تادری حمویؒ
- ۱۶۔ حضرت سید محی الدین ثانی تادریؒ
- ۱۷۔ حضرت سید عبدالحی الدین تادریؒ
- ۱۸۔ حضرت سید درویش محی الدین تادریؒ
- ۱۹۔ حضرت سید محمد تادریؒ
- ۲۰۔ حضرت سید موسیٰ تادریؒ
- ۲۱۔ حضرت سید حسین تادریؒ
- ۲۲۔ حضرت سید غلام محی الدین تادریؒ
- ۲۳۔ حضرت سید مرتضیٰ تادریؒ
- ۲۴۔ حضرت سید محمد علی تادریؒ
- ۲۵۔ حضرت سید وحید القادریؒ

اس شاخ کی درگاہ شریف واقع کربل کے صاحب سجادہ مولوی سید شاہ عبداللطیف صاحب تادری ثانی اور درگاہ شریف واقع اندرون پل قدیم حیدرآباد کے موجودہ متولی و سجادہ مولوی قاری سید شاہ محمد فضل اللہ صاحب تادری الموسویٰ ہیں جن کے نام حکومت آٹھ مرتبہ سے نقدی معاش و معمولات جاری ہیں۔

خاندانہ طوطا اعظم کے خاندانی القاب | جیدنا حضرت غوث الثقلینؒ کے خاندانہ مبارک سے خاندانی و نسب شرف کے اظہار

کے لیے انہوں نے آخر میں جیلی، جیلانی، گیلانی، ہندادی، جموی اور قادری وغیرہ کے اطلاق استعمال کیے ہوتے ہیں۔

لیکن "قادری" کی نسبت نہ صرف حضرت غوث اعظمؒ سے نفسی تعلق کے لیے مستعمل ہے بلکہ لرہیت کے مشہور "سلسلہ عالیہ قادریہ" سے وابستہ مریدی، طالبین اور متوسلین بھی اپنے نام کے ساتھ "قادری" لکھنا باعث شرف و برکت سمجھتے ہیں کیوں کہ "سلسلہ عالیہ قادریہ" کے صدر نشین اور مرتب حضرت غوث پاکؒ کی ہی ذات والا صفات ہے۔

حضرت غوث اعظمؒ کے خاندان مبارک کی مذکورہ بالا تینوں شاخوں کی تاریخی حقائق

مولا سید اسد سائب قادری نے جو دلچسپ و قیمتی تفسیر اخذ فرمایا ہے اس کو تاریخ میں محسن القادری کا نام دیا جاسکتا ہے لیکن یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ ان تینوں شاخوں میں تقریباً ہر دو سو سال کے وقفہ سے کوئی نہ کوئی ایک بلند پایہ دل کمال اور قطب گزرا ہے۔ چنانچہ شہزادہ اولیاء میں حضرت جہانگیر میراں قادری بخدادی قدس سرہ (مزار واقع لمون نزدہ قریب نرگودہ حیدرآباد) جیسے دل کمال کا وصال قریب ۳۰۰ھ میں ۱۸۰۰ء یعنی پندرہویں صدی عیسوی میں ہوا ہے تو اس کے تقریباً دو سو سال بعد شاخ دوم میں حضرت سید عبداللطیف قادری حوی قدس سرہ (مزار واقع کرول) کا وصال قریب ۵۰۰ھ میں ۱۱۰۰ء یعنی سترہویں صدی عیسوی میں ہوا اھاس کے تقریباً دو سو سال بعد شاخ سوم میں حضرت سید صاحب سینی قادری قدس سرہ (مزار واقع ٹیکال) کا قریب ۷۰۰ھ میں ۱۳۰۰ء یعنی انیسویں صدی عیسوی میں وصال ہوا ہے۔

تیسرا باب

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ

خاندان حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کا تعلق ٹیکمال کے مشہور سادات
 مشائخ گھرانے سے تھا آپ کے والد ساجد حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ
 ایک صاحب کرامات بزرگ اور اولیاء اللہ سے تھے جو اپنے والد اور جدا مجدد کے ساتھ
 بمقام ”تکیہ درگاہ شریف“ واقع ٹیکمال مدفون ہیں آپ کے اجداد کب اور کس طرح ہندوستان
 میں پہلے آباد اور پھر دکن تشریف لائے اس کی تفصیل باب اول میں دی جا چکی ہے۔
 لیکن یہ ایک ناقابل انکار تاریخی حقیقت ہے کہ اس خاندان کے بزرگوں نے
 جیسے ہی شمالی ہند سے کوچ فرمایا تو دارا جو بدشاہان مغلیہ کی حکومت کا زوال شروع
 ہو گیا اور جب یہی اللہ ولے دکن کی سرزمین میں تشریف لائے تو یہاں نظام الملک آصفیہ
 کی حکومت کا آغاز ہوا اور ریاست حیدرآباد کو مدوج حاصل ہوا۔

نسب آپ کا سلسلہ نسب اعلیٰ نسیویں پشت میں حضور غوث اعظمؒ پران پیرؒ
 سے جالدا ہے مکمل شجرہ نسب پچھلے باب میں دیا جا چکا ہے۔
 ۱۱۹۵ھ میں بمقام ٹیکمال ضلع میدک حضرت سید صاحب قادریؒ کی ولادت
 دلاوت با سادات ہوئی ہجری سن میں مادہ تاریخ ”ظہور سن“ ہے۔

حضرت سید صاحب حسینی قادری گنجین ہی سے علوم دینی اور مذہبی سیکھیں
دور طالب علمی سے خصوصی لگاؤ تھا۔ یہی دلچسپی تھی کہ ۱۲۳۳ھ م ۱۸۱۸ء میں صرف چودہ
 سال کی عمر میں تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں تنہا ٹھیکال سے حیدر آباد تشریف لے
 گئے تاکہ حیدر آباد میں موجود علمائے عصر سے فیضان حاصل کریں اپنے والد سے دوری
 کے سبب مالی امداد کا کوئی مستقل ذریعہ بھی نہ تھا۔ ایسے دشوار حالات میں قیام و طعام
 کی فکر کے ساتھ ساتھ پانچ سال تک فراغت تعلیم کے مراحل کو طے کرنا ایک کم عمر طالب علم
 کے لیے ایک مجاہدہ سے کم نہ تھا جو محض آپ کے ذاتی شوقِ علمی کا نتیجہ تھا۔

لیکن آپ جب کہ حصول تعلیم میں حیدر آباد میں قیام فرماتے تو اُنسی
والد ماجد کا وصال دورانِ آپ کے والد ماجد حضرت سید عبدالرزاق قادری کا سایہ
 شفقت مٹھ گیا جس کی اطلاع پانچ ۱۲۳۹ھ م ۱۸۲۴ء میں جب آپ اپنے وطن ٹھیکال
 واپس ہوئے تو اپنے والد مرحوم سے بوقتِ وصال ظاہر کردہ کرامات کا جا بجا تذکرہ تھا۔
 اس وقت آپ کی عمر ۱۹ سال کی تھی۔ علوم ظاہری میں تو مہارت حاصل کر چکے تھے لیکن اپنے
 والد ماجد کے اچانک وصال کی وجہ سے سلسلہ بیعت و خلافت حاصل نہ ہونے کا آپ
 کو بہت ملال تھا۔ اس احساس سے ہمیشہ بے قرار و غمگین رہتے اور اپنے والد مرحوم
 کی روح مبارک سے فیضِ باطنی کی ہمیشہ التجا فرمایا کرتے۔ بالآخر آپ کے والد ماجد
 نے بحالتِ خواب ان الفاظ میں آپ کی ہمت بڑھائی ”جب تک میں زندہ رہا تم غفلت
 میں رہے اور اب راہِ سلوک طے کرنا چاہتے ہو تو یہ مرشدِ کامل کے بغیر مشکل ہے جو دنیا
 میں زندہ ہوں لہذا اس کے لیے جستجو کر دیوں کہ جو محنت و جستجو کرتا ہے اسی کو کامیابی
 نصیب ہوتی ہے۔“

چنانچہ آپ نے اشتیاقِ سلوک میں ایک پیرِ کامل کی تلاش شروع
پیرِ کامل کی تلاش کر دی ایک رات آپ کیفیت و مسرت میں مولانا بابائی کی مثنوی

”یوسف زلیخا“ کا مطالعہ کرتے کرتے حضرت قطب ربّانی محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی غوثِ پاکؒ کی بارگاہ میں پچھتم نم حسرت سے یوں عرض کرنے لگے ”آپ کا یہ غلام ابن غلام آپ کی بارگاہ عالی کے کٹوں سے نسبت رکھتا ہے۔ خدا کے واسطے اس ٹھٹھکے ہوئے پر اپنی ایک نظر کرم فرمائیے اور قطبیت کے فیض سے لڑائیے جہلا غلام اپنے آقا کو اور خادم اپنے مخدوم کو چھوڑ کر جا رہی کہاں سکتا ہے۔“

اسی عالم استغراق میں آپ کو آنکھ لگ گئی تو خواب میں کیا دیکھتے پیر و مرشد کا دیدار | ہیں کہ ایک بے حد لڑائی چہرہ والے بزرگ ”یا غوث“ کا نعرہ لگاتے ہوئے ظاہر ہوئے جن کو دیکھتے ہی آپ بے خود ہو کر ان کے قدموں پر گر پڑے۔ جب دھڑک شہقت کے ساتھ آپ کو اٹھا کر اپنے گلے لگا لیے تو آپ نے روتے ہوئے فریاد کی ”اے میرے دستگیر میری مدد فرمائیے۔“ جواب ملا ”تمہارے جد حضرت غوث اعظمؒ تمہارے قریب کھڑے ہوئے اسی کا حکم دے رہے ہیں کل میرے مکان واقع محلہ قاضی پورہ متقل مقبرہ خواجہ خلیل حیدر آباد آؤ تاکہ تمہارے جد حضرت غوثِ پاکؒ کے حکم کے مطابق میرے پاس جو تمہاری امانت ہے تمہارے حوالے کر دوں“ اور خواب میں ہی اپنا اسم گرامی ”شاہ معرّف قادری“ بتادیئے !

بعجلت ممکنہ آپ پیر و مرشد کے مکان کی تلاش میں نکلے اور پیر و مرشد سے ملاقات | جب بتائے ہوئے پتہ پر پہنچے تو دیکھا کہ دیوان خانہ میں تنہا کسی کتاب کے مطالعہ میں مشغول وہی بزرگ رولتی افزودہ ہیں جن سے خواب میں دیارت کا شرف ہوا تھا۔

منزل مقصود تک تو پہنچ چکے تھے اب گوہر مقصود حاصل کرنے بیعت و خلافت | کے لیے درکار مجاہدوں اور دیباختوں سے گزرنے کے بعد پیر و مرشد کی صحبت میں حمد سلوک کی تکمیل کر لی بالآخر بتاریخ ۲۴ محرم ۱۲۲۳ھ ۲۶ مئی ۱۸۰۶ء

پیر مرشد نے اپنے شیخ یعنی حضرت سیدامیاں صاحبِ تہذیب کے عرس شریف کی تقریب میں آپ کو بیعت سے مشرف فرمایا، ذکر کی تلقین کی اور مراقبہ و مجاہدہ کی تعلیم سے نوازا۔

اس کے بعد بتاریخ ۲۵ رمضان ۱۲۲۶ھ خود پیر مرشد اپنے ارادت مند حضرت سید صاحبِ حسینی قادریؒ کی قیام گاہ پر علی الصبح اپنا نیک تشریف لائے اور اپنے خواب میں محبوبِ سبحانی حضرت غوثِ اعظمؒ کے حبِ الحکم خلافتِ قادریہ اور محبوبِ الہی حضرت شیخ المتنازع نظام الدینؒ کے حبِ الحکم خلافتِ چشتیہ سید صاحبِ حسینی قادریؒ کو عطا کرنے کی اجازت مل جانے کی خوشخبری سنائی چنانچہ مشائخ و فقراء کے لیے طعاع کے اہتمام سے بعد بتاریخ ۲۶ رمضان ۱۲۲۶ھ ۱۲۲۶ھ بلدہ کے مشائخ و فقراء کی موجودگی میں حضرت سید صاحبِ حسینی قادریؒ کو قادریہ اور چشتیہ دونوں سلسلوں میں خیرۂ خلافت سے سرفراز کیا گیا جس کے بعد مزید کچھ دن پیر مرشد کی خدمت میں رہنے کے بعد اجازت لے کر آپ اپنے وطن ٹیکمال واپس ہوئے۔

جانشینی دو سال بعد یعنی ۲۳ صفر ۱۲۲۹ھ میں پیر مرشد پہلی مرتبہ حضرت اقدس کے پہلے فرزند شیرخوار کے عقیقہ کی تقریب میں دعوت پر ٹیکمال تشریف لائے مگر پیر مرشد ابھی راستہ ہی میں تھے کہ فرزند مذکور کا انتقال ہو گیا اس لیے پُرسہ دینے کے بعد آپ واپس تشریف لے گئے۔ اس کے بعد ۲۵ صفر ۱۲۳۱ھ میں احمد بادشاہ صاحبِ مشائخ میدک کی بوی کے انتقال پر تعزیت دینے کے لیے پیر مرشد ٹیکمال دوسری بار ردتِ افروز ہوئے تو آپ کے لیے حضرت اقدسؒ نے ایک مسندِ راستہ کی جس کی جانب اشارہ کرتے ہوئے پیر مرشد نے تمام اہلیانِ ٹیکمال کے سامنے ارشاد فرمایا ”یہ مسند سجادگی اور خلافتِ تم کو مبارک“ یہ دراصل حضرت پیر شاہِ اللہ قادریؒ کی جانب سے حضرت سید صاحبِ حسینی قادریؒ کو ٹیکمال میں اپنا قائم مقام اور روحانی جانشین بنانے کا اعلان عام تھا جس کے ہفتہ عشرہ بعد آپ

بلدء واپس اشریف لے گئے۔

آج کل جو بد عقیدہ لوگ اولیاء اللہ سے رومان تشریف کے خصوصاً
رومان ٹیلیوژن | بعد وصال تالی نہیں ان کی آنکھیں کھول دینے کے لیے یہ واقعات

کیا کافی نہیں ہیں کہ کس طرح اولیاء اللہ اپنی ظاہری زندگی میں اور اپنے وصال کے
 بعد بھی رومانی طور پر فیضانِ نبوت پاتے اور دستگیری فرماتے ہیں اور اپنے روحانی
 ٹیلیوژن کے ذریعہ ان تمام مقاصد کی تکمیل فرمادیتے ہیں جو ان کا مادی ٹیلیوژن
 تک نہیں کر سکتا۔ حضرت سید صاحب حسین قادریؒ کے خواب میں آپ کے والد ماجد کا
 بعد وصال تشریف لانا اور تلاشِ پرکاش کا ترغیب و ہدایت دینا پھر آپ کے پرورش
 کا حیدر آباد میں بیٹھے بیٹھے یہاں ہی حضرت سید صاحب حسین قادریؒ کے خواب
 میں ظاہر ہو کر پانا تدارک کرنا اور تین سو لوگ اور خاندانی لائٹ لینے کے لیے حیدرآباد
 آنے کی ہدایت دیتے ہوئے اپنے ام و پتہ کی واضح نشان دہی فرمانا یہ سب رومانی نبوت
 کے کمالات نہیں تو اور کیا ہیں۔ جو عقلی گھوڑے دوڑانے والوں کی فہم و ادراک سے
 باہر ہے۔

بچلے باب میں حضرت اقدسؒ کے نبی شجرہ کی تفصیل دی گئی تھی
شجرہ خلافت | لیکن جو حضرات آپ کے دامنِ طریقت سے قادریہ یا چشتیہ سلسلہ
 میں وابستہ ہیں ان کی واقفیت کے لیے آپ کے دونوں شجرہ بات قادریہ و چشتیہ کا
 بیان دینا مناسب معلوم ہوتا ہے یہ وہی شجرہ بات طریقت میں جن کو ہر
 سال حضرت پیر شاہ اللہ شاہ محمد سرور قادریؒ کے عرس شریف کے موقع پر
 سجادہ صاحبِ حق روایت قدیم حاضرین کو سنانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

شجرہ قادریہ

۱. حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲. حضرت امام حسن و امام حسینؑ
۳. حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ
۴. حضرت امام زین العابدینؑ
۵. حضرت امام محمد باقرؑ
۶. حضرت امام جعفر صادقؑ
۷. حضرت امام موسیٰ کاظمؑ
۸. حضرت امام علی موسیٰ رضاؑ
۹. حضرت سیدنا معروف کرخیؑ
۱۰. حضرت سیدنا سری سقطیؑ
۱۱. حضرت سیدنا جعید بغدادیؑ
۱۲. حضرت سیدنا ابوبکر شبلیؑ
۱۳. حضرت سیدنا ابوالفضل عبدالواحدؑ
۱۴. حضرت سیدنا ابوالحسن علیؑ
۱۵. حضرت سیدنا غوث اعظم شیخ فی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
۱۶. حضرت سیدنا ابوسعد مبارک مخزومیؑ
۱۷. حضرت سیدنا عبدالرزاق قادریؑ
۱۸. حضرت سیدنا ابونصر قادریؑ
۱۹. حضرت سیدنا ابوصالح نصیر الدین قادریؑ
۲۰. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۲۱. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۲۲. حضرت سیدنا سید حسن قادریؑ
۲۳. حضرت سیدنا سید علی قادریؑ
۲۴. حضرت سیدنا سید محمد احمد قادریؑ
۲۵. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۲۶. حضرت سیدنا سید حسن قادریؑ
۲۷. حضرت سیدنا سید یحییٰ قادریؑ
۲۸. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۲۹. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۰. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۱. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۲. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۳. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۴. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۵. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۶. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۷. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۸. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۳۹. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۰. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۱. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۲. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۳. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۴. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۵. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۶. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۷. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۸. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۴۹. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۰. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۱. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۲. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۳. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۴. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۵. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۶. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۷. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۸. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۵۹. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۰. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۱. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۲. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۳. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۴. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۵. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۶. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۷. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۸. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۶۹. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۰. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۱. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۲. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۳. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۴. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۵. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۶. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۷. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۸. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۷۹. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۰. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۱. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۲. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۳. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۴. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۵. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۶. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۷. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۸. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۸۹. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۰. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۱. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۲. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۳. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۴. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۵. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۶. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۷. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۸. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۹۹. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ
۱۰۰. حضرت سیدنا سید محمد قادریؑ

۳۸. حضرت سیدنا محمد مصطفیٰ الدین شریف امیال قادری
 ۳۹. حضرت سیدنا شاہ الدہلوی المعروف قادری
 ۴۰. حضرت سیدنا سید صاحب حسینی قادری

شجرہ چشتیہ

۱. حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
۲. حضرت خواجہ حسن بصریؒ
۳. حضرت خواجہ فضیل بن عیاضؒ
۴. حضرت خواجہ عذیفۃ المرعشیؒ
۵. حضرت خواجہ علوشاد دینوریؒ
۶. حضرت خواجہ ابوالاحد چشتیؒ
۷. حضرت خواجہ ماجی شریف زہدیؒ
۸. حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ
۹. حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ
۱۰. حضرت خواجہ نصیر الدین چراغ دہلویؒ
۱۱. حضرت خواجہ جمال الدین مغزلیؒ
۱۲. حضرت شمس العساقیؒ
۱۳. حضرت خواجہ امین الدین بیابانیؒ
۱۴. حضرت خواجہ بربان الدین اولیاءؒ
۱۵. حضرت خواجہ سید محمد معروف لاریؒ
۱۶. حضرت خواجہ احمد شاہ قادریؒ
۱۷. حضرت شاہ الدہلوی المعروف چشتیؒ
۲. حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہؒ
۳. حضرت خواجہ عبدالواحدؒ
۴. حضرت خواجہ سلطان ابراہیم ادرہمؒ
۵. حضرت خواجہ صہبۃ البصریؒ
۶. حضرت خواجہ ابوالحسن چشتیؒ
۷. حضرت خواجہ ابو محمد چشتیؒ
۸. حضرت خواجہ عثمان ہارونیؒ
۹. حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ
۱۰. حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلویؒ
۱۱. حضرت خواجہ سید محمد حسینی گیسو درازؒ
۱۲. حضرت کمال الدین بیابانیؒ
۱۳. حضرت خواجہ بربان الدینؒ
۱۴. حضرت خواجہ علی گنج بخشؒ
۱۵. حضرت خواجہ عاشق داؤدؒ
۱۶. حضرت خواجہ حافظ حسین شاہؒ
۱۷. حضرت سید محمد مصطفیٰ الدین چشتیؒ
۱۸. حضرت سید صاحب حسینی چشتیؒ

نوٹ:۔ کسی بھی شجرہ طریقت کو پڑھتے وقت ان آداب کا لحاظ رہے کہ ہر اسم شریف کے قبل ”الہی بھرت“ اور آخر میں ”قدس سرہ“ کہیں ان اسماء گرامی کے پڑھنے میں بلاشبہ فیض و برکت کی تاثیر ہوتی ہے اس لیے بعض اہل قدر حضرات روزانہ ایک بار اللہ کے ان محبوبوں کے نام کا بطور وظیفہ پابندی سے ورد کرتے اور اس کی برکت اور طفیل سے دارین کی کئی نعمتوں سے نوازے جاتے ہیں۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کو چشتیہ
حضرت نظام الدین محبوب الہیؒ سلسلہ میں خرقہ خلافت عطا کرنے کا اجازت

وہایت حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ نے مرحمت فرمائی تھی لہذا آپ کا یہاں مختصر تذکرہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے۔

حضرت شیخ نظام الدین بداؤنی محبوب الہیؒ، حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر اجمونیؒ کے خلفاء سے ہیں۔ آپ کا نام محمد بن احمد دانیال ابن علی بخاری ہے۔ آپ کے القاب سلطان المشائخ، سلطان الاولیاء اور سلطان السلاطین ہیں۔ خطاب محبوب الہی ہے آپ کے دادا اور نانا خواجہ عرب شہر بخارا سے شیخ احمد دانیال کے ساتھ لاہور میں تشریف لائے۔ وہاں کچھ مدت رہ کر بداؤن تشریف لے گئے اور یہیں سکونت پذیر ہوئے یہیں پر شیخ نظام الدین اولیاءؒ ۶۳۴ھ ۱۲۳۷ء میں پیدا ہوئے۔ اسی سال حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ نے وصال فرمایا اور یہی زمانہ سلطان شمس الدین التمش المتوفی ۶۳۵ھ ۱۲۳۷ء کا ہے۔ حضرت نظام الدینؒ کا سن مبارک اٹھارہ مرتب پانچ سال کا ہی تھا کہ حضرت کے والد ماجد کا انتقال ہو گیا اور بداؤن کے قریب ہی مدفون ہوئے اس کے بعد آپ کی والدہ ماجدہ بی بی زلیخاؒ نے آپ کی پرورش فرمائی۔ دس سال کی ہی عمر میں آپ نے حدیث تفسیر صرف و نحو اور منطق و معانی وغیرہ علم ظاہری کی دستار فضیلت کو زیب سرفرامایا اور بیس سال کی عمر

میں حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے حقیقی برادر حضرت شیخ نجیب الدین سنوکلؒ کی صحبت میں پہنچے۔ ان کے وسیلے سے حضرت شیخ گنج شکرؒ کے حضور میں بمقام ابو ذر من حاضر ہوئے تو حضرت گنج شکرؒ نے پہلے پہل فرمایا ہے

اے آتش فراقت دل با باب کردہ : سیلاب اشتیاق ت با باب انرا کجہ

یعنی تیری مبدائی کی آگ نے کئی دلوں کو جلا کر کیا ب بنادیا ہے۔ تیرے اشتیاق کے طوفان نے کئی جانوں کو برباد کر دیا ہے۔ حضرت شیخ فریدؒ کی زبان مبارک سے نکلا یہ کلام حضرت نظام الدینؒ کے سینے میں تیرک مانند ایسا پیوست ہوا کہ آپ بے ساختہ اور دالہامت مرید ہو گئے۔ تاریخ ۱۸ ربیع الثانی ۷۴۲ھ ۱۳۲۶ء بمعر ۹۱ سال آپ کا طائر روح، نفس عنصری سے آشیانہٴ جنت، الفردوس کی طرت پر داز کیا۔ اللہ و اللہ! الیہ راجعون! تذکرۃ العاشقین اور سیر الاسفیاء میں آپ کی عمر ۹۲ سال لکھی ہے۔

حضرت اقدس سید صاحب حسینیؒ بحیثیت مصلح قوم | اپنے پیر و مرشد سے خرقہ خلافت حاصل کرنے کے بعد جب حضرت اقدسؒ اپنے

وطن لوٹے تو اس وقت ٹیکمال کے اطراف و اکناف میں ظلمت و گمراہی کا دور دورہ تھا اور لوگ جہالت و بے علمی کے شکار تھے۔ ان کی معاشی پستی کا یہ عالم تھا کہ جب تک جنگل سے کٹڑی جمع کر کے نہ لائی گھر کا چولہا نہیں سلگ سکتا تھا۔

حضرت اقدسؒ کو ہمیشہ یہ فکر دامن گیر رہتی تھی کہ کسی طرح وطن والوں کو علم سے زیور سے آراستہ کر کے ان کے معاشی حالات کو سدھارا جائے اور ان سے جہالت کو دور کیا جائے۔ چنانچہ جنوری ۱۸۶۷ء ۱۲۸۷ھ میں آپ نے ایک اسکول قائم کیا جس کا نام ”مدرسہ حسینیہ“ رکھا جو بعد میں اس زمانہ کے ایک کالج کی شکل اختیار کر گیا تھا۔ قصبہ کے ہر گھر سے بلا لحاظ مذہب و آت ایک ایک بڑے کا انتخاب کر کے صبح و شام ان کی تعلیم و ترتیب میں خود شخصی دلچسپی لیا کرتے جس کی وجہ سے غریب طلباء و ائیں

بن کر اپنا رد و محارکمانے کے قابل بن گئے۔ اس طرح آپ کی ہدایت سے تعلیم کی روشنی گھر گھر پہنچ گئی اور ایسا اخلاقی و معاشی انقلاب آگیا کہ سب لوگ خوشحالی میں زندگی بسر کرنے لگے۔ حضرت اقدسؒ کے قائم کردہ مدرسہ حسینیہ کی مزید ترقی کی تفصیل آئندہ صفحات پر ایک علیحدہ سرخی کے تحت بیان کی جائے گی۔

اسلام کی تبلیغ و اشاعت تو آپ کا اور آپ کے آباء و اجداد کا اصلی رشد و ہدایت مشن تھا چنانچہ مدرسہ حسینیہ میں قرآن حدیث تفسیر اور فقہ وغیرہ علوم دینی کی اعلیٰ تعلیم سے طالبان علم کو آراستہ کیا جاتا تھا جو دور دراز مقامات سے ٹیکہ مال کے اس علمی مرکز کو آتے اور فیضیاب ہوا کرتے۔ آپ کی ذات بابرکات جامع علوم شریعت و طریقت تھی اس لیے اصول شریعت کی پابندی کے ساتھ سلوک طریقت کی تکمیل کا پورا اہتمام تھا۔

شریعت کی حفاظت اور دینی ضروریات کی تکمیل کے لیے آپ نے ۱۸۶۲ء م ۱۲۴۲ھ میں ٹیکہ مال میں سب سے پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی جو تعمیر کے بعد ضلع میدک کی بڑی مساجد میں شمار ہونے لگی ہے۔ اس کے علاوہ دیگر مساجد اور خانقاہ کی تعمیر بھی کی گئی جس میں طالبان علم اور ساکنان طریقت کے لیے قیام و طعام کا عمدہ انتظام موجود تھا جہاں سے علمی تربیت پا کر بے شمار نازنین دینی و دنیوی اعزازات سے نوازاے گئے۔ دنیا میں اعلیٰ عہدوں پر بھی فائز ہوئے اور علم باطنی سے مستفیض ہو کر عزم و ناموس بھی ہوئے۔ آپ کی تبلیغ اور ذاتی محاسن و اخلاق سے متاثر ہو کر کئی ایک غیر مسلم آپ کے دست حق پرست پر اسلام کی دولت سے مشرف ہوئے جن میں ہندو، کاشتہ، راجپوت اور برونہن وغیرہ سب اقوام شامل تھیں آپ ہی کے رشد و ہدایت سے سکھوں، گشتہ، راہ کوایمان و ایقان کی منزلیں عطا ہوئیں۔

زہد و عبادت — حضرت اقدسؒ زہد و تقویٰ اور عبادت و ریاضت میں یکتائے

زمانہ تھے۔ حضرت اقدسؒ کا معمول تھا کہ روزانہ دو بجے شب بیدار ہوتے نماز تہجد کے بعد مسلسل ذکر و شغل میں مصروف رہتے مراقبہ فرماتے اور تجوید و ترتیل کے ساتھ قرآن شریف کی تلاوت فرماتے یہاں تک کہ صبح نمودار ہو جاتی۔ نماز چاشت تک وظیفہ میں مصروف رہتے۔ ظہر کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد عصر تک سورہ یوسف تین مرتبہ اور سورہ عم پانچ مرتبہ پڑھا کرتے۔ مغرب کے بعد عشاء تک نوافل میں مصروف رہتے نماز عشاء کے بعد سورہ تبارک اور سورہ واقعہ پڑھتے اور رات کا خاصہ تناول فرمانے کے بعد آرام فرماتے۔ وظائف کی جس کتاب کو حضرت اقدسؒ اس قدر قلیل عرصہ میں ختم کر لیتے تھے اگر کوئی دوسرا پڑھنے کی کوشش کرے تو چار دن میں بھی پورا نہ کر سکے۔

لیکن تو آپ جذبہ قرب الہی اور آتش عشق حقیقی کی کیفیت میں ہمیشہ ڈوبے رہتے تھے لیکن احسان کے مہینے میں یہ جذبہ اور بھی بڑھ جاتا تھا چنانچہ روزانہ کے وظائف کے علاوہ ہر دن کئی اور وظیفے پڑھتے جو ایک قرآن ختم کرنے کے برابر ہوتے۔ ہر ایک نماز کے بعد کا ذکر و شغل جدا جدا مقرر تھا جس کی پوری تفصیل کتاب وظیفہ میں موجود ہے۔ آپ کے علم و فضل اور تجربہ کا اندازہ آپ کی تصنیفات سے بخوبی

تصنیف و تالیف | یہی جاسکتا ہے جو ادب، تصوف، سلوک، تاریخ اور مختلف قرآنی علوم پر مشتمل ہیں جن میں سے بعض منظوم اور بعض نثر میں ہیں ذیل میں چند تصنیفات کے نام مع مختصر تعارف دیئے جاتے ہیں۔

- ۱۔ مثنوی شاہد اذکار جو حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کی کتاب "خاتمہ" کی منظوم شرح ہے۔
- ۲۔ شاہد الوجود جس کو "عجلہ شاہد" بھی کہتے ہیں تنزیلات، تعریجات، اذکار و اشغال اور مثنوی کے پانچ عنوانات پر مشتمل ہے۔
- ۳۔ شواہد حسینی میں عقائد فقہ مسائل صوفیہ و اقوال وادہ ہائے طریقت، مبادیات، عملیات، اذکار و اشغال درج ہیں۔

۴۔ "نکات شاہ" شرح ارشاد حضرت شاہی جس میں حقیقت اہدیٰ و اصدیٰ بیان کی گئی ہے اور مریدین کے وقتاً فوقتاً سوالات کے جوابات بھی دیئے گئے ہیں جو ایک دفتر سے کم نہیں۔

۵۔ فرہنگ حسینی جس میں زبان فارسی کے قواعد سے چند اہم قواعد کو آسان اور عام فہم انداز میں ایک جگہ جمع کر کے ایک کتاب کی شکل دی گئی ہے تاکہ طلبانِ علم کم سے کم وقت میں زیادہ سے زیادہ قابلیت حاصل کر سکیں۔ ۱۲۴۵ھ تا ۱۲۴۸ھ میں حضرت اقدسؒ نے اس کتاب فرہنگ حسینی کی ترتیب ناصرالدولہ نظام الملک آصفجاہ کے عہد میں مکمل فرمائی۔ تقریباً ستر سال تک طلباء اس کتاب کی نقل کر کے تعلیم حاصل کیا کرتے تھے۔ ۱۳۱۹ھ تا ۱۳۲۰ھ میں حضرت سید حسینی بادشاہ قادریؒ نے اپنے والد و مرشد حضرت سید احمد بادشاہ قادریؒ سجادہ دوم درگاہ شریف ٹیکال کی سرپرستی میں اس کتاب کو طبع فرمایا۔ اس کتاب کی برکت یہ تھی کہ جو طالب علم بھی اس فرہنگ سے سیکھا اللہ تعالیٰ نے اس کو علم اور روزگار سے بے نیاز فرمادیا اور وہ ایسا فارغ البالی ہوا کہ کبھی تنگ دست نہ ہوا۔

۶۔ مکتوب حسینی وغیرہ بھی آپ کی تصنیفات ہیں۔ آپ کو اپنے پیر و مرشد سے کچھ اس قدر دالہانہ عشق تھا کہ آپ نے اپنی اکثر تصانیف کو اپنے پیر و مرشد ہی کے نام سے موسوم فرمایا۔

رفائی خدمات | حضرت اقدسؒ نے ٹیکال کے عوام الناس کے لیے جو رفاه عام کے کامائے انجام دیئے ہیں وہ آج تک صدقہ جاریہ کے طور پر قائم و برقرار ہیں۔ عوامی سہولت کے لیے آپ نے کئی کنویں کھدوائے کیوں کہ اُس زمانہ میں پانی بہا کوئی انتظام نہیں تھا۔ ٹیکال کی مسجد کی باڈی کا پانی اٹنا میٹھا ہے کہ گاؤں کے لوگ آج بھی اس کے پانی کو ترجیح دیتے ہیں اور یہ باڈی اب تک خشک نہیں ہوئی جو خود حضرت اقدسؒ

کی ایک کرامت ہے۔

اس کے علاوہ مدرسہ خانقاہ کئی مساجد اور مکانات کی بھی آپ نے تعمیر فرمائی۔ اپنے پیر و مرشد کی خوشنما گنبد اور اساطیر درگاہ شریف میں چار کمانیں بھی آپ ہی کی نگرانی میں تعمیر ہوئیں جن کے بعد قصبہ ٹیکمال کی رونق دوبالا ہو گئی۔

حضرت اقدسؒ کی ایک ذات بابرکات میں کنی اعلیٰ

بہر فرقتہ کی نظر میں محبوب مقدر | خصوصیات جمع تھیں۔ آپ جہاں مبلغ و عالم دین

تھے وہیں زہد و عبادت اور تقویٰ میں اپنی آپ نظیر تھے۔ پابند شریعت ہونے کے ساتھ شریعت کے مرشد کمال بھی تھے۔ اعلیٰ پایہ کے ادیب و مصنف تھے تو ساتھ ہی مصلح قوم و ملت بھی تھے۔ سببِ حق کہ بہر فرقتہ و مذہب والوں کی نظر میں آپ نہایت محبوب و محترم بن گئے تھے چنانچہ ٹیکمال کی عوامی زندگی میں جو عظیم انقلاب رونما ہوا وہ آپ ہی کی ہمہ پہلو خدمات کا محصولِ منت ہے۔ اس کے علاوہ آپ کی خدا ترسی، عبادت اور خدمتِ خلق سے عوام اتنے متاثر ہوئے کہ آپ کے عقیدت مندوں کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی جن میں بلا لحاظِ مذہب و فرقتہ ہر ایک شامل تھا۔ آپ کے کشف و کرامات دیکھنے کے بعد عوام تو عوام بلکہ خواص سے بھی کئی راجہ، امراء و مشرفاء بیابست آپ کے حلقہٴ عقیدت میں داخل ہو گئے جن میں نواب سلطان الدین خلف کبیر آباد، سجدۃ الملک و عمدة الملک کے علاوہ لالہ بہادر راگھو رام صاحب دسیکھ رام صاحب ٹیکمال کے شام لال صاحب، مشہو پرشاد صاحب اور راجہ صاحب پانپانیٹ غیر سابق ریاست حیدر آباد کے وزراء اعظم ہمارا راجہ چند لال بہادر اور نواب سار جنگ بہادر قابل ذکر ہیں۔ اس طرح آپ کے فیضان سے گویا ایک عالمِ مستفید ہو کر سرکارِ اقصیٰ میں آپ کی بڑی قدر و منزلت تھی مگر اہلِ امان عہد سے مرسلت و مکاتبت اسلام عام سراسر کارِ خیرات میں آپ کے نام کے ساتھ "حالی آگاہ"

کا لقب استعمال کیا جاتا تھا۔

المختصر آپ کے احسانات تاریخ میں ایسے ناقابلِ فراموش ہیں کہ آپ اپنی مبارک زندگی میں بھی ایک سرچشمہ فیضان تھے اور آئندہ نسلوں کے لیے بھی آپ کے حالات اور آپ کی تعلیمات مشعل ہدایت بن گئی۔

جوں جوں حضرت اقدسؒ کی عمر میں اضافہ ہوتا جاتا اتنا
سفرِ آخرت کی تیاری | ہی وصال حق کا شوق افزوں ہوتا جاتا تھا عشقِ حقیقی

اپنی معراج کی منزل پر پہنچ چکا تھا اس کبرنی کے باوجود آپ نے تیس دن چار زانو بیٹھ کر چمہ فرمایا اور مولا کی یاد میں اتنے مستغرق ہو گئے کہ آپ کے بال بال سے اسم ذات کے ذکر کی صدا اُھون کر بلند ہوتی تھی جب بغیریت کے سب پردے ایک ایک کر کے اُٹھتے گئے تو غیبت کی تجلیات جلوہ نکلنے لگیں۔ جب بھی آپ سرِ راقب اوپر اُٹھاتے تو آپ کی آنکھیں تند کی طرح سرخ نظر آتی۔ گویا کہ عشقِ حقیقی کی آگ میں دھک رہی ہیں۔ جیسے جیسے وصال کا دن قریب آتا گیا محبوبِ حقیقی سے ملنے کا اشتیاق اتنا ہی زیادہ ہونے لگا۔ وصال سے دور و زقبل سے ہی آپ نے غذا کا استعمال متروک فرما دیا۔ اطباء اور حکماء مجرب نسخے تجویز کرتے لیکن سب کے سب بے سود اور مایوس ثابت ہوتے تھے۔

مریضِ عشق پر رحمتِ خدا کی : مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی حضرت اقدسؒ کے وصال سے قبل آپ کے مریدین طالبین آپ کے بستر کے اطراف ایسا حلقہ کئے ہوئے تھے جیسا کہ پامد کے اطراف ہال ہوتا ہے۔ باہر تک بے شمار متوسلین و محققین کا ازدحام تھا جن میں سے ہر ایک آپ سے فیضانِ عیسیٰ کا طالب و منتظر تھا۔ لیکن یہ حضرت اقدسؒ کی کرامت ہی تھی کہ آپ کی خدمت میں قدم رکھنے والے کو ہر حاجت سے پیشتر ہی اس شخص کو آپ خود ہی

طلب فرما کر اپنے دیدار سے اس کا دل ٹھنڈا فرماتے۔ خلیفہ خواجہ مراد صاحب اپنے ساتھیوں کے سامنے ہاریا پی نہ ہونے پر افسوس کا پوری طرح اظہار بھی نہ کئے تھے کہ حضرت اقدسؒ نے خواجہ صاحب کو اپنے سے خود طلب فرمایا اور حید کی دولت سے سرفراز فرمایا۔ ہر چاہنے والا پروانہ وار آپ کی خدمت کی سعادت اور فیض ہدایت حاصل کرنے کا آرزو مند تھا۔ اس موقع پر آپ نے اپنے صاحبزادوں سے فرمایا کہ میرے ان سب مہمانوں کی ضیافت کا جو بار اٹھائے گا اللہ تعالیٰ اس کو دین و دنیا کی دولت سے مالا مال فرما دے گا۔

چوں کہ بیسیوں افراد بیعت کے طالب تھے اور ہر ایک کو فرداً فرداً مرید کرنا بوجہ ناسازی مزاج ممکن نہ تھا اس لیے وقفہ وقفہ سے آپ اپنا شملہ مبارک دراز فرمادیتے اور وقت واعد میں کئی اشخاص شرف بیعت حاصل کر لیتے۔ پھر حاضرین کو تلقین کرتے ہوئے سورہ اخلاص پڑھنے کا حکم دیئے اور کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد فرمایا کہ غیب سے بارہ طالبان حق آئے تھے اور ہر ایک نے جدا جدا بیعت حاصل کر لی۔

۲۲ محرم ۱۲۹۶ھ بم ۱۸۸۰ء پنجشنبہ کی شب میں بلا تخصیص خاص و عا سب کو اپنے دیدار سے مشرف فرمایا اور جس کو مناسب سمجھے ضروری وصیتیں بھی فرما کر الوداع کیا اپنے صاحبزادوں سے فرمانے لگے ”ہم نے تم سب کو اللہ کے حوالے کر دیا“ اور یہ ہدایت فرمائی کہ مغرب کے بعد حق الوالدین کا دو گانہ نماز پڑھنے کی بڑی پابندی کی جائے ہم مرتے نہیں بلکہ اَنَا لِلّٰہِ وَاَنَا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ (سورہ بقرہ آیت ۱۵۱) (ترجمہ بے شک ہم اللہ کے لیے ہیں اور بے شک ہم اسی کی طرف لوٹتے ہیں) کے حکم کی تعمیل میں خدا کی طرف جاتے ہیں۔ تم لوگوں کو تشویش و فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ ہم ہمیشہ تمہارے پاس ہیں اور اس موقع پر مولانا نظامیؒ کا یہ مشہور شعر آپ کی زبان پر درود تھا

مرائندہ پسندار چوں خویش تن : من آیم سجاں گر تو آئی بہ تن
یعنی جب اپنا بنانا ہی ہے تو مجھے زندہ گمان کر۔ اگر تو جسم سے آئے تو میں جان کے
ساتھ حاضر ہوتا ہوں اسی شب آدمی رات کے وقت فیضانِ رحمت کو ایک جوش
آیا اور آپ نے اپنے بڑے صاحبزادے حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کو اپنی چادر
میں ہم آغوش فرمالیا اس وقت حاضرین پر ایک ایسی کیفیت طاری ہوئی جو بیان
سے باہر ہے صرف عرفان کا ذوق رکھنے والے ہی اس کیف کو محسوس کر سکتے ہیں۔

۲۶ محرم ۱۲۹۷ھ (۱۸۸۰ء) جمعہ کا دن آیا تو آپ کے ہمیشہ زادے
وصال حضرت غلام جیلانیؒ نے التجا کی کہ حکم ہو تو قیدہ رولٹا دوں مفرمانے لگے
قرآن کریم کی آیت شم و جبہ اللہ نہیں پڑھے اس کا کیا مطلب ہے؟ پروردگار ہر
طرف موجود ہے اس کے بعد پیر و مرشد کی سنت کے مطابق پیٹھے انار کا شربت طلب
فرمائے۔ جب شربت پیش کیا گیا تو فرمائے ابھی اس کا وقت نہیں آیا ہے۔
جب رات کے تقریباً گیارہ بجے تو آپ نے آنکھیں کھول کر فرمایا:

”شربت کہاں ہے لے آؤ اب ہمارا وقت آگیا ہے“ شربت نوش فرما کر سب کو کلمہ
طیبہ کا ذکر کرنے کا حکم دیئے۔ جب لا الہ الا اللہ کا جہری (آواز سے) ذکر
ہونے لگا تو آپ نے فرمایا نصف کلمہ کیوں پڑھتے ہو اس کے ساتھ محمد بن رسول اللہ
بھی کہو۔ جب روح سینہ تک پہنچ گئی تو عالم یہ تھا کہ آپ کے جسم کی نسی نسیں اور بال
بال سے اسم ذات کا ذکر علانیہ ہونے لگا اور ہر سانس ”تھو“ پر خارج ہوتی۔ اسی
محویت اور بے خودی کی کیفیت میں آپ کا طائر روح قفسِ عسفری سے پرواز کے
واصل بحق ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس وقت آپ کی عمر شریف (۷۸)
سال کی تھی۔

تذقین حضرت اقدسؒ نے تیس سال قبل ہی آثار شریف کے مکان کے بچوں بیچ اپنا مزار مبارک خود تیار فرمالیا تھا جو حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کے گنبد شریف کی مغرب میں قبلہ کی جانب ہے۔ وصال کے دوسرے دن صبح ہوتے ہی جوق در جوق خواص و عوام جمع ہونے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے ایک عظیم ازدحام ہو گیا۔ بالآخر ہفتہ کے روز دن کے دس بجے آپ کے جسم اطہر کو اسی مزار میں سپرد خاک کیا گیا جسے آپ نے پہلے ہی تیار فرمالیا تھا۔

جس رات حضرت اقدسؒ کو وصال ہوا اس خواب میں اپنے وصال کی اطلاع دینا کے چند منٹ بعد ہی رات کے تقریباً بارہ بجے اکثر گاؤں میں رہنے والے نیند سے بیدار ہو کر سیدھے حضرت اقدسؒ کے آستانہ پر پہنچے اور کہنے لگے کہ ”خواب میں تشریف لا کر خود حضرت اقدسؒ نے اپنی رحلت کی ہم کو اطلاع دی ہے۔“

حضرت اقدسؒ کے ایک مُرید عبد الرحمن نامی میدک میں رہتے تھے۔ حضرت اقدسؒ نے اپنے روحانی تصرف سے ان کو بھی نہ صرف اپنے وصال سے مطلع فرمایا بلکہ یہ حکم بھی دیا کہ میدک سے آتے ہوئے ایک چادرِ گل اپنے ساتھ لے آئیں۔

تعریت حسب الحکم عبد الرحمن نامی مرید میدک سے حضرت اقدسؒ کی خواب میں ہدایت کے مطابق چادرِ گل کے ساتھ فاتحہ سوم کے موقع پر ٹیکمال پہنچے اور میدک کے عقیدت مندوں کی جانب سے خصوصی طور پر لائی گئی پھولوں کی یہ چادر مزار مبارک پر جب پیش کی گئی تو مسلسل دس دن تک وہ ایسی تروتازہ رہی جیسے کسی نے اسی دن یہ پھولوں کی چادر تیار کی ہو۔ اس نادرواقعہ کی شہرت جب اطراف و اکنان کے مواضع میں پہنچی تو وہاں سے بے شمار لوگ مسلسل زیارت کے لیے حاضر ہوتے رہے۔

سر سالار جنگ مدارالمہام نے حضرت اقدسؒ کی تجہیز و تکفین وغیرہ کے مصارف کی شایان شان انجام دہی کے لیے ہدیہ خصوصی روانہ کیا اور آپ کے عرس شریف کے غلاف وغیرہ کا معمول سالانہ (۴۲۵) چار سو پچیس روپیہ سرکار کی جانب سے مقرر کر دیا اور آپ کے فرزند اکبر و سجادہ نشین حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کی خدمت میں ان الفاظ سے تعزیتی مراسلہ روانہ کیا۔

”شیخ نادر الوجودی از ملک دکن در گزشت یعنی ملک دکن کے ایک ایسے پیرو مُرشد گزر گئے جن کا وجود نادر تھا۔ (گویا آپ کی تلافی محال اور مشکل ہے) آپ کے پہلے اور دوسرے عرس شریف کو مہاراجہ بہادر نے خود فاصل طور پر انجام دیا۔

آپ کے فرزند اکبر و جانشین حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ مزار پر گنبد کی تعمیر نے ہی کثیر مرز سے ۱۳۰۳ھ میں آپ کے مزار پر انوار پر ایک عالی شان گنبد تعمیر کروایا جس پر حسب ذیل مادہ ہائے تاریخ لکھے ہوئے ہیں :-

جانب جنوب :- ولادت : ظہور حق عمر حکیم دصال : یا غفور

۱۲۱۹ھ ۴۸ ۱۲۹۷ھ

جانب شمال : اللہ ہو کے بعد مرن بنا گنبد کا سن ۱۳۰۳ھ لکھا ہوا ہے۔
جانب مشرق : یہ قطعہ تاریخ دصال لکھا ہوا ہے۔

قطب زماں پیر مریداں پناہ : سید صاحب مایا پادشاہ
یا نت و صالیکہ شنیدم ز غیب : حاضر در گاہ حبیب الہ

۱۲۹۷ھ

عرس شریف | آپ کا عرس شریف ٹیکال میں ہر سال محرم کی ۲۶ تاریخ بڑی عقیدت کے ساتھ منایا جاتا ہے جس میں دور دور سے معتقدین شرکت کر کے فیوضِ برکات حاصل کرتے ہیں۔

پہو تھا باب

حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کا تذکرہ آپ کے پیر و مرشد حضرت شاہ محمد معروف شاہ اللہ قادریؒ کے ذکر کے بغیر ادھورا اور نامکمل متصور ہو گا کیوں کہ روحانی کمالات سے معمور آپ کی زندگی کا محور و مرکز آپ کے پیر و مرشد ہی کی ذات بابرکات ہے جن کی نظر عنایت اور فیض صحبت نے نہ صرف آپ کی دنیا بدل ڈالی بلکہ آپ کو مطلوب معرفت و حقیقت کا گوہر مقصود اور آپ کے جد اعلیٰ کی خاندانی امانت پیر و مرشد سے ہی حاصل ہوئی۔ اس پر مزید یہ لوازش ہوئی کہ پیر و مرشد نے اپنے صاحبزادے پر ترجیح دیتے ہوئے آپ ہی کو اپنا سر فلیفہ و جانشین مقرر فرمایا اور اپنی ابدی آرام گاہ کے لیے بھی سر زمین ٹیکمال کو ہی منتخب فرمایا۔

پیر شاہ اللہ قادریؒ کا سلسلہ نسب حضرت شیخ فرید الدین سلسلہ نسب و ولادت [شیخ شکرؒ سے جا ملتا ہے اس لحاظ سے آپ فاروقی ہیں۔ آپ کا سن ولادت ۷۵۰ھ ہجری م ۱۳۶۲ء ہے۔

آپ کو اپنے شیخ و مرشد حضرت مخدوم محی الدین عرف سیامیاںؒ سے ۸۰۰ھ میں خلافت عطا ہوئی پیر شاہ اللہ قادریؒ سلسلہ خلافت [

بڑے پایہ کے عارف اور مرشد کامل تھے آپ کی صوفیانہ زندگی اور آپ کے کشف و کرامات کا جگہ جگہ چرچا تھا اور آپ کے مریدین و معتقدین کی ایک بڑی تعداد پوری ریاست حیدرآباد میں دور دور تک پھیلی ہوئی تھی۔

کرامات | حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کو خواب میں اپنے تعارف کے ذریعہ امانتِ خلافت حاصل کرنے کے لیے حیدرآباد آنے کی ہدایت فرمانا پھر بعد تکمیل بیعت و سلوک خرقہ خلافت قادریہ و چشتیہ کا عطا فرمانا وغیرہ واقعات پچھلے صفحات میں تفصیل سے بیان کئے جا چکے ہیں جو خود پیر و مرشدؒ کے کشف و کرامات کی روشن مثالیں ہیں۔ اس کے بعد آپ کے روحانی تصرفات کا سلسلہ نہ مرن وصال تک جاری رہا بلکہ بعد آج تک بھی آپ کی کرامات کا چشمہ فیضان جاری ہے۔

فرزند کی پیشین گوئی | پیر و مرشدؒ ٹیکمال میں سب سے پہلے ۱۲۲۳ھ میں تشریف لائے جب کہ حضرت اقدس سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے سب سے پہلے فرزند شیرخوار کے عقیقہ کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی تھی۔ لیکن پیر و مرشدؒ ابھی راستہ میں ہی تھے کہ فرزند شیرخوار کا انتقال ہو گیا۔ اس کے باوجود آپ ٹیکمال برابر تشریف لائے اور پڑوسہ دینے کے بعد یہ پیشین گوئی کرتے ہوئے حضرت اقدسؒ کی ہمت بڑھائی، ”غم مت کرو۔ ایک دوسرا فرزند تم کو اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا جس کی عمر دراز ہوگی“ پندرہ روز قیام کے بعد ٹیکمال سے بلدہ واپس ہوئے اس کے دو سال بعد ۱۲۲۵ھ میں ۱۲۲۶ھ دوسری بار آپ ٹیکمال میں تشریف لائے تو ہفتہ عشرہ کے لیے قیام فرمایا۔ ۱۲۲۸ھ میں ۱۲۲۹ھ میں پیر و مرشدؒ کی پیشین گوئی کے مین مطابق حضرت سید صاحب حسینیؒ کو فرزند تولد ہوا جن کا نام سید احمد رکھا گیا تو ان کے عقیقہ میں شرکت کے لیے تیسری بار پھر ٹیکمال میں پیر و مرشدؒ کی تشریف آوری ہوئی!

نوٹ :- اللہ تعالیٰ اپنے فضل و عنایت سے اولیاء اللہ کو آئندہ پیش آنے والے واقعات کا علم عطا فرمادیتا ہے چنانچہ پیر و مرشدؒ نے آئندہ پیدا ہونے والے فرزند سید احمد کی پیش گوئی قبل از قبل فرمادی تھی وہ بھی اس صراحت کے ساتھ کہ دختر نہیں بلکہ فرزند تولد ہوگا۔ آج سائنس اور مادیات کے ترقی یافتہ موجودہ دور میں ایک ماہر ڈاکٹر یا سرجن اپنے مادی علم اور اپنے ایجاد کردہ حساس ترین آلات کے ذریعہ آخری لمحہ تک بھی یہ ہرگز ہرگز نہیں بتلا سکتا کہ شکم مادر میں جو جنین ہے وہ مذکر ہے یا مؤنث یعنی لڑکا ہے یا لڑکی۔

اپنے نومولود فرزند سید احمد کے تعویذ عقیقہ اپنے مدفن کے لیے جگہ کا انتخاب | کے بعد حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے جب اپنے پیر و مرشد حضرت شاہد اللہ قادریؒ سے التجا کی کہ آپ ٹیکہ کمال کو ہی نہ صرف آئندہ مسکن بنائیں بلکہ مدفن کے لیے بھی جگہ کا یہیں انتخاب فرمائیں تو فرمانے لگے ”میں تو ایک گنہگار بندہ ہوں نہیں معلوم اس جگہ کی زمین مجھے مقبول بھی کرے گی یا نہیں۔“ مزید اصرار پر فرمایا ”آج رات اس جگہ پر آرام کر کے دیکھوں گا اور اگر زمین مقبول کر لے تو بہتر ہے۔“ چنانچہ آدھی رات تک وہاں آرام فرمانے کے بعد جب عادت بیدار ہو کر فرمائے ”تمہاری حسن نیت کی وجہ سے یہاں کی زمین نے ہمیں مقبول کر لیا۔ اب حیدر آباد جاتا ہوں اور پھر جب تمہیں لکھوں گا تو تم وہاں آکر مجھے اپنے ساتھ بلڈ سے یہاں لالینا“

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے نام جمادی الثانی تاریخ ولیم وصال کی پیش گوئی | ۱۳۴۱ھ (۱۹۲۱ء) کی آخری تاریخوں میں پیر و مرشدؒ کا ایک عنایت نامہ وصول ہوا جس میں یہ حکم تھا کہ ”ہمیں مرض موت لاحق ہوا ہے اب ہماری زندگی کے صرف ایک ماہ ایک دن باقی رہ گئے ہیں لہذا جلد آؤ

اور ہم کو اپنے ساتھ ٹیکمال لے جاؤ۔ چنانچہ آپ بلدہ گئے اور رجب کے مہینے میں اپنے پیر و مرشد کو ٹیکمال لے آئے۔“

ٹیکمال میں مادھوراؤ نامی ایک ڈاکٹر صاحب تھے
نبض شناس ڈاکٹر کی تشخیص | جن کو نبض شناسی میں اتنا کمال حاصل تھا کہ وہ محض نبض دیکھ کر مرض کی تشخیص اور علاج کرتے اور پندرہ روز قبل ہی مرین کی متوقع موت کا پتہ دے دیتے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کو جب یہ معلوم ہوا کہ پیر و مرشد صرف چوبیس گھنٹے بعد آپ دنیا سے رخصت ہونے والے ہیں تو انھوں نے آپ کی نبض کو بڑی توجہ سے دیکھنے کے بعد علم طب میں اپنے وسیع تجربہ کی بنیاد پر بڑے اعتماد کے ساتھ اعلان کیا کہ حضرت پیر و مرشد کا وصال اس قدر جلد ہرگز نہیں ہو سکتا۔ پیر و مرشد نے ارشاد فرمایا ”تم ڈاکٹر لوگ اولیاء اللہ کی صرف نبض دیکھ کر صحیح تشخیص نہیں کر سکتے۔“

پیش گوئی کے موافق پہلی شعبان ۱۲۲۹ھ
اپنے یوم وصال کو ایک دن کیلئے ملتوی فرمانا | (۱۲۳۱ھ) کو ایک ماہ ایک دن کی مدت پوری ہوئی تو علی الصبح پیر و مرشد نے سید صاحب حسینیؒ کو طلب کر کے ارشاد فرمایا: ”تم میرے قریب ہی حاضر ہو کیوں کہ آج ہماری روح پرواز کرنے والی ہے“ اگر میرے حال میں کوئی بھول چوک ہو تو یاد دہی کر دینا“ اس کے بعد آپ نے بستر پر آرام فرمایا اور ”اللہ ھکو“ کا جہری (آواز سے) ذکر فرمانا شروع کر دیا۔ اس وقت آپ پر شوق و حسرت کی وہ وجدانی کیفیت طاری ہوئی جیسی کہ معشوق کے وصال کے وقت ایک عاشق کی ہوتی ہے۔ حضرت اقدسؒ کا ہاتھ اپنے دست اقدس میں مضبوط تھا کہ پہلے اپنی نالوں پر رکھا اس کے فورا بعد ناف مبارک پر پھر مکدم سینہ شریف پر۔ اس کے بعد حلق پر رکھ کر ارشاد فرماتے گئے کہ روح حلق تک پہنچ چکی ہے۔

عین اس وقت گھر سے اطلاع آئی کہ حضرت اقدسؒ کی ہمیشہ جو علیل تھیں اب نزع کی حالت میں ہیں۔ حضرت پیر و مرشدؒ نے حکم دیا "جاؤ تمہارے واپس آنے تک ہم اسی حالت میں رہیں گے" لیکن حضرت اقدسؒ نے عرض کیا اے پیر دستگیر بہ یک وقت مجھ میں آپ کا اور ہمیشہ کا صدمہ اٹھانے کی تاب نہیں ہے ایک ہی دن دونوں کی خدمت مجھ سے کس طرح ہو سکے گی۔ کاش دونوں میں سے کوئی ایک اگر آج توقف فرمائیں تو کیا بہتر ہوگا۔

پیر و مرشدؒ نے ارشاد فرمایا "اچھا تمہاری خاطر ہم ہی مہمان بن کر آج رک جاتے ہیں تمہاری ہمیشہ جو حضرت غوث پاکؒ کی اولاد سے ہیں ہم سے ہماری وفات کا دن جو جمعہ تھا انھوں نے لے لیا اور دنیا سے رحلت کرنے میں ہم سے سبقت کر گئیں" پھر انار کا شربت طلب فرمایا جس کے ایک دو گھونٹ نوش فرمانے کے بعد اٹھ کر مسند مبارک پر بیٹھ گئے اور حضرت اقدسؒ کو اجازت دی کہ وہ ہمیشہ کے کام کاج میں مصروف ہو جائیں چنانچہ ہمیشہ محترمہ نے اسی روز اس دنیا سے فانی کو خیر باد کہا اور خالق حقیقی سے جا ملیں۔

نوٹ : اپنے یوم وصال کو ایک دن تک ملتوی کرنے کی پیر و مرشدؒ کی کرامت سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ خود شناسی اور خدا آگہی کے بعد اس بلند منزل محبوبیت پر فائز ہونا صرف آپ حبیب اللہ کے محبوبوں کے لیے ہی مخصوص ہے کہ اپنے یوم وصال کے وقت کو جو مقسوم اور مقدر تھا اپنے رب سے منوا کر ایک دن کے لیے ملتوی فرما دیا اور یہی وہ مقام محبوبیت ہے جس کے بارے میں علامہ اقبالؒ نے سچ کہا ہے

خودی کو کہ بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کی ہے

جب دوسری شعبان ۱۲۲۹ھ ۱۸۴۲ء ہفتہ کی صبح نمودار ہوئی تو بوقت وصال کرامت | حب الحکم پیر و مرشدؒ قبر کی تیاری کا کام شروع کر کے حضرت مید صاحب حبشیؒ قادریؒ اپنے پیر و مرشدؒ کی خدمت اقدس میں آکر بیٹھ گئے تو پیر و مرشدؒ نے

پہلے تصون کی خاص خاص کتابیں طلب فرما کر اس کی فہرست عطا فرمائی پھر دریافت فرمایا
 ”کیا سب لوگ ناشتہ سے فارغ ہو گئے اور کیا قبر تیار ہو گئی“ تو اثبات میں جواب دیا گیا
 اس کے بعد پیر و مرشد کے اندر ایک لرزہ اور وجد پیدا ہوتا شروع ہوا پھر جذبہ شوق غالب
 ہوا اور اللہ ہو کا ذکر شروع فرمایا اور بستر پر لیٹ گئے اس وقت آپ کے ہر ایک بال سے
 ہو کے ذکر کی صدا بلند ہونے لگی نیز اطراف کے در و دیوار اور جھاڑ اور پتھر سے بھی ذکر
 سنائی دے رہا تھا آپ کا چہرہ اتنا نورانی بن گیا تھا کہ آفتاب و مانتاب کی روشنی اس
 کے سامنے کچھ نہ تھی۔ پھر اپنا پائوں ہاتھ اپنی ناف پر رکھا اور اپنا سیدھا ہاتھ حضرت
 اقدس کے سیدھے ہاتھ میں تھا کر زانو سے ہوتے ہوئے سینہ اور حلق پر پھیلاتے گئے اور
 ارشاد فرمایا کہ روح اب حلق تک پہنچ گئی ہے اس کے بعد ذکر جہری کے بجائے ذکر خفی
 (آہستہ ذکر) شروع فرمادیئے اس وقت عود اور عنبر کی خوشبو پیدا ہوئی جس سے تمام
 فضاء معطر ہو گئی۔ مکان کے باہر کھڑے عوام و خواص نے تک اس خوشبو کو محسوس
 کیا اور اسی نورانی و معطر ماحول میں آپ نے اپنی جان، جان آفریں کے حوالے فرمادی
 انا لله وانا الیہ لرجعون۔

بعد وصال کرامت | اٹایا گیا اور حضرت کی وصیت کے مطابق غسل دینا شروع
 کیا گیا تو کیا دیکھنے میں آیا کہ پیر و مرشد کا سیدھا پاؤں تو ٹھیک ہے مگر سیاہ پاؤں زانو
 سے اُونچا کھڑا ہے۔ مرشد کی جدائی کے صدمہ سے کسی کو اتنا ہوش نہ تھا کہ روح پرواز کرتے
 وقت پیر و مرشد کے دونوں پاؤں کو سیدھے کر دیا۔ ہاں موجود مچا حضرت سید صاحب
 پیراں قادری کہنے لگے ”اب یہ پاؤں کس طرح سیدھا ہو گا کیفیت میں بھی اسی طرح ٹھیک
 رہے گا اس اعراض پر حضرت اقدسؒ نے عرض کیا ”اے میرے پیر اپنا پاؤں سیدھا کر دے“
 اس موقع پر موجود حاضرین نے چشم خود دیکھا کہ پیر و مرشد کا سیاہ پاؤں خود بخود دراز

ہو کر سیدھے پاؤں کے برابر ہو گیا۔ اس کرامت کے بعد مسلمان تو مسلمان دیگر قوم و مذہب کے لوگوں نے تختہ سے آپ کے غسل مبارک کے پانی کو نیچے گرنے تک نہ دیا اور تبرک سمجھ کر ہاتھوں ہاتھ پینا شروع کر دیا۔

قبر میں پیشانی پر پسینہ اور آنکھوں کا کھلنا و بند ہونا | پیر و مرشدؒ کو قبر میں اتارنے کے بعد جب آخری دیدار کے لیے چہرہ شریف پر سے کفن ہٹایا گیا تو حاضرین یہ کرامت دیکھ کر دنگ ہو گئے کہ آپ کی پیشانی مبارک پر پسینہ کی بوندیں مقعیں اور آپ کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ حیرت کی بات تو یہ تھی کہ سرانے اور پائیں کی جانب موجود ہر کسی کو ایسا نظر آ رہا تھا کہ پیر و مرشدؒ ان کی طرف ہی دیکھ رہے ہیں۔ تقریباً نصف گھنٹے کے بعد آپ نے اپنی آنکھیں بند فرمائیں اور قبر شریف کو بند کر دیا گیا۔

تعمیر گنبد کی خواب میں پیشین گوئی | اقدسؒ کے دل میں اپنے پیر و مرشد کا گنبد تعمیر کرنے کا شوق پیدا ہوا جس کے لیے کثیر رقم درکار تھی اس لیے یہ کام دشواریوں سے دوچار ہو گیا لیکن ایک روز خواب میں آپ کو ایک میدان میں دو گنبد نظر آئے جس میں سے ایک گنبد میں پیر و مرشدؒ رونق افروز ہیں اور فرما رہے ہیں ”ہمارا گنبد شمس و قمر سے تاباں ہوگا“ چنانچہ خواب میں نظر آئے ہوئے خانے اور نقشے کے مطابق گنبد شریف کی تعمیر ایک سال کے اندر سنہ ۱۲۵۴ھ میں پایہ تکمیل کو پہنچی جن کا مادہ تاریخ ہے

”شمس و قمر سے تاباں“ جو اتفاق سے وہی الفاظ ہیں جو خواب میں

پیر و مرشدؒ نے ارشاد فرمائے تھے جو خود ایک کرامت ہے۔

گنبد کے چاروں طرف قطعات تاریخ | پیر و مرشد کے گنبد کے اطراف چاروں
 دروازوں سے اوپر جو قطعات کچھے ہوئے
 تھے وہ مرور زمانہ کے سبب تقریباً محو ہونے کے قریب ہو گئے تھے۔ مولف ہڈانے اس
 کو بمشکل تمام شناخت کرنے کے بعد محفوظ کر دیا ہے جو شائقین کی دلچسپی کے لیے ذیل میں
 درج کئے جاتے ہیں۔

۱. جانب جنوب (یعنی پائیں)

ولی اللہ کامل شاہ معروف
 سن وصالِ بگفت از غیب ہائے
 باوصاف تقدس ذاتِ موصوف
 شدہ با حق وصالِ شاہِ معروف
 ۱۲۹۹ھ ۱۲۰۱ھ

۲. جانب مغرب :-

گشتہ چوں تیار ایں تعمیر پاک
 از تراش "اختر اع" انداز نو
 شاہِ سید حسینی گفت سال
 نقش ایں در گاہ آمد لا ذوال
 ۱۲۶۱ھ - ۱۲۶۰ھ

۳. جانب شمال (یعنی سرانے) :-

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ
 تاریخ تولد جنابِ معروف
 دانی کہ ظہور انبیاء است موصوف
 سال وفات بلفظ "یا چراغ دل"
 آمد بلفظ "دع" شمارِ مالوف
 ۱۲۹۹ھ ۱۲۰۱ھ

۴. جانب مشرق :-

از خاندان شاہِ اہلِ وفا یعنی روشنِ شرفیایاں
 کی بندہ حسین نے عرض بہ تاریخِ او پیر شاہِ بخو
 جب کی بناء گنبد از اعتقادِ غیبی با فرط صدق و اقبال
 ارشاد یوں ہوا تب در رویتِ حسینی شمسِ قرمتے تابا

عرس شریف حضرت پیر شاہ الداتا گنج بخش شریف ٹیکمال میں ہر سال شعبان کی تیسری تاریخ سے تین روز تک عظیم الشان پیمانہ پر بڑے ہی تنزک و احتشام اور نہایت ہی عقیدت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے جس میں نہ صرف اطراف و اکناف سے بلکہ دور دراز کے مقامات سے ہزاروں معتقدین و متوسلین شرکت کی سعادت حاصل کرتے ہیں۔

شعبان کی تیسری تاریخ بعد عصر سجادہ نشین صاحب ٹیکمال کی سرگردگی میں آبادی کے باہر سے جلوس منڈل شریف کا روایتی انداز میں آغاز ہوتا ہے جس میں ارکان خانوادہ ٹیکمال و دیگر پیران طریقت مدد مریدین و معتقدین شامل رہتے ہیں راستہ میں گئی گروہ اور ٹکڑیاں یکے بعد دیگرے آکر جلوس منڈل میں شامل ہوتی جاتی ہیں اس طرح خراں خراں یہ جلوس مبارک مغرب کے وقت تک درگاہ شریف پہنچتا ہے جہاں نماز مغرب کی جماعت کے بعد سجادہ نشین صاحب منڈل مالی اور گل پوشی کی رسم انجام دیتے ہیں۔ بے شمار غلاف و چادر ہائے گل پیش کی جاتی ہیں اور دالہانہ انداز میں ہدیہ سلام گزارا جاتا ہے۔ اس موقع پر فیوض و الوار کی جو بارش ہوتی ہے اور جو برکات منظر ہوتا ہے وہ صرف دیکھنے اور محسوس کرنے سے تعلق رکھتا ہے اور جس کو بیان کرنے کے لیے الفاظ نہیں۔

یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ سابق میں درگاہ شریف ٹیکمال کی دلی معتقد رانی صاحبہ سمستان پانچا پیٹ ہر سال پیر درشد کے عرس شریف کے موقع پر بڑے احترام اور تنزک و احتشام کے ساتھ ہاتھی گھوڑوں پر اپنی جانب سے منڈل شریف اور غلانات مبارک ٹیکمال کو پابندی سے بھیجا کرتی تھیں۔ رانی صاحبہ کے اہل خاندان کو آج بھی درگاہ شریف ٹیکمال سے وہی عقیدت حاصل ہے۔

شعبان کی چوتھی تاریخ جو یوم چراغاں منایا جاتا ہے اس کی کیفیت کچھ اور ہی ہوتی

ہے۔ دن میں سجادہ نشین صاحب کی جانب سے جلد ڈائریں و اہالیان ٹیکمال کو بلا لحاظ مذہب و ملت سفائی برتنوں میں حب روایت قدیم جب طعام و تبرک کھلایا جاتا ہے تو اللہ والوں کے دربار میں امیر و غریب اور شاہ و گدا کے درمیان اخوت و مساوات کا عجیب و غریب نظارہ دیکھنے میں آتا ہے جو ہر دیکھنے والے کے لیے بڑا ہی متاثر کن ہوتا ہے۔ احاطہ درگاہ شریف کیوں تو دیگر دنوں میں بھی تمقوں سے آراستہ کیا جاتا ہے لیکن آج روشنی کا خصوصی اہتمام کیا جاتا ہے جس سے پورا احاطہ درگاہ بقعہ نورین جاتا ہے اور ساری فضا نور میں نہائی ہوئی صحیح معنوں میں جشن چراغاں کا پُر لطف منظر پیش کرتی ہے۔

قریب کے دیہات اور آبادیوں سے معتقدین کی آمد اور ان کی جانب سے مندل شیرینی اور غلاف و چادر گلہ پیش کرنے کا سلسلہ برابر جاری رہتا ہے اور گنبد شریف رنگ برنگ پھولوں کی مت خوشبو سے مہک اٹھتا ہے۔

بعد عشاء کی کیفیت تو بڑی قابل دید ہوتی ہے۔ سجادہ نشین صاحب حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ کے تبرکات پر مشتمل خصوصی پوشاک و خرقہ طریقت زیب تن کر کے پورے رعب و جلال اور شان و شکست کے ساتھ جانب مشرق واقع اپنے عدا علی کی قدیم گیارہ دری سے برآمد ہوتے ہیں جہاں معتقدین بلا لحاظ فرقہ و مذہب آپ کو خوش آمدید کہنے کے لیے بہت پہلے سے مشتاق و منتظر رہتے ہیں پھر دیہات کے مخصوص و منفرد ماحول کے اندر مشعلوں کی روشنی کے درمیان شہنائی کی گونج میں سجادہ صاحب کی قیادت میں یہ مقدس جلوس پیر شاہ اللہ قادریؒ کے روضہ مبارک کے سامنے سے ہوتے ہوئے گزرتا ہے جہاں سجادہ صاحب دور سے ہی ایستادہ فاتحہ کے ذریعہ اپنا خراج عقیدت پیش کرتے ہیں۔ پھر حضرت مدظلہ حسین قادریؒ کے گنبد شریف میں جلوس داخل ہوتا ہے جہاں قدیم زمانہ سے آراستہ

اپنی موردی گدی مبارک پر جلوس فرما کر سجادہ صاحب حاضرین کو حسب عمل درآمد پہلے
 قادریہ اور پھر چشتیہ شجرہ خلافت سنانے کی سعادت حاصل کرتے ہیں نعت و
 فاتحہ خوانی کے بعد سجادہ صاحب کی خدمت میں ندوڑ پیش کی جاتی ہیں اور جب
 سجادہ صاحب اپنے ہاتھ سے حاضرین کو تبرک تقسیم فرماتے ہیں تو معتقدین پروانہ وار
 ٹوٹ پڑتے ہیں۔ پھر جلوس واپس گیارہ درمی پہنچتا ہے جہاں سجادہ صاحب زمانہ
 میں بھی شجرہ خوانی اور ندوڑ و تقسیم تبرک کے مراسم کی تکمیل فرماتے ہیں۔

یوم مندل دیوم چراغاں دونوں تواریخ شب میں سیرت النبی اور عظمت اولیاء اللہ
 کے موضوعات پر مواعظ حسنہ کے جلسے اور نعتیہ مشاعروں کی محفلیں منعقد کی جاتی
 ہیں جس میں بلدہ واضلاع سے مہمان و اعلیٰین، مقررین اور شعراء صاحبان کو بطور
 خاص مدعو کیا جاتا ہے۔

پانچویں شعبان کی صبح بعد نماز فجر مسجد درگاہ شریف میں ختم کلام مجید ہوتا ہے
 فاتحہ خوانی اور تقسیم تبرک کے بعد عرس شریف کی تقاریب کا اختتام عمل میں آتا ہے اور
 دائرین کی واپسی کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے۔

نوٹ: بعد شجرہ خوانی چوتھی شعبان کو تقسیم کیا جانے والا تبرک سفید شکر سے تیار کردہ
 مالیدہ ہوتا ہے تو پانچویں شعبان بعد ختم قرآن تقسیم کیا جاتے والا تبرک گڑ
 اور سرخ شکر سے تیار کیا ہوا ہوتا ہے۔ یہ دونوں تبرکات لذت، برکت اور
 خصوصیات میں علیحدہ علیحدہ نوعیت کے ہوتے ہیں جن کے سامنے اصلی
 سے اعلیٰ علوہ یا میٹھا بھی لذت میں کوئی وقعت نہیں رکھتا۔

فائدانی عقیدت مند یا پناپیٹ کے راجہ رام چند ریک
 چشمہ فیض آج بھی جاری | صاحب جنوری ۱۹۶۷ء م ۱۳۸۷ھ کے ریاستی

الیکشن میں ٹکٹ نہ ملنے کے باعث بالکل مایوس ہو گئے تھے مگر حضرت پیر و مرشد کی

بارگاہ میں ماضی اور آپ کی روح سے استمداد پر خواب میں پیر و مرشد نے انھیں کامیابی کی خوشخبری دی جس کے بعد راجہ صاحب کی مایوسی مسرت سے بدل گئی اور مخالفین سب دوست بن گئے اور وہ ایم۔ یل۔ اے منتخب ہو کر کامیاب ہو گئے۔ اس مسرت میں انھوں نے درگاہ ٹیکمال میں سنگ سیلو کا فرش کر کے اپنا بدیہ تشکر اور خراج عقیدت پیش کیا۔

دل کی نماز

ظاہری طور پر توحید و رسالت مصطفیٰ کا زبان سے اقرار اور باطنی طور پر دل سے اسی پر یقین کرتے کا نام ایمان ہے۔ اسی طرح ظاہری اعضاء و جوارح کے حرکات و سکنات کے ساتھ ساتھ باطنی طور پر قلب و دماغ کا اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہونا، نماز و عبادت میں ضروری ہے جسکے بغیر وہ عبادت نہیں کہلائی جاسکتی۔ بعض لوگ بظاہر قیام و قعود اور رکوع و سجود ادا کر لینے کو ہی نماز سمجھ بیٹھتے ہیں حالانکہ ایسی اداکاری تو بہت سے ظلم ایکڑ بھی کر دکھاتے ہیں۔

زبان سے کہہ بھی دیا لا اِلاّہ تو کیا مائل ؟ نگاہ و دل ہی مسلمان نہیں تو کچھ بھی نہیں (مشورۃ)
سبدیں گر صوفی مقلی ناہد نے سجدہ بھی کیا ؟ دل تو کبھی جھکنا نہیں سر سے جھکے تو کیا ہوا (مشورۃ)

اسی طرح بعض حضرات اس مسلک کو پائے ہوئے ہیں کہ باطنی طور پر دل سے مجموعہ الی اللہ ہو جانا کافی ہے یہی عبادت اور نماز ہے باقی قیام رکوع و سجود وغیرہ کی زحمت میں پڑنے کی ضرورت ہی نہیں۔ ایسا عقیدہ لکھنا سرگمراہی ہے جو خدا کے احکام اور سنت رسول کے علانیہ خلاف ہے اگر قعود باللہ ایسا صحیح ہوتا تو انبیاء نہ مساجد تعمیر فرماتے اور نہ نجد نماز کی اٹھ بیٹھ کی زحمت میں خود مبتلا ہوتے نہ امت کو قیام رکوع و سجود کی تعلیم و تربیت دیتے اس طرح دل کی نماز کے پہلے احکام خدا و سنت رسول سے منہ موڑنا اہل سنت و جماعت کا ہرگز مسلک و مشرب نہیں ہے شب معراج میں حضور سرمد کائنات کی اقتدا کرتے ہوئے سجدہ بیت المقدس میں جملہ انبیاء و مرسلین نے قیام و قعود اور رکوع و سجود کر کے جو یادگار نماز پڑھی وہ ظاہری و باطنی جامع نماز تھی مسلمان بھی ایسی ہی نماز کو اپنانے کے بعد ہی الصلوۃ معراج المومنین کی منزل اعلیٰ پر فائز ہو جاتا ہے۔ !

پانچواں باب

حضرت سید صاحب حسینی قادری کی کرامات

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی عرفانی زندگی میں آغاز سے لیکر نہ مرنے وصال تک بلکہ وصال کے بعد بھی پیش آئے جملہ مشاہدات و واقعات خود اولیاء اللہ کی کرامات کا زندہ ثبوت اور ان کے اختیاراتِ فداداد سے بھری ایک کھلی کتاب ہے جس کی بڑی حد تک تفصیل پچھلے ابواب میں بیان ہو چکی ہے۔

آپ کے فرزند دوم حضرت سید معروف حسینی مرشد پاشاہ قادریؒ نے اپنی کتاب ”اسرار حسینی“ میں اپنے والد ماجد کی کرامات کو اردو میں بڑی خوبی کے ساتھ نظم کیا ہے جو زائد از ستر سال قبل طبع بھی ہو چکی ہے۔ اس کتاب میں منقول نیز دیگر کرامات بھی ذیل میں درج کی جاتی ہیں۔

ایک معزز اہل علم متوطن میدک مسمی عبداللہ حسینی کو ایک خواب میں بشارت | ایسے پیر کامل کی تلاش متقی جو ان کی روحانی تسکین کر سکیں۔ ایک رات انھوں نے خواب میں ایک بزرگ کو دیکھا جنھوں نے نام و پتہ دریافت کرنے پر دوسرے ہی دن میدک میں ان سے ملنے کی خوشخبری دی۔ چنانچہ دوسرے دن وہی میدک میں کسی بزرگ ہستی کی آمد کا چرچا ہونے لگا اور تمام مسلمان اس بزرگ سے

نیاز حاصل کرنے کے شوق میں میدک کی اس مسجد میں جمع ہونے لگے جس کے امام صاحب کے گھر آپ مہمان تھے۔ عبداللہ حسینی بھی وہاں پہنچے تو یہ دیکھتے ہی دنگ ہو گئے کہ وہاں وہی بزرگ تشریف فرما ہیں جنہوں نے رات خواب میں دوسرے دن ہی ان سے ملنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ عقیدت مندی سے قدم بوی حاصل کرنے کے بعد عبداللہ حسینی رخصت ہونا چاہتے تھے کہ بزرگ نے فرمایا کیا تم کو خواب یاد ہے؟ یہ سنتے ہی عبداللہ حسینی بے خود ہو کر آپ کے قدموں پر گر پڑے اور مرید ہو گئے۔ یہ بزرگ ہستی ٹیکمال کے حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ تھے۔ عبداللہ حسینی نے اپنی ملازمت کو خیر باد کر دیا حضرت کے ہمراہ ٹیکمال چلے گئے جہاں تکمیل سلوک کے بعد فلانت کی نعمت سے مستفاد قرار ہو کر شاہ عبداللہ حسینی قادریؒ کے نام سے مشہور ہوئے۔

یہی فیلیف شاہ عبداللہ حسینی قادری صاحب کا چشم
نور کی حقیقت کا انکشاف دید ایک واقعہ نقل ہے کہ ایک روز حضرت اقدسؒ

آثار شریف کے مکان میں اپنے خاص اراکعت مندوں کے سامنے رموز معرفت کی تشریح فرما رہے تھے کہ نور کا بیان آیا۔ یکا یک غیریت کے پردے ایک ایک کر کے اٹھنے لگے عینیت کے جلوے روشن ہونے لگے۔ نور کی حقیقت اور ماہیت کے بارے میں ایک سرید کے پوچھنے پر عالم محویت میں غرق حضرت اقدسؒ نے ارشاد فرمایا ”ہم بھی اس نور حقیقی سے کب خارج ہیں؟“ فوراً مجلس پر ایک نورانیت طاری ہو گئی کہ ہر اہل مجلس نور میں ڈوب گیا اور آپ کے منور چہرے کے سوا کوئی شے نظر نہ آنے لگی سب حاضرین بے خود اور مدہوش ہو گئے۔ کچھ وقفہ بعد جب یہ تجلیات غائب ہو گئیں اور مدہوش آیا تو ہر شخص کو حیرت ہونے لگی کہ حضرت اقدسؒ نے ہم کو کس منزل نورانی پر پہنچا دیا تھا۔

نوٹ :- اللہ والوں کا قلب باطنی نور پر انوار الہی سے ہمیشہ روشن رہتا ہے لیکن

جب ان ہی اوزار کا ظاہری پرتو نظر آتا ہے تو اس کی ضیاء پاشی سے سارا ماحول
نورانی اور قریب بیٹھے دیگر شائقین کے قلب و نظر بھی منور ہو کر جگمگا اٹھتے ہیں۔

حضرت اقدسؒ اپنے پوتے حضرت

حسینی پادشاہ کا عارضی مجذوب ہو جانا سید محمد حسینی پادشاہؒ پر نہایت محبت

شفقت فرمایا کرتے تھے کیوں کہ شیر خوارگی میں ہی وہ اپنی والدہ کے سایہ سے
محروم ہو گئے تھے چنانچہ اکثر وہ اپنے دادا کے آس پاس ہی پھرا کرتے تھے۔ ایک
دفعہ حالت مراقبہ میں حضرت اقدسؒ کی آنکھ کھلتے ہی آپ کی پہلی نگاہ کمسن پوتے پر
پڑ گئی جس کے اثر سے حسینی پادشاہ پر بھی جذب کی ایسی کیفیت طاری ہو گئی کہ وہ
قبرستان کی طرف دوڑے اور عین قبروں کے درمیان بیٹھے مدفون مردوں کے حالات
زندگی کا انکشاف کرنے لگے جس سے واقف لوگوں نے اس کے صحیح و درست ہونے
کی تصدیق بھی کی۔ چند دنوں تک یہی سلسلہ رہا تو ان کی دادی جو بہت لالچ پیار
کرتی تھیں اپنے شوہر محترم کی خدمت میں التجا فرمانے لگیں کہ کمسن پوتے کی دیوانگی
کی حالت بڑھ گئی ہے اس جانب توجہ فرمائیں ورنہ دل پر بڑا داغ اور صدمہ ہو جائیگا۔
چنانچہ حضرت اقدسؒ نے اپنے پیارے پوتے کو قریب بلا کر ایک ایسی نگاہ کرم ڈالی
اور دعائے خیر فرمائی کہ حضرت سید حسینی پادشاہؒ سے وہ ساری جذب کی کیفیت دور
ہو گئی اور وہ اصلی حالت پر آ گئے۔

نوٹ :- اولیاء اللہ کے ول اوزار الہی کے مرکز بنے رہتے ہیں جس سے کبھی جلالی اور
کبھی جمالی تجلیات ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ جیسی کیفیت ہو دیا جلوہ نظر آتا ہے اور اس
دوران کسی پر نگاہ پڑ جائے تو اس پر بھی وہ کیفیت طاری ہو جاتی ہے اللہ تعالیٰ نے
اولیاء کرام کو یہ اختیار عطا فرمایا ہے کہ جلالی کیفیت کو ایک آنکھ نظر سے جمالی کیفیت میں

تبدیل کر دیں۔

حضرت غوث اعظمؒ کی اولاد
ایک ہی نظر میں سلب شدہ روحانی قوت دے لیں سے ایک مشائخ زادے مولوی

قطب الدین حسین صاحب کو اپنے چچا سے بیعت حاصل تھی۔ جو کچھ بھی روحانی طاقت انہیں حاصل ہوئی تھی ان کے مددگار پولیس بننے کے بعد وہ طاقت باقی رہی جس پر ملول ہو کر وہ اپنے عہدہ سے مستعفی ہو گئے اور ایسے پیر کامل کی جستجو میں نکلے جو ان کی کھوئی ہوئی روحانی طاقت دلا دے ان دنوں حیدر آباد میں حضرت شاہ خاموش چشتیؒ کی بڑی شہرت تھی جن سے ملنے کا قطب الدین حسین صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا لیکن رات ان کو خواب میں حضرت غوث پاکؒ کا دیدار نصیب ہوا جو یہ حکم دے رہے تھے کہ ”ٹیکمال جاؤ تم اپنے دل کی مراد پاؤ گے“ حب المحکم ٹیکمال حاضر ہوئے اور دستگیری کی درخواست کی تو حضرت سید صاحب حسینیؒ نے ان پر فیض کی صرف ایک نظر فرمائی اور تھوڑی دیر میں وہ سرفرازی ہوئی کہ قطب الدین حسین صاحب کی سلب کردہ پھیلی روحانی طاقت پوری عود کر آئی۔

حدیث شریف میں ہے اَلْعَيْنُ حَقٌّ = نظر کی تاثیر سچ ہے۔ جیسی نظر ہوگی ویسی اس کی تاثیر بھی ہوگی۔ اچھی نظر کا اچھا اور بُری نظر کا بُرا اثر اور نتیجہ ہوتا ہے، اللہ والوں کی نظر فیضان کا ذریعہ ہے۔ کسی محروم نہیں پہل اللہ کی نظر پڑ جائے تو وہ پھر سرفراز ہو جاتا ہے۔

غلام اہل بیت نامی دکن کے ایک نامور
کُلُّ شَيْءٍ مُحِيطٌ كِى حَقِيقَتِ كَا انْكَشَافِ امیر تھے جو بڑے دیندار اور خدا پرست
 واقع ہوئے تھے۔ حضرت اقدسؒ سے انہیں سچی عقیدت تھی ایک دن مسجد ٹیکمال میں منعقدہ آپ کے حلقہ مدرس میں انھوں نے ڈرتے ڈرتے دریافت کیا کہ ”کُلُّ شَيْءٍ مُحِيطٌ“ کا الٹ اور راز کیا ہے؟ آپ نے فوراً جواب تو نہیں دیا فی الوقت خاموش ہو گئے۔

چند منٹ بعد حضرت اقدسؒ کے پیچھے نماز پھر کی جماعت میں جب غلام اہل بیت شامل ہوئے تو پہلی رکعت میں انھوں نے دیکھا کہ یکایک ایسی سبز تجلی ظاہر ہوئی کہ سبز روشنی کے سوائے کوئی دوسری شے نظر نہیں آ رہی ہے پھر کمال یہ کہ دوسری تیسری اور چوتھی رکعتوں میں اس روشنی کا رنگ بالترتیب سفید، زرد اور سُرخ ہو گیا۔ نماز کے ختم پر آپ نے پلٹ کر غلام اہل بیت سے پوچھا کہ تمہارے سوال کا جواب نمازیں مل گیا یا نہیں؟ اگر علم حقیقی ہو اور نظر میں بصیرت ہو تو یہ عہد آسانی سے سمجھ میں آجائے گا کہ ہر طرف اللہ کا نور احاطہ کئے ہوئے ہے اور ہر شے میں خدا کی ذات کار فرما ہے۔

نوٹ:- یہی بات ہے جو حضرت سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے فرمائی ہے۔
برگ درختان سبز در نظر پوشیاد : ہر ورقے دفتر لیست معرفت کردگار
یعنی اگر چشم بصارت میں نور بصیرت بھی موجود ہو تو سبز جھاڑوں کا ایک ایک پتہ اللہ تعالیٰ کی معرفت کا پتہ دینے والا ایک دفتر ہے۔

اس کرامت سے یہ بھی سبق ملتا ہے کہ صاحب بصیرت امام و مقتدا ہو تو مقتدی تک بھی اس کی روشنی پہنچ جاتی ہے۔ اسی طرح اہل نظر پر کمال مل جائے تو مرید کو بھی اس کے انوار کا نظارہ ہو جاتا ہے آج کل کلمہ اور نماز کے نام پر جو لوگ سیدھے سادے مسلمانوں کو ان بزرگوں، عارفوں، صوفیوں اور اللہ والوں سے دور کرتے جا رہے ہیں وہ اس بصیرت کی روشنی سے محروم ہیں کیوں کہ ان کے دلوں میں اللہ والوں کی عظمت نہیں۔ جن کے خود دل متور نہیں بھلا وہ دوسروں کو کیا روشنی دکھا سکتے ہیں ؟

آں کس کہ خود گم است کار ہری کند

یعنی جو شخص خود جھٹکا ہوا ہو تو وہ بھلا کیسے راستہ دکھلا سکتا ہے۔

ویدار مصطفیٰ کی دولت نصیب ہونا | آپ کے فرزند حضرت سید محمد معروف حسینی عرف مرشد پادشاہؒ کو زیارت نبویؐ کا بیحد اشتیاق تھا۔ حضرت اقدسؒ نے انھیں ایک وظیفہ کی اجازت دیتے ہوئے فرمایا کہ اس کو جمعہ کی شب میں پڑھنا۔ انشاء اللہ سات جمعوں کے اندر اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاؤ گے۔ سات جمعوں تک پابندی سے پڑھنے کے باوجود جب انھیں زیارت نبویؐ کا شرف حاصل نہ ہوا تو وہ پھر حضرت اقدسؒ سے رجوع ہوئے۔ آپ نے اپنے روہروان سے وہ وظیفہ پڑھوایا تو پہلی شب جمعہ میں ہی انھیں حضرت رسول مقبولؐ کے دیدار کا شرف حاصل ہو گیا۔

نوٹ:- اولیاء اللہ کو چوں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے حبیب تک قرب اور رسائی حاصل رہتی ہے اس لیے جو ان کا وسیلہ اختیار کرے اور ان کا قرب حاصل کرے وہ اللہ اور اس کے رسول سے قریب ہو کر اپنے نیک مقاصد میں کامیاب ہو جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مرشد پادشاہؒ کی جانب ایک ولی اللہ نے جیسے ہی توجہ فرمائی تو ان کی شکل آسان ہو گئی اور زیارت نبویؐ حاصل کرنے میں کامیابی ہو گئی۔

مرید کو نزع کی حالت میں تلقین | حضرت اقدسؒ کی یہ کرامت تو مشہور ہی تھی کہ اپنے کسی مرید کے آخری وقت چاہے وہ دور ہو یا نزدیک جبکہ وہ سکرات کے عالم میں ہوتا تو آپ اپنے جسم مثالی میں ضرور حاضر ہوتے اور اس کو اپنا جمال دکھا کر ذکر کی تلقین فرماتے چنانچہ سزاویں خاں نامی آپ کے مرید کا جب انتقال ہوا تو آپ اس وقت ٹیکال میں تھے وہ جب حالت نزع میں چند لمحوں کا مہمان تھا تو اس نے یکایک آنکھیں کھولیں اور بے ساختہ پکارنے لگا۔

”ہو میرے پیر مرشد کو راستہ دکھائیتم لوگوں کو نظر نہیں آتا کہ حضرت سرخ عام بنے تشریف لارہے ہیں ماب نزع کی تمام شدت اور موت کی سب تکلیف مجھ پر آسان

ہو جائے گی۔“

نوٹ :- دنیا بھر کی کشتوں میں گزر بسر کرنے والا آج مشرق کا انسان اپنی مادی ترقیوں کے بل بوتے پر مغرب میں نظر آتا اور گفتگو کر سکتا ہے تو خدا کے جلووں اور رسول خدا کے انوار جمال سے معمور قلوب کے حامل اولیاء اللہ ایک مقام سے دوسرے مقام پر نظر آئیں اور گفتگو فرمائیں تو اس میں تعجب کی کوئی بات ہے۔ اللہ والوں کے لیے یہ سب باسانی ممکن ہے۔

اسی نوعیت کا ایک اور واقعہ حضرت قادریؒ

محبوب صاحب کا آپ کی نشاندہی کرنا نامی ایک محبوب صاحب کے بارے میں

بھی منقول ہے جو قطب وقت بھی تھے آپ کے پاس ہنمت راؤ پیٹ کے ہنمت راؤ نامی ایک معتقد کو باریابی حاصل تھی۔ یہاں تک کہ آپ کے دسترخوان پر کھانا کھانے کا بھی اسے شرف ملتا تھا ایک روز محبوب صاحب کے مکان کو آگ لگ گئی۔ تمام گاوٹوں والے بسٹول ہنمت راؤ آگ بجھانے دوڑے مگر آگ کے شعلوں میں گھرے ہوئے مکان کے اندر داخل ہونے کی کسی کوشش نہیں ہوئی لیکن سب یہ دیکھ کر دنگ ہو گئے کہ آگ کے درمیان محبوب صاحب نہایت سکون و اطمینان سے آرام فرما رہے ہیں۔ آپ نے ہنمت راؤ کو دیکھتے ہی اندر آنے کا اشارہ کیا۔ جب حکم وہ بلا خوف و خطر آگ میں کود پڑا اور صبح سلامت حضرت تک پہنچ گیا۔ جہاں حضرت نے فرمایا ”تیری کچھ خواہش ہے تو مانگ لے“ اس نے عرض کیا ”آپ قادری ہیں آپ کا جو اختیار“ حضرت نے ہاتھ اٹھا کر اس کے حق میں دعا و خیر فرمانے کے بعد یہ حکم دیا کہ مزید ہدایت کے لیے ٹیکال جاکر حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ سے نیاز حاصل کرے جو اس وقت عظیم روحانی قوت کے مالک ہیں۔ اپنے وصال سے قبل محبوب صاحب نے پیش گوئی فرمادی تھی کہ میری تجہیز و تکفین کے لیے دونا معلوم بزرگ آئیں گے ان کے

سوا مجھے کوئی دوسرا غسل جنازہ نہ دے چنانچہ بالکل ایسا ہی واقع ہوا۔
 نوٹ :- حضرت بنی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے اولیاء کو اللہ تعالیٰ نے کس
 شان سے نوازا ہے کہ ان کے ایک ولی کی کرامت میں اللہ کے خلیل حضرت ابراہیم علیہ السلام
 کے اس معجزے کا نظارہ دکھائی دیتا ہے جب کہ نزدیکی سلگائی ہوئی آگ بھی آپ پر
 گلزار بن گئی تھی۔

۲۔ جس طرح اللہ کے ولی پر آگ نے کچھ اثر نہیں کیا اسی طرح اللہ کے ولی کا حیات
 اور معیت حاصل کرنے والے پر بھی ان کے طفیل آگ کا اثر نہیں ہوا اگرچہ کہ وہ غیر مسلم تھا۔
 ۳۔ ہر زمانہ میں اولیاء اللہ ایک دوسرے کے مقام و مرتبہ سے واقف رہتے
 ہیں ان کے درمیان آپسی ربط قائم رہتا ہے۔ اور جس طرح جسمانی امراض کا ایک طبیب
 یا ڈاکٹر ضرورت پڑنے پر دوسرے طبیب یا ڈاکٹر کے پاس مزید علاج کے لیے مریض کو
 بھیجتا ہے بالکل اسی طرح روحانی طبیب یعنی اولیاء اللہ میں بھی ایک ولی اور قطب اپنے
 وصال کے بعد ہونے والے دوسرے ولی اور قطب سے حسب ضرورت رجوع ہونے
 کی طالبان حق کو ہدایت دیتا ہے۔

مجنوب صاحب کی وصیت کے مطابق سہنت راء
 آپ کی دُعا سے نئی زندگی ملنا | ٹیکال پہنچا جہاں حضرت اقدسؒ نے اپنے پاس
 تعمیری کاموں میں اس کو ملازم رکھ لیا۔ وہ اپنی پر خلوص خدمت اور وفا شعار کی کے
 باعث حضرت اقدسؒ کا منظور نظر بن گیا۔

ایک مرتبہ ٹیکال میں ہیضہ کی وبا پھیلی تو وہ شدید بیمار ہو گیا۔ جب کوئی دوا
 کارگر نہ ہوئی تو وہ صرف حضرت اقدسؒ کا نام بار بار زبان پر ورد کرنے لگا۔ چوں کہ
 آپ ٹیکال سے باہر اپنی زمینات کا دورہ کرنے گئے تھے نیاز حاصل نہ ہو سکا لیکن
 دل کو تسلی دینے کی خاطر آپ کے مکان کی زیارت کو گیا تو کیا دیکھا کہ حضرت اقدسؒ کی

عبادت کے کرو میں ایک طرف چو لھا سلگا ہوا ہے چراغ بھی جل رہا ہے اور آپ جانناز پر بیٹھے تلاوت میں مصروف ہیں۔ ہنمت راؤ کو یقین نہ آیا اس لیے وہ اپنی آنکھیں کھلنے کے بعد دوبارہ غور سے دیکھا تو وہاں کچھ بھی نہ تھا بلکہ ہر طرف تاریکی چھائی ہوئی تھی یا یوس ہو کر لوٹا اور آپ کے مدرسہ کے ایک حصہ میں لیٹ گیا۔ گویا موت اس کے سر پر منڈلاتی نظر آرہی تھی۔ مرنے کے بعد جسم کو جلا دیئے جانے کے تصور اور خوف سے اس نے ایک مسلمان کے سامنے پانی کا ایک گھونٹ پی کر کلمہ پڑھا اور اسلام قبول کر لیا۔ جب وہ بیہوشی کے عالم میں آخری سانس لے رہا تھا تو ایسے نازک وقت حضرت اقدس ٹیکمال داپس آگئے۔ گویا آپ محض ہنمت راؤ کی دستگیری کے لیے ہی تشریف لائے۔ آپ نے سیدھے مدرسہ پہنچ کر ہنمت راؤ کی صحت اور زندگی کے لیے دُعا فرمائی۔ اللہ کے فضل و کرم سے اس نے آنکھیں کھول دیں اور رفتہ رفتہ صحت کامل نصیب ہوئی۔ حضرت اقدسؒ نے مذہبی تعلیم دی اور اس کا نام حبیب اللہ شاہ رکھا جو آگے چل کر سچا خادم اسلام ثابت ہوا۔

نوٹ :- اولیاء اللہ کی نظر کرم اور توجہ اگر کسی غیر مسلم پر بھی ہو جائے تو نہ صرف وہ وقتئہ مصیبت سے نجات حاصل کر لیتا ہے بلکہ اسلام کی دولت سے بھی مالا مال ہو جاتا ہے۔ اسی طرح کا ایک اور واقعہ منقول ہے

آپ کی دُعا سے مرض لاعلاج سے شفا پانا کہ حضرت اقدسؒ کے ایک مقرب مرید

جن کا نام بھی اتفاق سے حبیب اللہ شاہ تھا ان کے برادر شاہ حنین سحت علیل ہوئے اور بچنے کی کوئی توقع باقی نہ رہی تو مایوس ہو گئے۔ حضرت اقدسؒ اپنے مرید کے خواب میں تشریف لائے اور اس دُعا و آیت قرآنی کو پڑھ کر دم کرنے کی ہدایت فرمائے

مُتَبَعَانَا اللَّهُ هُمْ وَبِحَسَنَاتٍ وَتَبَارَكَ اللَّهُ أَحْسَنَ الْخَالِقِينَ۔ (توجہ دیا کی ہے تیرے لیے اے اللہ امدیری تشریف کے ساتھ اور تو بڑی برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر بنانے والا ہے۔)

اپنے مرشد کے حب ہدایت حبیب اللہ شاہ صاحب نے عمل کیا تو اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے شفاء کے آثار جلد پیدا ہونے لگے بالآخر مرض دفع ہو گیا اور نئی زندگی نصیب ہوئی اس کے بعد حبیب اللہ شاہ اس اجازت یافتہ عمل کا پورا پورا فائدہ اٹھاتے ہوئے ہر بیمار پر یہ عمل آزما تے تو ان کو کجا جاؤر بھی اس کی برکت سے شفا پا جاتے تھے۔

نوٹ :- (۱) اللہ تعالیٰ اپنے محبوب بندوں کی دعائیں قبولیت بخشتا ہے جس کے طفیل سے بیماری تندرستی میں اور موت زندگی میں بدل جاتی ہے۔
 (۲) مشکل میں امداد اور دستگیری کے لیے بظاہر کسی ولی یا مرشد کا نام لے کر پکارنے سے مجازی طور پر ولی اللہ مشکل کشائی کرتے ہیں لیکن حقیقی مشکل کشا پروردگار عالم ہے۔
 (۳) جس طرح کسی ڈاکٹر یا حکیم کا تجویز کردہ دوا یا نسخہ زیادہ کارگر اور مفید ثابت ہوتا ہے اسی طرح بزرگانِ دین کی ہدایت اور اجازت کے موافق دُعا اور عمل میں بھی اللہ تعالیٰ بے پناہ تاثیر اور برکات عطا فرماتا ہے اس لیے کسی فاضل و ظیفہ یا عمل کے پڑھنے سے قبل کسی واقف کار بزرگ سے اجازت لے لینے سے بڑے فائدے حاصل ہوتے ہیں۔

بلکہ میں مقیم آپ کے ایک نیاز مند
 شاہ امان اللہ حسینی قادری نے حضرت اقدس
 سے خالص شہد کی فرمائش کی۔ آپ کے بڑے صاحبزادے حضرت سید احمد پادشاہ
 قادریؒ نے حسب خواہش اعلیٰ شہید منگوایا اور بھیجا ہی چاہتے تھے کہ آپ نے فرمایا
 ”اب شہد بھیجنے کی ضرورت باقی نہیں رہی“ اس طرح شہد بھیجنے سے منع فرمانے کا
 بھید دوسرے دن کھلا جب کہ خط سے آپ کے اس نیاز مند کی وفات کی اطلاع
 ملی۔!

نوٹ: بزرگانِ دین کو اللہ تعالیٰ پوشیدہ باتوں کا علم عطا فرماتا ہے جس سے کہ ایک عام آدمی واقف نہیں ہوتا۔ ان اللہ والوں کی فکر و نظر اس قدر وسیع ہوتی ہے کہ دلوں ہونے والے واقعات بھی ان کے سامنے آئینہ کی طرح روشن رہتے ہیں۔

حضرت اقدسؒ کے وصال کے قریب
آپ کی دعا سے معطل تعلقدار کا بحال ہونا | معطل شدہ تعلقدار عظیم الدین خاں

نے آپ کی خدمت میں ازراہ عقیدت اپنے ایک عزیز میں یہ درخواست کچھ بھیجی کہ میری خدمت پر بحالی کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے یہ جواب لکھ بھیجنے کی ہدایت فرمائی کہ اللہ تعالیٰ جلد اس کو اپنے مقصد میں کامیاب کر دے۔ گلا حضرت اقدسؒ کی دعا کی برکت سے عظیم الدین خاں کو تعلقداری کی خدمت پر فوراً بحال کر دیا گیا۔ نوٹ: اللہ تعالیٰ سے دعا تو سب ہی کرتے ہیں مگر اللہ اپنے محبوب بندوں کی دعا کو رد نہیں فرماتا بلکہ فوراً قبولیت کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ اور اس کے کارخانہ قدرت سے فوراً اس کے موافق احکام جاری ہو جاتے ہیں۔

شیخ احمد نامی آپ کے ایک محقق
آپ کی دعا سے تبادلوں کے احکام منسوخ ہونا | سرکاری ملازم تھے اپنے اچانک تبادلوں سے فکر مند ہو کر عقیدتاً حضرت اقدسؒ کی خدمت میں معروضہ لکھ بھیجے کہ احکام تبادلوں منسوخ ہو جانے کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے جواب میں تحریر فرمایا کہ اپنے حاکم سے شخصی طور پر ملو چنانچہ حاکم معلقہ سے ملاقات پر شیخ احمد کو دیکھتے ہی اس نے مثل طلب کی اور احکام تبادلوں منسوخ کر دیئے۔ جب شیخ احمد کا ٹیکال آنا ہوا تو تبادلوں کی منسوخی کو انہوں نے ظاہر نہ کیا بلکہ حضرت اقدسؒ کے استفسار پر غلط بیانی سے کام لیتے ہوئے کہا کہ تبادلوں کے احکام ابھی منسوخ نہیں ہوئے ہیں۔ آپ نے فوراً فرمایا ”تبادلوں کے احکام تو کبھی کے منسوخ ہو جانا چاہیے تھا۔“ شیخ صاحب

اپنی غلط بیانی پر نادام ہو کر قدموں پر گر پڑے اور اسی وقت آپ کے حلقے ارادت میں داخل ہو گئے۔

نوٹ: اللہ والوں کے سامنے غیب و شہادت کے حجابات اٹھ جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ ان کو ایسی ایسی پوشیدہ باتوں سے باخبر اور واقف کر دیتا ہے جس کا انکشاف عام لوگوں پر نہیں ہوتا۔ لہذا ان کی بارگاہ میں غلط بیانی سے کام لیں تو خود اپنا عیب ظاہر ہوتا اور خجالت و شرمندگی کا منہ دیکھنا پڑتا ہے۔

موضع ناول کوں کے متوطن یسین صاحب نامی
آپ کی دعا کی بدولت ترقی ہونا | ایک صاحب حضرت اقدسؒ کے مریدوں سے تھے اور بہ حیثیت اہلکار ملازم سرکار تھے۔ ٹیکمال آئے تو رفتہ رفتہ اپنے پیرو مُرشد کے منظور نظر بن گئے۔ ایک مرتبہ حضرت اقدسؒ جب مراقبہ میں مصروف تھے وہاں حاضر یسین صاحب اپنے دل ہی دل میں ملازمت میں اپنی ترقی کے بارے میں سوچنے لگے۔ حضرت اقدسؒ نے دعا سے فارغ ہوتے ہی خود اپنے سے انھیں یہ خوشخبری سنائی کہ تمہارے دل کی آرزو انشاء اللہ بہت جلد پوری ہوگی اور تم تعلقدار ہو جاؤ گے۔ جو بعد میں بالکل صحیح ثابت ہوا اور اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا کی بدولت انھیں رفتہ رفتہ اتنی ترقی عطا کی کہ آخر کار وہ میدک کے تعلقدار جیسے اعلیٰ عہدہ پر فائز ہو گئے۔ نوٹ:۔ مراقبہ کی حالت میں اللہ والوں پر دوسروں کے دلوں میں گزرنے والے خیالات کا انکشاف ہو جاتا ہے اسی لیے بزرگوں کا قول ہے کہ علماء کی محفل میں بیٹھو تو اپنی زبان کو سنبھال کر بیٹھو اور اولیاء اللہ کی مجلس میں بیٹھو تو اپنے دلوں کو سنبھال کر بیٹھو۔ دوسرے یہ کہ اللہ والوں کی دعاؤں کی برکت سے خدا تعالیٰ نے ایک اہلکار کو تعلقدار بنا دیا جو عام طور پر ممکن نہیں۔

ولی را ولی می شناسد | ولی را ولی می شناسد یعنی ایک ولی دوسرے ولی

کو پہچان لیتا ہے یہ مقولہ اس کرامت پر پوری پوری طرح صادق آتا ہے کہ حیدر آباد میں حضرت احمد شاہ دولہ نامی ایک دلی رہتے تھے جو اہل دل بھی تھے اور اہل نظر بھی۔ اور عام طور پر قطب شہر مشہور تھے۔ اپنی حاجت روائی کے لیے خاص و عام آپ سے فیض کے طالب رہتے یہاں تک کہ یاد شاہ وقت ناصر الدولہ بھی آپ کے بڑے عقیدت مند تھے۔ حضرت احمد شاہ دولہ بحر حذب کی حالت میں اکثر برہنہ رہتے تھے۔ یہ حضرت سید صاحب حسینیؒ کی نوجوانی کا وہ زمانہ تھا جب کہ آپ دینی تعلیم کے حصول کی غرض سے حیدر آباد میں مقیم تھے۔ جب کبھی اس مجذوب بزرگ کے سامنے سے حضرت اقدسؒ کا گزر ہوتا تو وہ بزرگ لحاظ و ادب کر کے فوراً اپنے برہنہ جسم کو لحاف سے ڈھانک لیتے۔ ایک مرتبہ مجذوب بزرگ نے حضرت اقدسؒ کو چار پیوں کے سکے بطور تبرک دیتے ہوئے ہدایت دی کہ اس کو اپنے پاس حفاظت سے رکھو اور آپ کے حق میں دعائے خیر بھی فرمائی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت اقدسؒ کی ٹیکھائی کو واپسی کے بعد خوشحالی اور متول کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ آپ نے بزرگ کی عطا کردہ دولت کو مسجد خانقاہ اور دینی مدرسہ حسینیہ کی تعمیر میں نیک کاموں میں صرفا فرمایا۔

نوٹ:- اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو ایسی نظر عطا فرماتا ہے کہ وہ کسی پر صرف ایک نگاہ ڈالتے ہی اس کی آئندہ زندگی کے بارے میں سب کچھ اللہ مطلع ہو جاتے ہیں اور جو آئندہ اللہ کا محبوب بندہ بننے والا ہے اس کو پہچان کر اس کی قبل از قبل قدرو عزت کرتے ہیں۔ گویا ایک دلی دوسرے دلی کو باسانی پہچان لیتا ہے۔

دعاگوں سے نجات کیلئے آپ کی دستگیری | عزیز اللہ نامی ایک سپاہی اپنی بہاودی اور جرات کے لیے مشہور تھے اور ساتھ ہی دین دار بھی واقع ہوئے تھے جنہیں ایک پیر کامل کی حلاش سنی دانے کے کئی

بزرگانِ دین سے ملے گردل کو کہیں تسکین نہیں ہوئی۔ ایک بار جب وہ جنگل سے گزر رہے تھے تو ان کی ملاقات ایک بزرگ سے ہوئی جو انجیر دیتے ہوئے ہدایت کرنے لگے کہ ٹیکمال جاؤ تو کسی بزرگ ہستی سے ملنے کی تمہاری تمنا پوری ہو جائے گی۔ چنانچہ وہ ٹیکمال آئے اور حضرت سید صاحبِ حسنیؒ سے نیاز حاصل کر کے پورے مطمئن ہو گئے تو بیعت بھی ہو گئے اور کچھ دن خدمتِ اقدسؐ میں رہے اور آپ کے وصال کے بعد وہ تلاشِ روزگار میں اپنے وطن بلارم کو منتقل ہو گئے۔

ایک روز جب کہ وہ جنگل میں شکاریں مصروف تھے چند ڈاکوؤں نے ان کو گھیر لیا۔ وہ کھلے میدان میں تھے اور ڈاکو اطراف پہاڑیوں سے ان پر پتھر پھینکنے لگے تو مایوسی کے عالم میں اپنے پیر و مرشد حضرت سید صاحبِ حسنیؒ کی روح مبارک سے دستگیری کی استدعا کی۔ ان ہی کے بیان کے مطابق انھوں نے حضرت اقدسؐ کو اسی وقت میدان میں کھڑا پایا۔ جو یہ کہتے ہوئے ہمت افزائی کر رہے تھے ”آگے بڑھو اور چوروں کو مار بیفگا دو“ اپنے مرشدؒ نظر آتے ہی عزیز اللہ کے حوصلے بڑھ گئے ان کی اصلی طاقت واپس آ گئی اور انھوں نے پہاڑ پر چڑھ کر ڈاکوؤں کا بے جگری کے ساتھ مقابلہ کیا جو عزیز اللہ کو دیکھتے ہی بدحواس ہو کر جنگل میں بھاگ گئے۔

لوٹ بلاتنبہائی میں یا کسی مشکل مصیبت کے موقع پر اللہ کے محبوب بندوں سے استمداد اور استعانت کرنے پر اللہ تعالیٰ اپنے مقرب بندوں کے طفیل فوراً مصیبت دور فرماتا ہے بظاہر مجازی طور پر تو وہی اللہ والے دستگیری کرتے ہیں لیکن حقیقی معنی میں وہ اللہ کی نصرت و حمایت ہوتی ہے۔

۴۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ بزرگانِ دین جس طرح اپنی زندگی میں مخلوق کی امداد فرماتے ہیں اپنے وصال کے بعد بھی اپنے خداداد کمالات کے ذریعہ مخلوق کی برابر دستگیری کرتے ہیں بشرطیکہ ان کی عظمت پر اعتماد و اطمینان سے استمداد کی جائے۔

من سکھ رام کو گستاخی کی سزا ملنا | راجہ چندو لعل کے ایک مصاحب من سکھ رام کی وعدہ خلافیوں کے سبب حضرت پیر شاہ

قادریؒ کے گنبد شریف کی تعمیر میں تاخیر اور فلل واقع ہوا تھا۔ غالباً اسی وجہ سے حضرت اقدسؒ کی خفگی اور عتاب کا شکار ہو کر من سکھ رام آپ سے اپنے تعلقات کو کشیدہ کر رکھا تھا۔ اور کسی نہ کسی طرح آپ کو نقصان پہنچانے کے درپے موقع کی تلاش میں تھا۔ جب سب منصوبے ناکام ہو گئے تو اس نے حضرت اقدسؒ کے وقار و مرتبہ کو متاثر کرنے کی ایک سازش تیار کی اور حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ کے صاحبزادے حضرت احمد صاحب کو غلط ترغیب دے کر اس بات پر آمادہ کر لیا کہ حضرت اقدسؒ سے منصب سجادہ نشینی کے لیے مقابلہ کیا جائے۔ اس غرض کے لیے اس نے کثیر روپیہ صرف کر کے محبوب شاہ نامی خود ساختہ فقیر کی خدمات بھی حاصل کیں۔ یہ مصنوعی فقیر اپنے گیارہ ساتھیوں کے ہمراہ عین اس وقت ٹیکمال پہنچا جبکہ حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ کا عرس شریف منایا جا رہا تھا۔ یہ ڈھونگ باز فقیر جو نہ روحانی قوت کا مالک تھا اور نہ کبھی پیر کا مل کا فیض یافتہ تھا، احاطہ درگاہ ٹیکمال میں ایک زرین مسند پر بڑے عجب سے بیٹھا، خود کو ایک بڑا درویش اور قطب وقت ظاہر کرنے لگا۔ حضرت اقدسؒ حسب معمول بعد نماز فجر پیر شاہ اللہ قادریؒ کے مزار پر فاتحہ پیش کرنے کے بعد اپنے دولت خانہ کو لوٹ گئے اور اس فقیر کی کچھ پرواہ نہ کی۔

اس فقیر نے اپنے تین خادم یکے بعد دیگرے بھیجے اور حضرت اقدسؒ کو بلوایا۔ آپ نے پہلے تو کوئی جواب نہیں دیا مگر تیسری بار نہایت جلال اور خفگی کی حالت میں باہر نکل آئے، سرزد و نخوت کے نشہ میں چور فقیر کا بے ادبانہ مخاطب اس حد تک پہنچا کہ اس نے آپ کو اپنے جوتوں کے قریب بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ حضرت اقدسؒ نے پورے صبر و تحمل سے کام لیا اور پہلے تو رعب اور وقار کے ساتھ فقیر کے قریب

گئے پھر اپنی ایک انگشت سے اس گستاخ کو آپ کا صرف چھونا تھا کہ فقیر کو ایک برقی رو جیسا جھٹکا سالکا اور تقریباً بارہ فیٹ دور وہ اوندھے منہ جاگ لے گا۔ فاضل نے رسیوں سے کستے ہوئے اس کو گرفتار کر لیا اور حضور اقدس میں پیش کر دیا اس کے سب ڈھونگ کا پول کھل گیا اور اس کی زرین منہ سب تار تار ہو گئی۔ من سکھ رام خود کو نام ظاہر کر کے حضرت اقدسؐ کی خدمت میں معذرت خواہ ہوا تو آپ نے مان دلی اور خندہ پیشانی سے اس کو درگزر فرما دیا لیکن اس کے باوجود من سکھ رام کے دل میں انتقامی جذبہ کارفرما تھا۔ چنانچہ دوسری بار وہ کسی سرکاری کام کے بہانے ٹیکمال آیا اور اپنی حکومت و اقتدار کا زور بتلاتے ہوئے حضرت اقدسؐ سے ملاقات کے وقت آپ کے شایان شان ادب و لحاظ کو ملحوظ نہیں رکھا۔ جس پر آپ نے ناگواری اور خفگی کا اظہار فرمایا۔ جلد ہی آپ کے عتاب کا نتیجہ یوں نکلا کہ اپنے مستقر پر لوٹتے ہی من سکھ رام کو اس کے عہدے سے نہ صرف معزول اور برطرف کر دیا گیا بلکہ اس کی چند خطاؤں کی یاداش میں اس کو قید کی سزا عجلت سے پڑی۔

نوٹ :- ۱۔ اولیاء اللہ دراصل خدا تعالیٰ کے دوست ہوتے ہیں اس لیے اولیاء کرام کی شان میں کسی بے ادبی یا گستاخی سے خود اللہ تعالیٰ ناخوش ہوتا ہے جس کا نتیجہ اس گستاخ کی بدنامی، رسوائی اور ذلت کے سوا کچھ بھی نہیں ہوتا۔ ایک حدیث قدسی میں ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ عَادَى لِي وَلِيًّا فَقَدْ آذَنْتَنِي يَا حَرَبُ یعنی جو میرے دوست کے ساتھ دشمنی کرے اس کے فلاح میرا اعلان جنگ ہے۔ جس کے خلاف خود اللہ تعالیٰ جنگ کا اعلان فرما دے پھر اس کے دونوں جہاں میں ذلیل و خوار ہو جانے میں شبہ ہی نہیں۔

ایک مرتبہ راجہ گرو نامی ایک بڑا مبادوگر اپنے کئی چیلوں کے ہمراہ ٹیکمال آیا جس کے

راجہ گرو جادوگر کی شکست و ناکامی

ساتھ نوبت، نقارے، چھتر، علم اور ہاتھی وغیرہ سب کچھ تھے جب یہ جلوس مسجد درگاہ شریف ٹیکال کے قریب پہنچا تو وہاں موجود سب ہندو مسلم متقدین نے عموماً اور خانقاہ کے خادموں نے خصوصاً باجا موقوف کر دینے کی درخواست کی کیوں کہ مسجد درگاہ شریف کے سامنے بلا امتیاز فرقہ و مذہب سب لوگ باجا کھبی نہیں بجاتے بلکہ احتراماً موقوف کر دیتے ہیں۔ لیکن راجہ گرد اور اس کی جماعت نے ایک نہ مانی اور شرارتاً باجا بجاتے ہوئے آگے بڑھتے گئے حضرت اقدسؒ جو درگاہ شریف کی کمان کے بالائی حصہ سے یہ سب ملاحظہ فرما رہے تھے ایک شمشیر برہنہ لیے تقریباً بیس فیٹ بلندی سے نیچے کو دپڑے اور شیر کی طرح جلو سوں پر حملہ آور ہوئے۔ آپ کی روحانی قوت کے آگے کوئی نہ ٹک سکا اور جلو سی بدحواس ہو کر سب منتشر ہو گئے۔ راجہ گرد خود بھی اپنی جان بچانے کی غرض سے بھاگ کر کسی جگہ چھپ گیا۔ اپنے چیلوں کے روبرو اپنی شکست و ذلت سے راجہ گرد کے مقام اور مرتبہ کو بڑا دھکا لگا اس لیے انتقاماً حضرت اقدسؒ کو گزند پہنچانے کے لیے اس نے جادو کا عمل شروع کر دیا۔ آپ حسب معمول شب کی نماز و وظیفہ کے بعد جب آرام فرمائے تو خواب میں ایک نہایت حسین عورت ظاہر ہوئی جو آپ کو اپنی جانب مائل کرنے کی مقدور بھر کوشش میں مصروف تھی اور کہہ رہی تھی کہ ”راجہ گرد نے مجھے آپ کو قتل کرنے کی غرض سے روانہ کیا ہے“ حضرت نے اجازت دی کہ وہ اپنی آرزو پوری کر لے چنانچہ اس نے اپنے دونوں ہاتھ آپ کے شانوں پر دبا کر اپنی نظر کے عمل سے مغلوب کرنے کی پوری کوشش کی مگر اس کے باوجود اپنے مقصد میں ناکام رہی۔ اس موقع پر آپ کچھ پڑھنا شروع فرمائے اور اس پر دم کرتے ہی وہ حسین لڑکی یکدم ایک کتیا کی شکل اختیار کر لی۔ اور دم ہلاتے ہوئے بھاگ نکلی یہ عام قاعدہ ہے کہ جب جادو کا عمل ناکام ہو جاتا ہے تو اس کی رجعت خود جادوگر نے والے پر ہوتی ہے اور جادو کا الٹا اثر ہونے

لگتا ہے چنانچہ راجہ گرو بھی رجعت کا شکار ہو کر شدید بیمار ہو گیا۔ جب حالت بے حد خراب ہوئی تو اپنے کرتوت پر شرمندہ ہو کر اپنے دو چیلوں کو حضرت اقدسؒ کی خدمت میں بھیجنا تاکہ اس کی جانب سے معذرت چاہیں۔ آپ صاف دل اور عالی ظرف واقع ہوئے تھے اس کا سب تصور معاف فرمادئے۔ چیلوں کی درخواست پر پیر شاہد اللہ قادریؒ کے مزار مبارک سے کچھ عود و گل بطور تبرک عطا بھی فرمائے۔ راجہ و ان تبرک پھولوں کو ہاتھ میں لیتے ہی صحت یاب ہو گیا اور عباد کی رجعت کا اثر بالکل دفع ہو گیا۔

ٹیکال چھوڑتے وقت اپنے تمام چیلوں کو ہدایت کر گیا کہ حضرت اقدسؒ کو اس کی جگہ اپنا گردانا کریں ورنہ حضرت کی شان میں ان کی تھوڑی بھی غلاط درزی سے ان کو اپنے کئے کا خمیازہ ٹبگتنا پڑے گا۔ اس واقعہ کے بعد مضافات کے غیر مسلم بھی حضرت اقدسؒ کے معتقد بن گئے۔

نوٹ:- اولیاء کرام کی شان میں اللہ تعالیٰ کے ارشاد لَا تَخَوْفُ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ۔ کے مطابق اولیاء اللہ کو فتنہ خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

اولیاء اللہ دنیا کی کسی طاقت کے سامنے خوفزدہ ہرگز نہیں ہوتے۔ وہ صرف خدا سے ڈرتے ہیں اور ساری خدائی ان سے ڈرتی ہے۔ جو بھی کسی ولی اللہ کے مقابل اپنی طاقت آزمائی کی حماقت کرتا ہے تو اس کو مینہ کی کھانی پڑتی ہے اور بالآخر حق کے سامنے باطل کو سزنگوں ہونا ہی پڑتا ہے۔

اولیاء اللہ سے جس طرح اپنی حیات ظاہری میں کرامات صادر ہوتی ہیں اسی طرح ان کے وصال کے بعد ان کے روحانی تصرفات اور زیادہ ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اپنے وصال کے چند منٹ بعد حضرت اقدسؒ کی اس کرامت کا پچھلے صفحات میں تفصیلی ذکر آچکا ہے کہ کس طرح آپ نے گاؤں میں رہنے والوں کے خواب میں اپنی رحلت کی اطلاع دی جس

پر وہ سب میند سے بیدار ہو کر سیدھے حضرت اقدسؑ کے آستانہ پر پہنچے اور خواب میں آپ کی اطلاع کا حال بیان کرنے لگے۔

اس کے علاوہ میدک کے متوطن آپ کے ایک مُرید عبدالرحمن کو تو نہ صرف حضرت اقدسؑ نے اپنے وصال سے مطلع فرمایا بلکہ ایک چادر گُل لے آنے کا حکم بھی دیا۔ اور جب یہ پھولوں کی چادر مزار مبارک پر پیش کی گئی تو دس یوم تک اس کا تازہ و شاداب رہنا یہ خود آپ کی ایک کرامت ہے۔

نوٹ:- حدیث شریف سے ثابت ہے کہ سرسبز ڈالی اور تازہ پھول اگر کسی گنہگار کی قبر پر لگائیں تو صاحبِ قبر کی روح کو تازگی ملتی ہے اور ڈالی یا پھول جب تک خدا کا ذکر کرتے ہیں تو عذابِ قبر میں بھی کمی واقع ہوتی ہے۔ مگر اللہ والوں کی بھی عجیب شان ہے کہ جب پھول اور سبزہ ان کے مزار پر ڈالے جاتے ہیں تو ان کے طفیل سے مُرجھا کا وقت بھی آجائے تو پھولوں کی تازگی اور سرسبزی تا دیر برقرار رہتی ہے۔

بعد وصال آپ کا عالی مقام | شاہ ندیم اللہ حسینیؒ کے ایک افغان مُرید احمد سعید نامی متوطن میدک بڑے متقی پہنیزگار اور شب بیدار تھے۔ ٹیکمال میں جس دن حضرت اقدسؑ کا وصال ہوا اسی دن میدک میں احمد سعید نے خواب دیکھا کہ ایک جنازہ کو نہایت شان و شوکت اور عظمت و جلال کے ساتھ آسمان کی جانب لے جایا جا رہا ہے جس کے اطراف و اکناف کئی ستارے روشن ہیں۔ غیب سے آواز آئی ”یہ جنازہ قطب ٹیکمال حضرت سید صاحبِ حسینیؒ قادریؒ کا ہے جن کا آج وصال ہو گیا ہے۔“

نوٹ:- اللہ تعالیٰ اپنے محبوبوں کو بعد وصال جن مراتبِ عالیہ سے نوازتا ہے اس کو دنیا میں موندہ نیک بندوں پر ظاہر بھی فرما دیتا ہے۔

۲۔ مادہ کا دنیا میں کسی واقعہ کی اطلاع جس طرح ہم ٹیلیفون یا ٹیلیگرام وغیرہ کے ذریعہ

پہنچاتے ہیں اسی طرح روحانی دنیا میں بھی ضروری اطلاعات کا متعلقہ اصحاب تک پہنچانے کا غیبی انتظام مقرر ہے جس میں نہ تاخیر ہوتی ہے اور نہ خطا۔ البتہ دنیوی ذرائع ابلاغ میں خرابی اور فعل ممکن ہے۔

حضرت اقدسؒ اپنے وصال کے بعد ایک شب اپنے فرزند حضرت سید معروف حسینیؒ کو خواب

بعد وصال اپنے دیدار سے مشرف فرمانا

میں نظر آئے۔ قرب حق کے بارے میں استفسار پر فرمانے لگے ”دنیا سے فرصت پاتے ہی دیدار حق کی دولت مل گئی اللہ کے قرب میں نہایت آرام و اطمینان سے ہوں۔ اس کے بعد اس سوال پر کہ کیا وہاں بھی آپ کو نماز کا حکم ہے تو آپ نے فرمایا ”اگرچہ کہ طاعت و عبادت کی یہاں پابندی نہیں ہے لیکن حسب عادت اب بھی نماز پڑھتا ہوں۔“

نوٹ:- اولیاء اللہ دنیا میں زندہ رہنے تک حقائق جلوؤں کا نظارہ کرتے رہتے ہیں۔ اور جب فتانی اللہ کی منزل اعلیٰ پر فائز ہو جاتے ہیں تو اس عالم سے کوچ کرتے ہیں۔ انھیں دیدار حق کی دولت مل جاتی ہے جس سے بڑھ کر ان کے لیے اور کوئی دوسری خوشی نہیں ہوتی۔ اس لیے بزرگوں کے اس عالم فانی کے چھوڑنے کو ”وصال“ کہتے ہیں اور ان کے یوم وصال کی یادگار منائے کو ”عرس“ کہا جاتا ہے۔

۲۔ دنیا میں جن مومنوں کو نماز کا شوق اور شغف رہتا ہے اس دنیا سے گزربانے کے بعد بھی ان کی روح کو نماز سے ہی دلچسپی رہتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے **الصَّلَاةُ مَعْرَاجُ الْمُؤْمِنِينَ** یعنی نماز مومنوں کی معراج ہے۔

اس کے مطابق نماز کیا ہے مومنوں کے لیے معراج ہے اور معراج کیا ہے دیدار ذاتِ ذوالجلال ہے بعد وصال انبیاء کرامؑ تک نماز میں مصروف تھے مثلاً حضور نبی کریمؐ نے شبِ اسریؑ آسمانوں کی سیر فرمائی تو حضرت موسیٰؑ کلیم اللہؑ اور حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہؑ کو نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا جن کا کہ پہلے ہی وصال ہو چکا تھا بلکہ مسیبتِ اقصیٰ میں

نذرانہ عقیدت

بہ آستانہ حضرت پیر شاہ اللہ قادری رحمۃ اللہ علیہ

تم مظهر الوار خُدا ہو شاہد
اور شمعِ مدینہ کی ضیاء ہو شاہد
کاسہِ یسے اعظم ہے گداور پہ کھڑا
لِلّٰہ اُسے کچھ بھیک عطا ہو شاہد

بہ درگاہ حضرت سید صاحبِ حسینی قادری رحمۃ اللہ علیہ

آلِ نبی اولادِ علی ہیں صاحب
بغداد کے گلشن کی کلی ہیں صاحب
خالی نہیں جاتا کوئی در سے جن کے
اللہ کے اعظم وہ ولی ہیں صاحب

(عرض کردہ قاضی صوفی اعظم قادری بیہوشی میں)

پھٹا باب

سجاد گمان درگاہ شریف ٹیکمال

سجادہ اول | درگاہ شریف ٹیکمال کے سب سے پہلے صاحب سجادہ حضرت سید صاحبِ حسینی قادریؒ تھے۔ ۱۲۵۵ھ ۸۳۱ھ میں حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ نے آپ کو کس طرح اپنا جانشین مقرر فرمایا تھا اس واقعہ کی تفصیل تیسرے بلب میں بیان کی جا چکی ہے۔ پیر و مرشد کے وصال کے بعد آپ ہی سجادہ نشین ہوئے۔

حضرت اقدس مسند سجادگی پر ۲۹ سال تک رونق افروز رہ کر ایک عالم کو اپنے روحانی فیوض و برکات سے سیراب کرتے رہے۔ آپ کا وصال بتاریخ ۲۶ محرم ۱۲۹۷ھ ۸۸۱ھ ہوا چنانچہ اسی تاریخ آپ کا عرس شریف ہر سال بڑی عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ آپ اپنے وسیع فائداتی ارکان کے جدا علیٰ ہیں آپ نے معاشرتی، معاشرتی تعلیمی، تعمیری اور دینی و مذہبی میدان کے ہر شعبہ میں انسانیت کی عموماً اور مسلمانوں کی خصوصاً ایسی خدمت فرمائی ہے اور ایسے کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں کہ جو ہمیشہ کے لیے یادگار اور ناقابل فراموش ہیں۔ آپ کے مکمل حالات زندگی مع کرامات پھلے ابواب میں بیان کئے جا چکے ہیں۔

حضرت سید صاحبِ حسینی قادریؒ کے وصال کے بعد آپ کے فرزند اکبر

سجادہ دوم | حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے مسند سجادگی کو بحیثیت سجادہ دوم

رونق بخشی۔

آپ تباریخ ۱۱ رمضان المبارک ۱۲۴۸ھ ۱۸۳۳ء تولد ہوئے اور تباریخ ۱۱ جمادی الثانی ۱۲۴۹ھ ۱۹۰۶ء وصال فرمائے۔

آپ نے ستائیس سال تک سجادہ ٹیکمال کی حیثیت سے بڑی خوبی کے ساتھ اپنی ذمہ داریوں کو سنبھالا۔ تنزک محبوبیہ دفتر سوم بلد دوم ۱۲۹۰ھ پر آپ کے حالات زندگی کا کچھ حصہ بھی درج ہے۔ آپ اس لحاظ سے بڑے خوش نصیب ہیں کہ حضرت پیر شاہ قادریؒ اور حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ دونوں بزرگوں کی خصوصی عنایت و شفقت آپ کے شامل حال تھی۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے وصال سے دو روز قبل جبکہ آدھی رات کا وقت تھا اور فیضانِ رحمت پورے جوش پر تھا اپنے فرزند اکبر حضرت سید احمد پاد قادریؒ کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا اور جملہ موردی علمی امانتیں اور نعمتیں سینہ بہ سینہ اپنے بڑے صاحبزادے میں منتقل فرمادیں۔ غالباً اسی کا نتیجہ تھا کہ اللہ عزوجل نے حضرت سید احمد پاد قادریؒ کو نہ صرف روحانی پیشوا اور صاحب تصرف جانشین بنایا بلکہ آپ کے اہل خاندان کو دنیا و دین کی دولتوں اور نعمتوں سے مالا مال فرمایا اور فرما رہا ہے خود حضرت سید احمد پاد قادریؒ کا زمانہ خوشی اور خوشحالی کا ایسا یادگار دور تھا کہ مقدس ٹیکمال کی تاریخ میں ایک سہرے باب کی حیثیت رکھتا ہے۔ آپ بڑے ذہین واقع ہوئے تھے اس لیے اول عمر ہی میں فارغ التحصیل ہو گئے اور اپنے والد ماجد کی خصوصی نگرانی میں سلوک کی تکمیل فرمائی آپ کی عمر صرف گیارہ سال کی تھی تو ۱۲۵۹ھ ۱۸۴۲ء میں آپ کے والد بزرگوار نے آپ کو خرد و خلافت عطا فرمایا۔

آپ کے ۲۷ سالہ دور سجادگی میں ہزاروں افراد آپ کے حلقہ ارادت میں داخل ہوئے آپ کے دور میں مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کو بڑی ترقی حاصل ہوئی آپ نے وسیع زمین

حاصل فرمائیں اور ٹیکال بھر میں امیر ترین زمینداروں میں آپ کا شمار ہونے لگا۔ ریاستی حکومت کے وزراء و عہدہ داران بالائی نظروں میں آپ کی وقعت و عزت بہت تھی چنانچہ سر سالار جنگ وزیر اعظم آپ کے خطوط کے جوابات بڑے احترام کے ساتھ فوراً مرحمت کرتے تھے۔ ۱۳۲۵ھ م ۱۹۰۶ء میں جب آپ مرض سرطان (کینسر) سے بیمار ہوئے تو آپ کے صاحبزادے سید حسینی پادشاہ قادریؒ کی کوششوں سے مہاراجہ کرشن پرشاد نے جو آپ کے معتقدین میں سے تھے ذریعہ مراسلہ نشان ۵۳۳۳ مجریہ امراداد ۱۳۱۶ھ ناظم طبابت کو اور انھوں نے ذریعہ مراسلہ نشان ۵۳۳۳ مجریہ امراداد ۱۳۱۶ھ آپ کے علاج معالجہ کے لیے خصوصی طور پر جوگی پیٹھ کے سرکاری ڈاکٹر محمد حنیف کو اپنے دواخانے کے ساتھ عارضی طور پر ٹیکال منتقل ہونے کے احکامات جاری کئے ڈاکٹر موصوف نے آپ کی پشت پر بڑی عمدگی اور مہارت کے ساتھ آپریشن (عمل جراحی) کیا لیکن آپ کا اسی مرض میں وصال ہو گیا۔

”واصل حق گشتہ احمد پادشہ“
 ہجری مادہ تاریخ از قاضی محمد مظفر الدین علی
 ۲۵ ۱۳ ۵۰

آپ کے انتقال پر اعلیٰ معززین و عہدہ داروں کی جانب سے تعزیتی خطوط وصول ہوئے بعد میں آپ کے مزار مبارک پر خوبصورت گنبد تعمیر کی گئی۔

آپ کی زوجہ اول آپ ہی کے بہنوئی خواجہ قیام الدین صدیقیؒ کی ہمیشہ تعین جو اپنے اکلوتے فرزند سید محمد حسینی پادشاہ قادری کے تولد ہونے کے سات دن بعد ہی انتقال کر گئیں۔ آپ کی زوجہ دوم کے بطن سے تین صاحبزادے سید نور الدین حسینی قادریؒ سید محمود پادشاہ قادری اور سید عبدالرزاق قادریؒ نیز ایک دختر زہرا بی زوجہ حضرت حفیظ الدین قاضی پر بھنی تھے۔

حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کے بعد آپ کے فرزند اکبر حضرت سید حسینی

سجادہ سوم | پادشاہ قادریؒ ۱۳۲۵ھ م ۱۹۰۶ء میں مسند سجادگی پر تیسرے سجادہ

کی حیثیت سے متمکن ہوئے آپ کا نام ”محمد“ لقب ”حسینی پادشاہ“ اور ”مخلص“ عقیل“
 عطاء ارادت مند شیخ احمد مرحوم انعام دار ٹیکمال نے اپنی کتاب موسوم بہ تاریخی نام
 ”رہیمہ تقدس شامہ“ میں حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کے اکثر حالات جمع کئے ہیں
 جس کی فارسی عبارت کے اردو ترجمہ کا کام مولف ہذا نے تقریباً مکمل کر دیا ہے اور
 انشاء اللہ یہ کتاب بھی عنقریب زیور طبع سے آراستہ ہو کر ہدیہ شائقین کی جابجائی
 یہاں اس کا مختصر اجمالی خلاصہ پیش کیا جاتا ہے۔

سید حسینی پادشاہ قادری تاریخ ۲ محرم ۱۲۶۹ھ (م ۱۸۵۳ء) بروز یکشنبہ
 بوقت فجر تولد ہوئے آپ ابھی سات دن کے ہی تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ کا سایہ
 شفقت سر سے اٹھ گیا۔ جس کے بعد آپ کی دادی صاحبہ کی راست نگرانی میں بڑے
 ناز و نعم سے آپ کی پرورش ہوئی۔

پورے خاندان کے نور نظر تھے اور مریدین و متوسلین میں قابل قدر و تعظیم سمجھے جاتے
 تھے۔ آپ کی تعلیم و تربیت مدرسہ حسینیہ کے علاوہ آپ کے جدا مجد حضرت سید صاحب
 حسینیؒ کی خصوصی دلچسپی سے ہوئی اور عقوڑے ہی عرصہ میں علوم ظاہری و باطنی کی
 تکمیل کر لی۔ کسنی سے ہی کشف و کرامات کا آغاز ہو گیا۔ ۱۲۸۵ھ (م ۱۸۶۹ء) پر صرف
 سترہ سال کی عمر میں ہی اپنے جدا مجد سے آپ نہ صرف خرقہ خلافت سے ممتاز ہوئے
 بلکہ اپنی ذاتی لیاقت اور علمی قابلیت کے سبب ریاستی حکومت کے سرشتہ تعلیمات
 میں پہلے بحیثیت مدرس آپ کا تقرر عمل میں آیا۔ اس کے بعد اپنے تیس سالہ سرکاری
 ملازمت کے دوران شعبہ نظم و نسق اور صرف نفاذ مبارک میں اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں
 پر فائز ہوئے۔

۱۲۹۸ھ (م ۱۸۸۱ء) میں حضرت سید صاحب حسینیؒ کے پہلے عرس شریف کے موقعہ
 پر حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے اپنے فرزند اکبر حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ

کو ٹیکمال میں اپنا جائشین کرنے کا اعلان عام بھی فرمایا۔

۳۵ سال کی عمر میں اپنی دونوں دادیوں، اپنے چچا حضرت سید معروف قادریؒ اپنے ماموں حضرت خواجہ قیام الدین صدیقیؒ، برادر عمر اور حضرت سید محمد پادشاہ قادریؒ کے علاوہ اپنی دونوں ازواج اور چار خادین کے ساتھ حج و زیارت کے لیے حرمین شریفین تشریف لے گئے جہاں آپ کی مشفقہ بڑی دادی صاحبہ کا مکہ معظمہ میں انتقال ہو گیا اور قبرستان جنت المعلیٰ میں تدفین عمل میں آئی۔

آپ کو ایک فرزند اور تین دختران تولد ہوئے لیکن فرزند اور پہلی دختر پیدا ہوتے ہی انتقال کر گئے۔

آپ نے تعمیری اور رفاه عام کے جو کارہائے عظیم انجام دیے ہیں وہ ناقابلِ فراموش اور آج تک یادگار ہیں مثلاً بلدہ حیدر آباد میں اپنے سکونتی محلہ ملک پٹھ میں پختہ خوبصورت حسین مسجد لب سڑک تعمیری جس میں کشادہ حوض بھی بنوایا اس کے علاوہ ہزار آب باؤلی خانقاہ اور مکانات بھی تعمیر کروائے اور باغ لگوئے۔

موضع پداپور میں بھی مسلمانوں کے محلہ میں عایشان مسجد اور باؤلی بنوائی جو گچ پٹھ میں بھی ایک مسجد بنوائی جہاں کہ آپ کے جد اعلیٰ الہ آباد سے تشریف لاکر کچھ قیام کے بعد وصال فرمائے اور وہیں مدفون ہیں۔ حسن محمد پٹی میں کنواں، بادشاہ پور و سینی پور میں بھی یاؤلیاں، مہالاب، باغ و عالی شان مکان تعمیر کروائے خود ٹیکمال میں بھی بڑی باؤلی تعمیر کروائی۔ تقریباً تیرہ ۱۱۳ سال تک سجادگی ٹیکمال پر فائز رہے لیکن اس دوران زیادہ قیام بلدہ حیدر آباد میں ہوا کرتا تھا صرف اعراس کے موقعوں پر ٹیکمال تشریف لاتے۔ باقی انتظامات ملازمین و مگران کار کے سپرد کر دیئے گئے جس سے ٹیکمال کی تاریخ نے پلٹا کھایا۔ کیوں کہ اس کے بعد کے سجادگان صاحبان نے بھی حیدر آباد ہی کو اپنا مستقر

آپ کا وصال ۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء کے اواخر میں حیدرآباد میں ہی ہوا۔ اس زمانہ میں آپ کے جد خاکی کو فوراً ٹیکمال منتقل کرنے کے لیے معقول سہولتیں فراہم نہیں تھیں۔ اس لیے آپ کے جسم کو خاص مصالحوں کے ذریعہ حیدرآباد میں سونپ کر محفوظ رکھا گیا جس کے چودہ (۱۴) مہینوں بعد ٹیکمال لایا گیا اور تدفین عمل میں آئی۔ بعد ازاں گنبد بھی تعمیر کیا گیا۔

حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کی چوں کہ کوئی اولاد نرینہ نہیں تھی

سجادہ چہارم | اس لیے ان کے وصال پر سجادگی کے لیے آپ کے برادران صاحبان مستحق قرار پائے لیکن برادرِ حرم حضرت سید نور اللہ حسینی قادریؒ چوں کہ حکومت میں اول تعلق داری کے عہدہ پر سرکاری ملازمت میں تھے اس لیے انھوں نے اس ذمہ داری کو قبول نہیں کیا لہذا آپ سے چھوٹے برادر حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ چوتھے سجادہ ٹیکمال مقرر ہوئے لیکن سوء اتفاق سے بہت جلد اوائل ۱۹۲۰ء ۳۳۸ھ میں ہی حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ سجادہ ہونے کے چار ماہ کے اندر اندر انتقال فرما گئے۔ آپ کا مزار ملک پیٹھ میں حسینی مسجد سے متصل قبرستان میں واقع ہے۔ آپ کی اولاد کی تفصیل آگے کے باب میں درج ہے۔ ۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء یعنی ۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء کے درمیان

کا زمانہ خاندان ٹیکمال کے لیے بڑا اندوھناک ثابت ہوا کیوں کہ تقریباً سات ماہ کے قلیل عرصے کے دوران خاندان کے تین اہم مہرے جاتے رہے اس طرح کہ حضرت سید حسینی قادریؒ کے وصال کے صرف چار ماہ بعد حضرت سید نور اللہ حسینی قادریؒ بھی عالم جاودانی کو کوچ کر گئے جن کا بھی مزار ملک پیٹھ کے قبرستان میں ہے۔ اور اس سانحہ کے تقریباً چالیس روز کے اندر اندر ان سے چھوٹے برادر سید محمود پادشاہ قادریؒ بھی راہی جنت ہوئے۔

اس کے بعد ۳۳۸ھ ۱۹۲۰ء میں حضرت سید نور اللہ حسینی قادریؒ کے

سجادہ پنجم | فرزند اکبر حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ پانچویں سجادہ ٹیکمال مقرر ہوئے جس کی فوری برکت یہ ہوئی کہ آپ کا حکومت میں بحیثیت تحصیلدار تقرر

عمل میں آیا بالآخر آپ اول تعلقہ دار کے عہدہ سے وظیفہ حاصل فرمائے۔ بعد وظیفہ بھی آپ نظام کے سرخاص مبارک میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے۔ آعلحضرت آصف جاہ صاحب نے اپنے ایک فرمان کے ذریعہ آپ کو لواب حمایت نواز جنگ بہادر امیر پائیگاہ کا اتالیق نظم و نسق بھی مقرر فرمایا تھا۔ اسی اثنا میں آپ تھے مولف ہذا کے والد و مرشد حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قبلہؒ سے (جو مذہبی اتالیق امیر پائیگاہ ذریعہ فرمان آعلحضرت مقرر ہوئے تھے) حدیث تفسیر اور تصوف میں درس کے ذریعہ شرفِ علم حاصل کیا۔

الغرض دورانِ ملازمت اپنی سرکاری ذمہ داریوں کے سبب آپ درگاہ شریف ٹیکمال کی جانب خاطر خواہ وقت اور توجہ دینے کے موقف میں نہیں رہے۔ اس لیے حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کے فرزند چہارم حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ مقرر ٹیکمال ہی ملازمین پر نگرانی اور مراسم درگاہ شریف کی انجام دیکھتے رہے لیکن ۱۹۲۳ء م ۱۳۲۱ھ میں حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ کی اچانک وفات ہو گئی اور تدفین ٹیکمال ہی میں عمل میں آئی تو درگاہ شریف ٹیکمال کے انتظامات بالکلیہ ملازمین و نگران کاران کے ہاتھوں عمل میں آ گئے۔ نیز عام معیار زندگی میں قابلِ لحاظ اضافہ کے سبب درگاہ شریف کی سرگرمیاں بھی متاثر ہوئیں۔ دو کے بجائے مرث ایک ہی عرس ہونے لگا۔ مسجد اور گنبدوں کے سولے باقی عمارات وقتاً فوقتاً مرمت نہ ہونے کی وجہ سے بوسیدہ اور منہدم ہونے کے قریب ہو گئیں۔

لہذا سجادہ صاحب کے حینِ حیات ایک درگاہ سوسائٹی تشکیل دی گئی اور حیاتِ نواسیم کے تحت ٹیکمال کو نئی زندگی ملی جس کا سربراہ حضرت سید احمد صاحب قادریؒ کے سر پر تفصیلات آئندہ ابواب میں ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔

حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ نے بتاريخ ۶ شعبان ۱۳۹۷ھ م ۱۹۷۷ء بروز یکشنبہ بعد ظہر دہلی اہل کوئیک کہ اور ملک بیٹے کے قبرستان میں سپرد خاک کئے گئے۔

س طرح آپ تقریباً ۵ سال تک منہ سجادگی پر فائز رہے۔ مولف کا مستخرجہ ماہ
قطعہ تاریخ وفات در سنین ہجری و عیسوی آپ کے مزار پر نصب ہے جو درج ذیل ہے۔

یا غفار یا عزیز

وَبِحَسْبِ الْجَنَّةِ الْفَرْدَوْسِ بِالْطَّافِ اللَّهُ الْكَرِيمُ
۱۳ ۹۴ ۹

روز یکشنبہ ظہر کے وقت چھ شعبان کو
سال رحلت خلد سے ضواں نے اعظم سے کہا
ہو گئے واصل بحق یک سید والا صفت
احمد عبد القادر مرحوم عالی منزلت

۱۳ ۹۴

سجادہ ششم حضرت سید احمد عبد القادر حسینی قادریؒ کے انتقال پر آپ کے واحد
فرزند مولوی سید احمد نور اللہ صاحب قادری درگاہ شریف ٹیکمال کے چھٹے سجادے مقرر
ہوئے۔ آپ بتاریخ ۹ رجب ۱۳۵۰ھ م ۱۹۶۱ء تولد ہوئے اور بتاریخ ۱۲ رمضان ۱۳۹۶ھ
م ۲۲ اگست ۱۹۷۷ء بمقام نور اللہ منزل ملک پیٹھ آپ کی رسم سجادہ نشینی تکمیل پائی جب کہ
آپ کی دستار بندی لافنی المکرم حضرت سید شاہ رضا علی صاحب صوفی مدظلہ سجادہ نشین
محدث دکن نے فرمائی اس موقع پر ارکان خاندان کے علاوہ علماء و مشائخ و پیران
طریقت شریک تھے جن میں درگاہ شریف گلبرگہ حضرت خواجہ بندہ نوازؒ کے سجادہ بھگت
حضرت سید شاہ محمد محمد الحسینی صاحب بھی شامل تھے درگاہ شریف ٹیکمال کے موجودہ
سجادہ صاحب کو ما شاء اللہ صورت و سیرت میں اپنے اسلاف کے اوصاف حمیدہ و
اخلاق حسنہ ورثہ میں ملے ہیں اور سچے جانشین بننے کی پوری صلاحیتیں آپ میں موجود ہیں۔
درگاہ سوسائٹی کے دستوری صدر بھی ہیں۔ چونکہ اب تک آپ کی ساری دینی تعلیم کی
جانب مرکوز تھی اس لیے اپنے عم محترم حضرت سید احمد قادری صاحب کے زیر سرپرستی

وہدایت اپنی خدمات سجادگی انجام دے رہے ہیں۔ اب الحمد للہ آپ بدرجہ اول سائنس گریجویٹ اور فارغ التحصل ہو چکے ہیں اور آئندہ اپنی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوئے کے لیے اپنی پوری توجہ درگاہ شریف کی جانب دینے کے قابل ہو گئے ہیں اُمید ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ درگاہ شریف اور سوسائٹی کے جملہ انتظامات اپنی راست نگرانی میں بحسن و خوبی جاری رکھیں گے۔

خلافت و سجادگی کے مادہ ہائے تواریخ

فن تاریخ گوئی سے دلچسپی رکھنے والے صاحبان ذوق کے لیے ذیل میں عطاے خلافت و سجادہ نشینی سے متعلق چند مادہ ہائے تاریخی درج کئے جاتے ہیں۔

۱۔ حضرت پیر شاہ محمد معروف شاہد اللہ قادریؒ کو جب آپ کے پیر و مرشد حضرت سید امیاں قبلہؒ نے خلافت سرفرازی کو اس کا مادہ تاریخ (فیض رسال) ہے۔
۲۔ جب حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ نے حضرت سید صاحب حسینی تادمیؒ کو خلعت خلافت و سجادگی عطا فرمائی تو اس کا مادہ تاریخ (یک نظر بین) ہے (لیکن فرہنگ حسینی میں یہ سن ۱۲۴۲ھ درج ہے)

۳۔ جب حضرت سید صاحب حسینیؒ نے حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کو تاج خلافت و اجازت سجادگی سے نوازا تو اس کا مادہ تاریخ (فیض جاری کن ملام) ہے۔
۱۲۵۹ھ

۴۔ جب حضرت سید صاحب حسینی تادمیؒ نے حضرت سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ کو سترہ سال کی عمر میں خلعت خلافت سے عزت بخشی تو اس کا مادہ تاریخ (نسبہ اخیلفہ درگاہ شاہد) ہے۔
۱۲۸۵ھ

۵۔ جب حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے حضرت سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ کو اپنا جانشین فرمایا تو مصرع تاریخ (اے ولی کن فیض جاری دایمی) ہے۔
۱۲۹۶ھ

مندرجہ بالا پانچوں تاریخی مادے کتاب ”رقبہ تقدس شماسہ“ سے نقل کئے گئے ہیں اس کے بعد کے سجادہ صاحبان سے متعلق مادے ہائے تاریخی کی تکمیل مولف ہذا کی جانب سے ذیل میں کی جاتی ہے۔

۶. حضرت سید محمود یادشاہ قادریؒ کے سجادہ چہارم مقرر ہونے کا مادہ تاریخ
 ”نَقَدْنَا فَوْزًا عَظِيمًا“ قرآن مجید ہے۔
 ۱۳۳۶ھ

۷. حضرت سید احمد عبدالقادر حسینیؒ کے سجادہ پنجم مقرر کئے جانے کا مادہ تاریخ
 ”یَا یَٰ نَفِیْلَتِ“ قرآن مجید ہے۔
 ۱۳۳۸ھ

۸. مولوی سید احمد لڑ اللہ صاحب قادری کے سجادہ ششم مقرر ہونے کا مادہ تاریخ
 ”وَرَأَوْا فَتَالَكَ فِي كُرُوفٍ“ قرآنی آیت ہے۔
 ۱۳۹۶ھ

نماز میں نعمتوں کا خزانہ

رسول اللہؐ نے فرمایا خدا کی رضامندی، پیغمبروں کی سنت، فرشتوں کی محبت کا سبب، معرفت کا نور، ایمان کی جڑ، قبولیت دعاء و اعمال کا سبب، مال اور کمائی میں برکت کا موجب، خدا کے دشمنوں کے مقابلے کا ہتھیار، شیطان کے پیرا ہونے کی علت، سناوہی اور ملک الموت کے مابین شفیع، قیامت تک قبر کا چراغ، محشر کے دن سر کا سایہ اور تابی، بدن کا لباس، سناوہی اور دوزخی میں مضبوط آڑ، خدا کے سامنے حجت، ترازو میں بوجھل، پل صراط سے گزر جانے کا باعث اور جنت کی کنجی
 ”مَنَلَا“ ہے

ساتواں باب

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی اولاد

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی اولاد بھی علم ظاہری فیض باطنی کی دولت سے مالا مال اور اپنے علم و فضل اور دہد و تقویٰ میں یگانہ رو دکارتھی۔ حضرت اقدسؒ کو محل سے جملہ چھ (۶) صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئے۔ محل اول کے بطن سے تینوں صاحبزادے تھے جن میں سے پہلے صاحبزادے شیر خوارگی میں ہی ایک ماہ کی عمر میں وفات کر گئے۔ دوسرے دو صاحبزادوں کے نام حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ اور حضرت سید معروف عرف مرشد پادشاہ قادریؒ ہیں۔ محل دوم کے بطن سے تین صاحبزادے اور ایک صاحبزادی ہوئے جن میں سے بڑے صاحبزادے حضرت سید حسین پادشاہ قادریؒ (مولف کے حقیقی نانا) دوسرے حضرت سید محمدی الدین پادشاہ قادریؒ اور تیسرے حضرت سید قادر پادشاہ قادریؒ تھے جو ناکتھی اولاد ولد فوت ہوئے صاحبزادی کا نام حضرت صاحبزادی صاحبہ مختاریل میں اس کا خلاصہ بیک نظر لحاظ کیا جاسکتا ہے۔ آگے ان میں سے ہر ایک کا علیحدہ علیحدہ ذکر کیا جائے گا۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ

فرزند شیر خوار فوت

سید احمد یاد شاہ قادریؒ

سید معروف قادریؒ (عرف شدہ پاشا گاہ)

سید حسین یاد شاہ قادریؒ

سید محمد الدین یاد شاہ قادریؒ

سید عبدالقادر یاد شاہ قادریؒ لاہور فوت

صاحب بنی صاحبہ محل حضرت خواجہ محمد قیام الدین قادریؒ

حضرت اقدسؒ کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ایسی برکت عطا فرمائی کہ ۱۹۶۶ء کے اعداد و شمار کے مطابق آپ کا خاندانی سلسلہ چھٹی پشت تک پہنچ چکا تھا جن کے ارکان کی تعداد تقریباً سات سو (۷۰۰) تک جا چکی تھی جنہوں نے ہر صغیر ہند پاک کے علاوہ امریکہ، کینیڈا، برطانیہ، ایران اور مشرق متوسط کے کئی عرب ممالک وغیرہ میں ریاستی و مرکزی حکومت، اقوام متحدہ اور دیگر بیرونی ممالک کے مختلف محکمہ جات میں وزراء اول، تعلقدار، سیکریٹری، ناظم، صدر مہتمم، صدر محکمہ انجمنیئر ڈاکٹر، فوجی کرنل، کیپٹن، بینک منیجر، طبیب، مددگار منصف، تحصیلدار، پشیکار اور وکیل وغیرہ جیسے اعلیٰ سے اعلیٰ عہدوں پر فائز ہو کر ملک و ملت اور انسانیت کی خدمت کی اور کر رہے ہیں۔

اب ۱۹۸۵ء میں یعنی اس کے ۱۹ سال بعد اعداد و شمار جمع کئے جائیں تو یقیناً حضرت اقدسؒ کی مزید پشتیں آگے بڑھی ہیں جن کے افراد کی تعداد بلاشبہ ایک ہزار سے کہیں زیادہ متجاوز ہو گئی ہوگی۔ موجودہ زمانہ میں آپ کی تیسری پشت کے حضرات الحمد للہ بقید حیات ہیں جو خاندانِ نبویؐ میں بزرگ اور قابلِ احترام تصور کئے جاتے ہیں۔

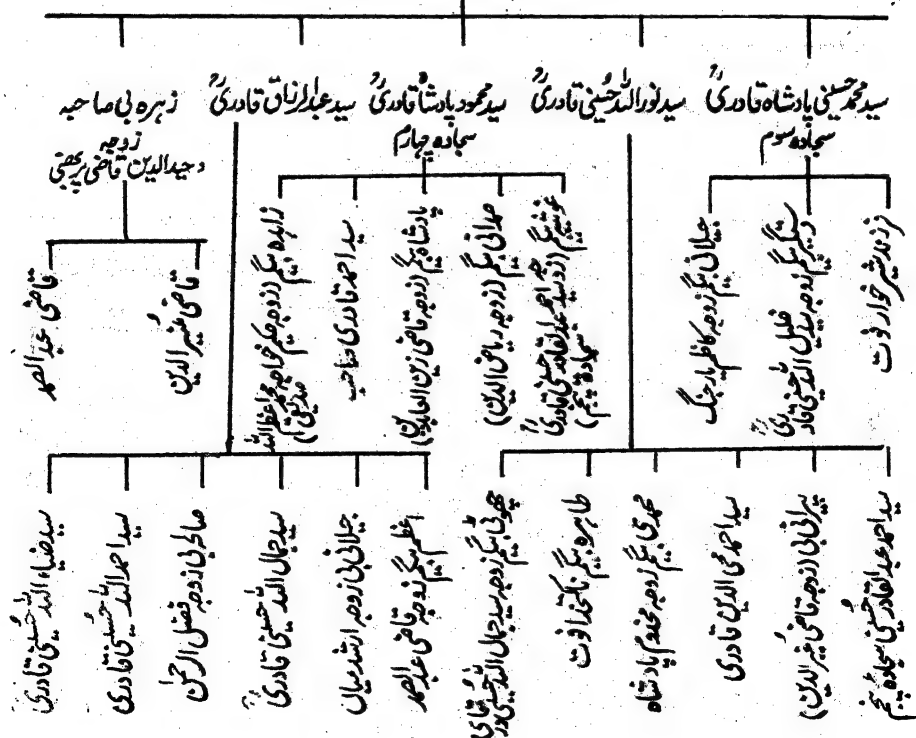
لہذا ذیل میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے فرزند ان دو دختر کا ذکر بھی کیلئے آگے

یہاں اس بات کا ذکر ہے محل نہ ہوگا کہ ”شجرہ غوثیہ ٹیکمال“ میں نامی کتاب میں چھ
پُشت کے افراد خاندان کے ناموں کی تفصیل شائع کی جا چکی ہے جس کے اعداد و شمار
۱۹۶۶ء تک لیے گئے تھے۔

آپ کے تفصیلی حالات بحیثیت سجادہ دوم درگاہ شریف
حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ

ٹیکال پچھلے باب میں دیئے جا چکے ہیں۔ البتہ یہاں آپ
کی اولاد کی تفصیل تیسری پشت تک معہ شجرہ نسب ذیل میں دی جاتی ہے۔

حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سجادہ دوم

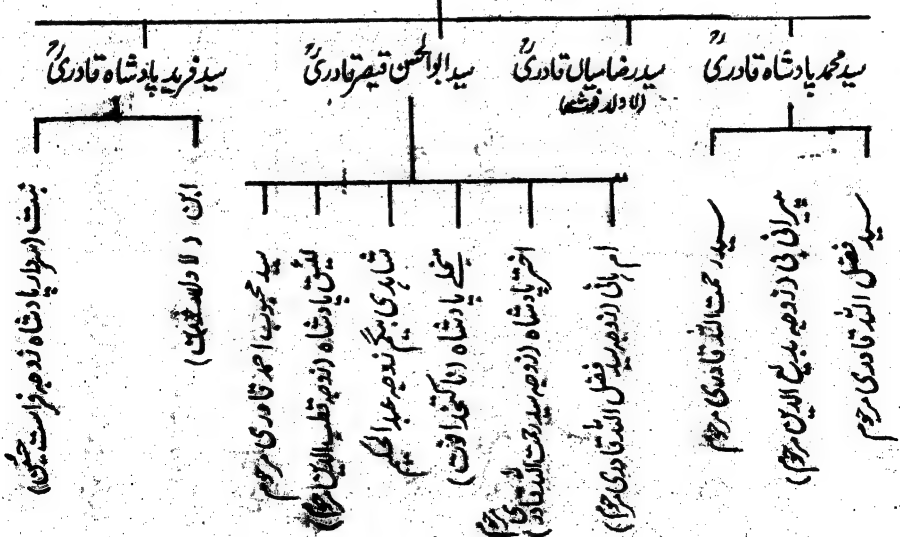


حضرت سید معروف قادریؒ | حضرت پیر محمد معروف شاہد اللہ قادریؒ کے اسم مبارک سے نسبت ظاہر کرتے ہوئے تبرکاً آپ کا نام سید معروف قادری رکھا گیا تھا لیکن عرفیت ”مرشد پادشاہ“ سے زیادہ مشہور تھے حج و زیارت حرمین شریفین کی سعادت حاصل فرمائی تھی علم و ادب سے خاص شغف رکھتے تھے۔ نثر اور نظم میں آپ کی تصنیفات بھی ہیں جن میں اسرار حسینی، کرامات حسینی اور ملفوظات حسینی وغیرہ کتابیں شامل ہیں اپنے والد ماجد سے خلافت حاصل تھی آپ کے کئی مریدین تھے۔ ۱۳۲۸ھ میں آپ کے وصال پر آپ کے برادر زادہ حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ نے جو قطعہ تاریخ وفات لکھا تھا اس کا آخری شعر یہ ہے ۔

گفتہ رضواں سن فوتش بہ عقل
شہ معروف یفروں رسید

۲۸ ۱۳ ۷۰

آپ کا نثر اٹیکال میں اپنے والد ماجد کے بازو جانب مشرق واقع ہے۔
تیسری پشت تک آپ کے چار فرزند ان کی تفصیل حسب ذیل ہے۔
حضرت سید معروف قادریؒ



حضرت سید صاحب حسینی قادری کے تیسرے صاحبزادے
حضرت سید حسین پادشاہ قادری عارف باللہ الحاج حضرت سید حسین پادشاہ قادری تھے

جو مولف کے حقیقی نانا ہیں۔ آپ بڑے صاحبِ ہوشاگر اور عالمِ باعمل تھے۔ بچپن سے ہی بڑے نیک شعار اور پاکیزہ اطوار واقع ہوئے تھے۔ مدرسہ حسینیہ ٹیکال میں فارغ التحصیل ہونے کے علاوہ اپنے والد ماجد سے بھی جملہ فروعی ظاہری و باطنی سے سرفراز ہو کر سلسلہ قادریہ و چشتیہ میں خلافت و اجازت سے ممتاز ہوئے جس کے بعد پہلے مدرسہ حسینیہ میں ہی معلم کے فرائض انجام دیئے بعد میں ٹیکال کے قریب ہی محکمہ تعلقداری میں خدمت سرشتہ داری پر تقرر عمل میں آیا جو فطرتاً آپ کو پسند نہ تھا نیز اپنے آباء و اجداد کی زہد و تقویٰ اور اللہ والی زندگی کا ہمیشہ خیال آتا رہتا لہذا چند روز بعد ہی یکایک آپ نے ملازمت ترک فرمادی اور خود بھی درویشانہ متوکل علی اللہ زندگی اختیار کر لی۔ اور آخر عمر تک اراضی انعامی دیپٹ جات پر ہی قانع رہے۔ علم و فضل میں یکتا تھے۔ عربی و فارسی زبان و ادب میں یدِ طولیٰ رکھتے تھے۔ اکثر علماء و فضلاء کی مجالس اور علمی طقوس میں شریک رہتے بلکہ میں حضرت انوار اللہ فالِ فضیلت جنگ بہادر بانی مامونہ نظامیہ کے اکثر مہمان رہتے جن سے آپ کا قریبی تعلق تھا۔ چنانچہ حضرت فضیلت جنگ اور دیگر علماء کرام کی جماعت کی معیت میں ہی آپ ادائی فریضہ حج و زیارت حرمین شریفین سے مشرف ہوئے دینیات اور استغنائی میں سب اہل فائدان میں ممتاز تھے۔ علیہ صراح ہونے کے علاوہ تقویٰ و پیریزگاری میں اپنی آپ نظر تھے چنانچہ آپ کے تقویٰ سے متعلق ایک واقعات بھی ٹیکال میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ ناشتہ میں آپ نے ابھی پہلا قہر پوری طرح تناول بھی نہ فرمایا تھا کہ فوراً دُک گئے اور اپنے خادم کو طلب کر کے دریافت فرمایا کہ ناشتہ کا سودا کہاں سے لایا تھا۔ سچوں کی خدمت میں رہنے والے خادم نے بھی سچ سچ بتلایا کہ بازار میں ترکاری دستیاب نہ ہوئی تو قریب ہی واقع کسی کے کھیت سے بلا اجازت و بلا ادائی قیمت بھیجا جو توڑ لایا

تھا اور اسی کا سالن ناشتہ میں پیش کیا گیا۔ آپ بہت ناراض ہوئے اور جو کچھ تھوڑا سا لقمہ حلق کے نیچے جا رہا تھا معدہ میں جاتے اور جزد بدن ہونے سے قبل ہی فوراً اپنی انگلیوں کی مدد سے حقہ کر کے سب نکال دیتے یہ ہے اللہ والوں کی بصیرت کہ زبان پر لقمہ رکھتے ہی احساس ہو گیا کہ لقمہ حلال نہیں بلکہ حرام اور مشکوک ہے اور پھر تقویٰ کا یہ عالم کہ حرام لقمہ ہونے کا پتہ چلتے ہی حقہ کر کے سب نکال دیتے کیوں کہ حدیث شریف میں ہے کہ صرف ایک حرام لقمہ چائیں برس کی عبادت کے نوافل اثرات کو غارت اور برباد کر دیتا ہے۔ جن کے جسم میں ایک ایک قطرہ خون کی تیاری میں اکل حلال اور پاکیزگی کا یہ اہتمام ہے تو ان کی صفات کی پاکیزگی اصرار کی روح کی بلندی کا عالم کیا ہو گا؟

فن تعویذات اور عملیات میں حضرت کو درک کامل تھا۔ آسیب و سحر کے شکار ہزاروں مریض آپ کے علاج و دعاء سے فیضیاب ہو کر شفا پائے۔ ٹیکمال سے ہی قریب قصبہ اندول ضلع میدک میں واقع ایک شاندار قطب شاہی مسجد ہے جو زمانہ دراز سے غیر آباد تھی جس میں دن کے وقت بھی لوگ داخل ہونے سے ڈرتے تھے کیوں کہ یہ مشہور تھا کہ مسجد کے اندر عرصہ سے ایک بڑا طاقتور جن غرورکش ہے جو کسی کے بھی داخلہ پر مانع و مڑام ہوتا اور جس کو دور کرنے کے لیے کئی بڑے عالی ناکام اور عاجز ہو چکے تھے حضرت سیدین پادشاہ قادریؒ نے اپنے فدا داد رومانی تصرف و قوت کے ذریعہ اس مسجد کو جن کے تسلط سے آزاد فرمایا اور خود کئی سال تک اسی مسجد اندول کو اپنی عبادات و مجاہدات اور مراقبات کا مرکز بنا کر آباد فرمادیا جو آج تک پنجگانہ بانگ و صلوٰۃ سے آباد ہے۔ اسی مسجد کے اندر صحن میں باؤلی کے قریب جانب مشرق فصیل سے متصل آپ کے محل سوم (سوم کی حقیقی نانی) کا مزار شریف آج تک موجود ہے جس کے متعلق کتاب ”جمع السلاسل“ میں یہ کرامت نقل کی گئی ہے کہ دفن کے چھ ماہ بعد پتھر کی ایک پل گر کر ٹوٹ گئی جس کی وجہ سے مزار کی درستی اور ترمیم کی ضرورت پیش آئی۔ اس موقع پر موجود سب لوگوں نے بحشم خود شاہد

کیا کہ نقش مبارک پھول کی طرح بالکل تر و تازہ تھی اور کفن پر تک کسی قسم کا دھبہ نہ پایا گیا۔
حضرت سید یسین پادشاہ قادریؒ کی تین اذواق تھیں۔ زوجہ اول منشی محمد صدیق
المخاطب نواب صدیق یار جنگ بہادر عہدہ دار ملکی کی اکلوتی صاحبزادی تھیں جو کچھ عرصہ
بعد لا دلہ انتقال کر گئیں۔

اس کے بعد آپ نے دوسرا عقد فرمایا اور زوجہ دوم سے تین صاحبزادیاں تولد ہوئیں
جن میں سے ایک کا عقد ڈاکٹر محمد محی الدین انصاری اسٹاٹ ڈاکٹر و مصاحب نواب طانت
جنگ بہادر معین الملہام سے اور دوسری صاحبزادی کا عقد حیر حسین ولد نواب مازق جنگ افرو
سرکار عالی کے ساتھ انجام پایا۔ دودختر تو حضرتؒ کی زندگی میں ہی وفات پا گئیں البتہ زوجہ
محترمہ اور دختر کلاں حضرتؒ سے کچھ عرصہ بعد انتقال فرمائیں۔

چوں کہ آپ کو اولاد نرینہ نہیں تھی۔ اس لیے آپ نے مزید ایک عقد فرمایا۔ اور آپ
کی زوجہ سوم حضرت سید شاہ امین اللہ محمد محمد حسینی کی صاحبزادی تھیں جو قصہ بہا نکل ضلع
میدک میں واقع درگاہ شریف حضرت سید محمود عرف شاہ عبدالرحمن محمد حسینی بخاری المشہور
مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے سجادہ نشین تھے۔ نیز موصوف حضرت سید شاہ ید اللہ محمد
محمد حسینیؒ سجادہ روضہ بزرگ گلبرگہ شریف (اولاد حضرت خواجہ دکن بندہ نواز گیسو دراز
گلبرگہ شریف) کے ہمیشہ زادے بھی تھے۔

زوجہ سوم کے بطن سے حضرت سید یسین پادشاہ قادریؒ کو تین فرزند اور تین دختر
ہوئے۔ فرزند کلاں سید کلیم اللہ حسینی قادری اور فرزند خور د سید عبدالرحمن حسینی قادری نیز
دو صاحبزادیاں جن میں سے ایک صاحبزادی سید عبداللہ صاحب متوطن میدک کو منسوب
ہوئی تھیں یہ سب اپنے والد ماجد کے حین حیات ہی وفات پا گئے۔ البتہ منجملہ فرزند حضرت
سید ندیم اللہ حسینی قادریؒ اور چھوٹی صاحبزادی حضرت ام الخیر فاطمہ بیگم (مولف کی والدہ
ماجدہ) عرف بنی باجو حضرت والدی و مرشدی سید شاہ احمد علی صوفی قبلہ محدث دکن کو منسوب

ہوئیں دونوں اپنے والد ماجد کے وصال کے بعد عرصہ دراز تک بقیہ حیات رہے اور ان ہی دونوں سے حضرت سید یسین پادشاہؒ کی آل و اولاد جاری ہے۔

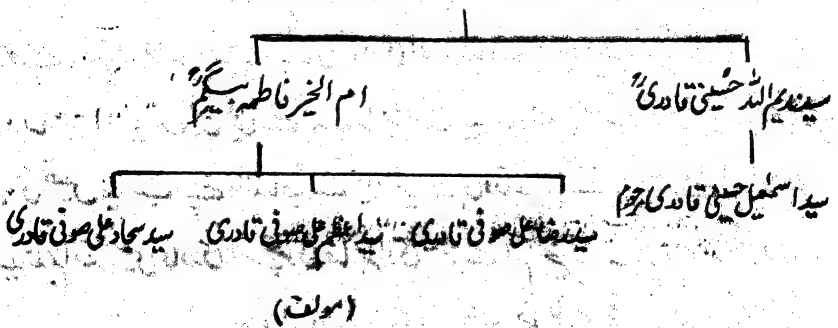
عارف باللہ حضرت سید یسین پادشاہ قادریؒ مشائخ ٹیکمال و پیر طریقت کی حیثیت سے زیادہ مقبول ہوئے آپ کے مریدین و طالبین کی بڑی تعداد ٹیکمال و میدک کے اطراف و اکناف اور بلدہ حیدرآباد کے علاوہ در دور تک موجود ہے آپ نے بتاریخ ۳ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ م ۱۳۲۲ھ م ۱۹۱۴ء بروز چہار شنبہ بعد مغرب وصال فرمایا۔ آپ کا مزار انور ٹیکمال میں حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ کے پائوں میں واقع ہے۔ آپ کے برادر زادہ حضرت سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ عقیل سجادہ سوم درگاہ شریف ٹیکمال نے اپنے عم مکرم کے وصال پر سن فسل میں جو قطعہ تاریخ لکھا تھا وہ آج تک مزار کے سر پہانے نصب کردہ سنگ سفید پر اس طرح کندہ ہے۔

عموی من ز جہان و شانی کہ در حلت چو سوئے خلدیریں
سن نصیلش رقم کرد عقیل دَخَلَ الْجَنَّةَ سید یسین

۲۲ ت ۱۳

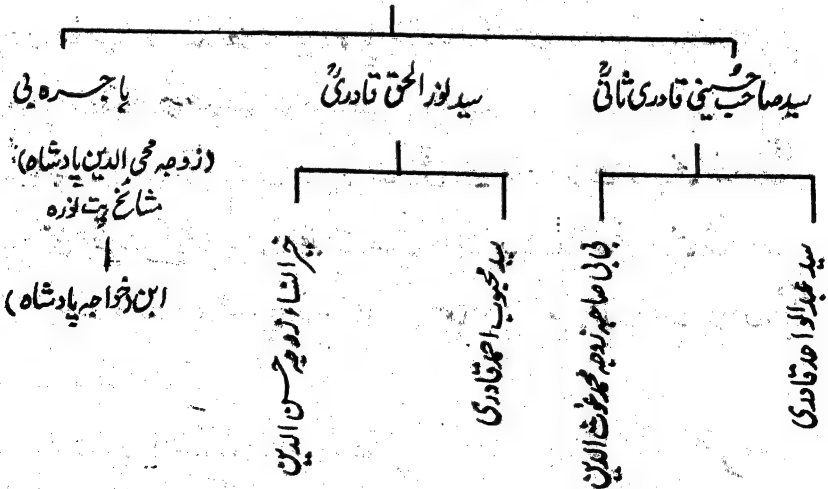
حضرت سید یسین پادشاہ قادریؒ کی موجودہ آل و اولاد آپ کے ایک صاحبزادے اور ایک صاحبزادی سے جاری ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

حضرت سید یسین پادشاہ قادریؒ



مدرسہ حسینیہ ٹیکمال سے فارغ التحصیل ہوئے
 حضرت سید محی الدین پادشاہ قادریؒ
 میر محبوب علی خاں بادشاہ کے دور میں لواب
 سالار جنگ کو جب سرکاری مدرسین کے تقرر کی ضرورت پیش آئی تو چونکہ مدرسہ حسینیہ
 ٹیکمال اپنے لائق فرزندان کے لیے بہت شہرت رکھتا تھا اس لیے لواب صدیق یا جنگ
 بہادر منشی سلطنت آصفیہ کو (جو آپ کے بڑے برادر حضرت سید حسین پادشاہ قادریؒ کے
 خسر محترم بھی تھے) سالار جنگ کا حکم ہوا کہ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے فائدہ دانی
 افراد کا مدسی کی جائیدادوں پر تقرر کریں۔ منشی صاحب موصوف نے جب سالار جنگ کی
 یہ درخواست حضرت اقدسؒ کی خدمت میں پہنچائی تو حضرت اقدسؒ نے دیگر فائدہ دانی ارکان
 کے ساتھ حضرت سید محی الدین پادشاہ قادریؒ کو بھی نامزد فرمایا جس کے بعد آپ کا ٹیکمال
 ہی میں سرکاری مدسی کی جائیداد پر تقرر کیا گیا۔ آپ کو دو صاحبزادے اور ایک صاحبزادی
 تھی جن کی تفصیل تیسری پشت تک حسب ذیل ہے۔

حضرت سید محی الدین قادریؒ



حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے صاحبزادوں میں سے چھوٹے حضرت سید عبدالقادر پادشاہ قادریؒ تھے

جو لاولد وفات پا گئے۔

حضرت آدین کی واحد دختر | حضرت صاحب حسینی قادریؒ کی واحد صاحبزادی
حضرت صاحبی بنی صاحبہؒ حضرت شاہ خواجہ محمد قیام الدین

صدیقیؒ کے عقد میں دی گئیں جو قصبہ ڈرکی تعلقہ بالنسوارہ ضلع نظام آباد کے یو سیہ
دارانجام دار اور وطن دار حضرت غلام محمد صدیقی عرف مراد میاں کے فرزند تھے۔
سر سالار جنگ کے حکم سے حضرت خواجہ قیام الدین صدیقیؒ کا تقرراً انھیں کے وطن تعلقہ
بالنسوارہ میں سرکاری مدرسی کی جائیداد پر عمل میں آیا تھا۔

۱۔ حضرت خواجہ محمد قیام الدین صدیقیؒ کی حقیقی ہمیشہ آپ ہی کے برادر نسبتی حضرت
سید احمد پادشاہ قادری سجادہ دوم ٹیکمال کی زوجہ اول تھیں۔ اس کے بعد آئندہ پشتوں
میں بھی ان دونوں بزرگوں کے خاندانی افراد کے درمیان ازدواجی تعلقات مزید
مستحکم سے مستحکم ہوتے گئے جن کا سلسلہ آج تک بھی جاری ہے۔ چنانچہ

۲۔ حضرت صاحبی بنی صاحبہ اور حضرت خواجہ محمد قیام الدین صدیقیؒ کی صاحبزادی
”شہزادی صاحبہ“ کا عقد حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سجادہ دوم کے فرزند حضرت
سید محمود پادشاہ قادریؒ سجادہ چہارم سے انجام پایا۔

۳۔ حضرت خواجہ محمد قیام الدین صدیقیؒ کے حقیقی منجلی برادر حضرت خواجہ محمد مخدوم صدیقیؒ
کے نبیرہ یعنی حضرت حکیم خواجہ محمد اعظم اللہ صدیقیؒ (ابن حضرت حافظ خواجہ محمد شاہ اللہ
صدیقیؒ) کا عقد حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ سجادہ چہارم ٹیکمال کی صاحبزادی زانہ بیگم
صاحبہ کے ساتھ ہوا۔

۴۔ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے نبیری زادہ (سولیف نیا) کو حضرت
حکیم خواجہ محمد اعظم اللہ صدیقیؒ کی دختر کلاں منسوب ہے۔

حضرت صاحبی بنی صاحبہ کی الحوتی دختر شہزادی صاحبہ کے منجلی تایا حضرت خواجہ محمد مخدوم صدیقیؒ نے

اپنے خاندانی انعامات و معاش کے لیے صاحب منتخب اپنی بھتیجی شہزادی صاحبہ کو
ہی بنادیا تھا۔

حضرت صاحبزادی صاحبہ اور خواجہ قیام الدین مدنی دونوں کے مزارات احاطہ
درگاہ حضرت لوز الدین شاہؒ ناپہلی حیدر آباد میں واقع ہیں۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے تحریر کردہ
خدمات اعراس کی فرزندان میں تقسیم [تلمی وصیت نامہ مرقومہ ارجادی الثانی ۱۲۹۲ھ

کے بموجب آپ نے اپنے حیات ہی درگاہ شریف ٹیکمال میں منعقد ہونے والے
مختلف اعراس کی خدمات کو اپنے پانچوں صاحبزادوں میں تقسیم فرماتے ہوئے ان کو علیحدہ
علیحدہ اس کا ذمہ دار قرار دیا تھا اور اس کے مصارف کے لیے سالانہ معمولات کے علاوہ
مستقل ذریعہ آمدنی کے طور پر زمینات و جائیداد بھی مختص و مقرر فرمادیئے تھے۔ چنانچہ
وصیت نامہ متذکرہ بالا کی رو سے خدمت عرس حضرت پیر شاہ الد قادریؒ کی ذمہ داری
فرزند بکر و سجادہ حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کو خدمت عرس دو از دہم شریف کی ذمہ داری
فرزند دوم حضرت سید معروف قادریؒ مرشد پادشاہؒ کو خدمت عرس یاز دہم کی ذمہ داری
فرزند سوم حضرت سید حسین پادشاہ قادریؒ کو خدمت عرس والدہ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ
کی ذمہ داری فرزند چہارم حضرت سید محی الدین پادشاہ قادریؒ کو اور خدمت عرس والدہ ماجدہ
حضرت سید صاحبزادی قادریؒ کی ذمہ داری فرزند پنجم حضرت سید عبدالقادر پادشاہؒ کو
تفویض فرمادی تھی۔

صلح پر مغفرت موقوف

ایک حدیث میں ہے کہ ہر پیر اور جعرات کو اعمال کی پیشی ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے شرکوں کو چھوڑ
کر صالحین کی مغفرت ہوتی رہتی ہے مگر جن دو شخصوں میں جھگڑا ہوتا ہے ان کی مغفرت کے متعلق
فرمایا جاتا ہے ان کو چھوڑ دے رکھو جب تک وہ صلح نہ کریں!۔

آٹھواں باب

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے

دیگر خاندانی رشتہ داروں میں علماء و پیران طریقت۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے خاندانہ سے قربت و رشتہ رکھنے والوں میں بھی جید علماء و دین اور صاحب سلسلہ پیران طریقت اور ولی صفت بزرگان دین گزرے ہیں جن میں متقدمین سے سرفہرست حضرت اقدسؒ کے ہمیشہ زادہ حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ مشائخ میدک ممتاز ہیں تو متاخرین میں مولف کے والد ماجد حضرت سید شاہ احمد علی صوفی قبلہ محدث دکن نمایاں ہیں اس جگہ ان بزرگوں کے بھی مختصر حالات درج کر دیئے جاتے ہیں۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی ہمیشہ حقیقی حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ تسلیم پیرانی بی صاحبہؒ زوجہ حضرت شیخ میراں عرف صاحب میاںؒ کا وصال خود ایک تاریخی واقعہ کی حیثیت رکھتا ہے جس کی تفصیل ابتدائی ابواب میں گزر چکی ہے اور جن کاملہ نمیکمال میں پیر شاہ اللہ قادریؒ کے گنبد کے پائین میں سیدھی جانب واقع ہے۔

حضرت پیرانی بی صاحبہؒ کے واحد فرزند حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ کی ولادت

در ماہ جمادی الثانی ۱۲۲۵ھ بمطابق ۱۲۱۳ء بروز شنبہ ہوئی۔ اپنی والدہ کے انتقال کے بعد آپ کی پرورش اور تعلیم و تربیت ٹیکمال میں ہی ہوئی جہاں آپ کے حقیقی ماموں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے آپ کو اپنی شخصی شفقت و عنایت سے علوم ظاہر و باطنی کے فیضان سے نوازا اور سلسلہ قادریہ میں خرقہ خلافت بھی عطا فرمائی۔ حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ کا آبائی سلسلہ نسب حضرت صوفی خواجہ حمید الدین ناگوری چشتی فلیفہ اعظم حضرت خواجہ معین الدین چشتی غریب نوازؒ تک پہنچتا ہے اور حضرت صوفی خواجہ ناگوریؒ کا شجرہ نسب سعید بن زیدؒ صحابی رسول عشرہ مبشرہ تک جا پہنچتا ہے۔

حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ مشائخ میدک سے تھے۔ لہذا اب فضل الدولہ بہادر شاہ دکن کی مسند نشینی کے بعد ۱۲۳۳ھ بمطابق ۱۸۱۹ء میں آپ کے نام مدد معاش (دوروپہ) یومیہ (ساتھ روپیہ) چلنی ماہانہ منظور ہوئی تھی۔

فارسی زبان میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ صاحب دیوان شاعر تھے تسلیم آپ کا تخلص تھا "حیات تسلیم" کے نام سے اردو میں آپ کا کلام طبع ہو چکا ہے۔ آپ نے تذکرہ حسینی نامی کتاب بھی تصنیف فرمائی تھی جس میں اپنے ماموں اور پیر و مرشد حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی کرامات قلم بند کی گئی ہیں آپ کی مصنفہ ایک اور کتاب، "وصیت التسلیم" مطبوعہ ۱۳۳۳ھ کا ایک نسخہ مولف ہذا کے کتب خانے واقع تصوف منزل یعقوب ہائیکورٹ میں موجود ہے جسے آپ کے فرزند شاہ محمود علی اللہ صاحب قادری اویس نے مولف کے والد ماجد کو ہدیہ پیش فرمایا تھا۔ جس میں شریعت و معرفت کے نصائح اور نکات و اشارات درج ہیں۔ حضرت شاہ غلام جیلانی قادریؒ کے کثرت سے مریدین و خلفاء تھے ان کے منجملہ حضرت مردان علی شاہ بھی تھے جو آپ کی خدمت میں چند روزہ کرغیوض باطنی سے سرفراز ہوئے اور آپ کے ہی ہاتھ پر طالب ہونے جس کے بعد ان کا کچھ اور ہی حال ہو گیا۔

بتاریخ ۳ شعبان ۱۲۰۶ھ بم ۱۸۹۰ء بروز دوشنبہ بعد ظہر ۲۳ برس کی عمر میں حضرت تسلیم جان بحق تسلیم ہو گئے اور دوسرے دن میدک میں ہی تدفین عمل میں آئی آپ میدک کے جس محلہ میں سکونت پذیر تھے وہ آپ ہی کے نام سے موسوم ہے اور آج بھی ”جیلانی گڑھ“ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے جہاں آپ کی تعمیر کردہ ایک ”مسجد جیلانی“ بھی موجود ہے۔ آپ کی دو ازواج تھیں۔ زوجہ اول سے دو فرزند لڑکے اور تین دختران ہوئیں لیکن سب آپ کے رب و ربوہی وفات پا گئے۔ محل دوم سے چار فرزند لڑکے اور دو دختران ہوئیں جن میں سے ایک دختر حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سجادہ دوم ٹیکمال کے فرزند حضرت سید نور اللہ قادریؒ کے عقد میں آئیں جن کے بطن سے حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ سجادہ پنجم ٹیکمال ہوئے۔ آپ کے فرزند ولی اللہ قادری صاحب ادیب مرحوم کی ایک صاحبزادی عظیم النساء بیگم صاحبہ برادر م حضرت سید احمد قادری صاحب مدظلہ کو منسوب تھیں جن کا چند سال قبل ہی انتقال ہوا۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے خال زادہ سے
حضرت سید احمد علی صوفی محدث دکنؒ وابستہ رشتہ داروں میں متاخرین سے ممتاز عالم دین و مرشد طریقت مولف کے والد ماجد و مرشد ارشد حضرت مفتی سید شاہ احمد علی صوفی قادری محدث دکن نور اللہ مرقدہؒ ہیں جن کی ذات گرامی محتاج تعارف نہیں اور جنہیں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے فرزند سوم حضرت سید بسین پادشاہ قادریؒ مشائخ ٹیکمال کی صاحبزادی منسوب تھیں۔ حضرت قبلہؒ ”فاندا ان صوفیہ“ کے ایک جلیل القدر اور باکمال بزرگ تھے۔ آپ کا شبی جی سلسلہ حضرت مجددنا غوث اعظم میر تقی میرؒ سے جاملتا ہے۔ آپ حضرت صوفی اعظم قادری قطب دکنؒ اگندہ واقع دریچہ لوابہر حیدرآباد کے فرزند اکبر و جانشین اور حضرت حکیم سید محمد سعید قادریؒ (روضہ صالحین علی آباد حیدر آباد)

کے نوا سے ہیں۔ آپ کی ولادت باسعادت ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۱۲ھ بمطابق ۱۹۹۵ء بروز
 چہار شنبہ بعد ظہر بمقام تصوف کدہ کبوتر خانہ قدیم ہوئی۔ ہجری مادۂ تاریخ ولادت
 ”جراغ حق“ ہے۔

”کنیت ابوالخیر“ اور ”تخلص صقی“ پہلے اپنے علم و فضل و ہد و تقویٰ اور اپنی کثیر تصانیف
 کے سبب نہ صرف برصغیر ہند و پاک بلکہ حرمین شریفین و دیگر بلاد اسلامی کے صوفیائے
 کرام اور علماء و محدثین میں ”سید الصوفیہ“ اور ”محدث دکن“ کے القاب سے آج تک بھی یاد
 کیے جاتے ہیں۔

حضرت محدث دکنؒ نے ابتدائی تعلیم ظاہری اپنے پدر بزرگوار اور حیدر آباد کے
 دیگر اساتذہ کرام حضرت غلام محبوب صاحبؒ اور حضرت سلطان حسن صاحبؒ مجدیؒ
 وغیرہ سے حاصل فرمائی۔

۱۳۲۳ھ و ۱۳۲۴ھ ۱۹۰۵ء و ۱۹۰۶ء میں اپنے والد محترم کے ہمراہ حرمین
 شریفین میں قیام فرمایا اور اس دوران نہ صرف دو مرتبہ حج بیت اللہ کی سعادت حاصل
 فرمائی بلکہ دو سال کے عرصہ میں حدیث، فقہ، عقائد و تصوف اور ادب و کلام وغیرہ
 جملہ علوم ظاہری و باطنی کی تحصیل حرمین شریفین کے اکابر علماء خصوصاً حضرت شیخ عبداللہ
 المنصوری مفتی مکہؒ حضرت شیخ صالح صدیقیؒ حضرت شیخ محمد سعید القعقاعی مکیؒ حضرت
 شیخ الخطباء احمد مکیؒ حضرت شیخ عبداللہ عودہ نابلسی مدنیؒ اور حضرت شیخ العرب سید احمد
 برزنجیؒ سے فرمائی۔ ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۶ء میں دکن واپس ہوئے تو حیدر آباد میں بھی بانی
 جامعہ نظامیہ ملک العلماء حضرت الوار اللہ خاں فضیلت جنگؒ اور بحر العلوم حضرت
 حبیب الرحمن بیدل سہارنپوری وغیرہ سے علمی استفادہ کرتے ہوئے جملہ علوم و فنون بشمول
 تفسیر حدیث و فقہ منطق، کلام انشاء اور ادب وغیرہ میں مہارت تامہ حاصل فرمائی۔
 علوم باطنی، سلوک و تصوف اور حقائق و معارف پر اپنے والد بزرگوار حضرت

قطب دکن کے زیر سایہ کامل عبور حاصل فرما کر ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۵ء میں جمع السلاسل میں خلافت و اجازت سے مستطاب ہوئے اور اپنے والد ماجد کی زندگی میں ہی رشد و ہدایت اور تصنیف و تالیف کی مسند پر متمکن ہوئے۔ خاندانی نسب و حسب سے تو آپ "حسنی حسینی قادری" ہیں لیکن طریقت میں آپ کو چاروں مشہور و معروف قادریہ چشتیہ، سہروردیہ اور نقشبندیہ سلسلوں کے علاوہ مجددیہ اور شاذلیہ وغیرہ دیگر سلاسل میں بھی اجازت و خلافت حاصل ہونے کے سبب آپ "جمع السلاسل" ہیں۔ اپنے والد ماجد کے ساتھ آپ نے اپنے قیام مدینہ منورہ میں شیخ الدلائل وقت حضرت محمد امین بن سید احمد رضوان سے دلائل الخیرات کی خصوصی اجازت حاصل فرمائی اور دکن میں خود شیخ الدلائل تھے کیوں کہ آپ کے اجداد میں حضرت سید امیر علی صوفی قدس سرہ کو مصنف دلائل الخیرات حضرت شیخ عبداللہ بن سلیمان جزولی سے ملاقات کرتے اور بالمشاذ اجازت لینے کا شرف حاصل تھا۔ اس طرح اپنے والد ماجد سے خاندانی اجازت دلائل الخیرات بھی علیحدہ حاصل تھی۔

حضرت محدث دکن "دارالافتاء صوفیہ" کے بانی اور ماہنامہ جات "صوفی اعظم" و "خواتین" کے مدیر اعلیٰ و مالک تھے۔ اس کے سوا آپ ایک بلند پایہ ادیب اور بالغ فطرت مصنف و مولف بھی تھے۔ آپ کی بے شمار تصانیف و تالیفات مختلف علوم و فنون پر مشتمل ہیں۔ جن میں تفسیر صوفی، مقدمہ العلم، فتاویٰ صوفیہ، مثانی الصوفیہ، حمایت العقیدہ عقیدۃ الصوفیہ وغیرہ عربی، فارسی اور اردو میں کئی ایسی معرکتہ الآراء تصانیف شامل ہیں جو آپ کے بحر علمی کی آئینہ دار ہیں۔ نین نستعلیق میں وہ کمال حاصل تھا کہ آپ کی خوش خط تحریر کی ہر سطر گویا موتیوں کی لڑی دکھائی دیتی تھی۔ حضرت قبلہ کو اعظم حضرت آصف سابع مرحوم نے اپنے خصوصی فرمان کے ذریعہ نواب حمایت نواز جنگ پھارہ امیر پائیگاہ خورشید جاہی کا استاد و تالیق نامزد فرمایا تھا۔

آپ کے بے شمار تلامذہ و متوسلین ہندوستان اور کئی بلاد عرب و مغرب میں ہیں جن میں حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادری سجادہ پنجم ٹیکمال کے علاوہ استاذی تارخی عشق شیخ القراء شیخ سالم صاحب عمودی صوفیانی عم فیفہ حکیم مسیح الدین صاحب صوفی مرحوم، ڈاکٹر تجمل علی خاں مرحوم، ڈاکٹر حمید اللہ صاحب، محمد خیر الدین صوفیانی ایڈیٹر مرحوم وغیرہ کئی اصحاب شامل ہیں۔

۱۳۶۵ھ ۱۹۴۶ء میں حضرت محدث دکنؒ نے تیسری بار حج و زیارت حرمین شریفین کا شرف حاصل فرمایا جبکہ وہاں موجود کئی شیوخ و علماء محدثین نے آپ سے فیضان حاصل کیا اور بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ جامعہ ازہر مصر کے مشہور اسکالر اور پروفیسر وقت علامہ سید محمود اسماعیل المیرغنی المصری نے (جن کے کئی جن تک مرید تھے) اسی موقع پر مسلسل چائیس دن تک آپ سے تصنیع و تبلیغ عربی میں علمی بحث و مناظرہ کے بعد بالآخر آپ ہی کے حلقہ ارادت و فادمی میں شریک ہو کر خلافت سے ممتاز ہوئے انھوں نے اس موقع پر حضرت قبلہؒ کی شان میں فی البدیہہ عربی قصیدہ لکھ کر پیش فرمایا جو فصاحت و بلاغت اور قرآنی تلخیصات کا ایک نایاب مرتع ہے۔

آپ و عظم و خطابت میں ملک الکلام تھے۔ آپ کی مجلس و عطا و تلقین میں شائقین اور اہل وجد و حال کا بکثرت ہجوم رہتا تھا و عظم میں ایسی نمکتہ سنجیاں بیان فرماتے کہ اہل علم و ذوق سر دھننے لگتے۔ ۱۳۵۳ھ ۱۹۳۴ء میں مدراس میں سمندر کے کنارے پرنس آف آرکاٹ سر غلام محمد علی خاں کے زیر صدارت منعقدہ عظیم الشان جلسہ میلاد النبیؐ میں حضرت قبلہؒ کا بصیرت افزا و عظم جب ختم ہوا تو پیر وادار طالیان حق کی وارفتگی کا یہ عالم تھا کہ تقریباً ڈھائی ہزار نفوس نے وہیں آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی سعادت حاصل کی اور علمائے مدراس نے آپ کو "افضل العلماء" کا خصوصی خطاب پیش کیا۔

سچے عاشق رسول تھے۔ آخر دم تک ذکر مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا سنا

جاری رہا جو زندگی میں آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ اپنے وصال سے صرف چار روز قبل بادشاہی عاشورخانہ کے عظیم الشان سالانہ جلسہ میلاد النبی میں اپنے تاریخی و لحاظ کے دوران آپ نے علی الاعلان فرمادیا کہ یہ ہماری آخری مجلس سالانہ ہے۔

تین دن کی مختصر علالت کے بعد ۱۵ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ ۱۹۴۹ء کی شام آپ نے دن اور تاریخ دریافت فرمائی اور سب کو ضروری وصیتیں فرمانے لگے۔ مرید ہونے کے متنی بیسیوں منتظرین کو زمانہ میں علیحدہ علیحدہ اجتماعی طور پر داخل حلقہ ارادت فرمایا۔ عشاء کے بعد گھر کی کیفیت ہی بدل گئی۔ سارے درو دیوار غیبی طور پر بقیۃ الاربن گئے اور خوشبو کی مہک پر مہک آنے لگی۔ وصال سے چند لمحے قبل اپنے منجلی بیٹے (مولف ناچیز) کو نہایت قوت کے ساتھ اپنے سینہ سے چٹالیا۔ اس وقت جسم کے ایک ایک بال سے اللہ کا ذکر علانیہ سنائی دے رہا تھا۔ یکا یک ذکر جہری شروع فرمادیئے اور جہرہ شنبہ ۱۲ بجے شب اس معطر و منور ماحول میں ”اشھدان لا الہ الا اللہ

و اشھدان محمد اعبدہ و رسولہ“ کے آخری الفاظ پر اپنے دونوں ہاتھ چہرے سے سینہ مبارک تک پھیرتے ہوئے اپنی جان جانِ آفرین کے حوالے فرمادی۔ آپ کی عمر اس وقت (۵۵) سال تھی۔ اس موقع پر حضرت قبلہ کے فرزند اکبر و جانشین حضرت انجی العظمیٰ شاہ رضا علی صوفی قبلہ مظلۃ العالی پاکستان کے دورے پر تھے لہذا دوسرے دن پٹیلہ برج کے دیس میدان میں ایک مجمع کثیر کی موجودگی میں مؤلف عاصی نے نماز جنازہ پڑھائی اور بعد عصر آبائی قبرستان واقع دریچہ بواہیر میں آپ کے جہان فاس کو سپرد خاک کیا گیا۔ آپ کا عمریں شریف ہر سال تصوف منزل عقب ہائیکوٹ حیدر آباد میں بتاریخ ۱۶ ربیع الاول بڑی عقیدت سے منایا جاتا ہے۔ آپ کی سب سے بڑی کرامت تو یہ تھی کہ آخر دم تک شریعت محمدی و سنت نبوی پر ہرنا مساعذات میں بلا خوف بڑی سختی سے پابند رہے۔ اس کے باوجود آپ سے زندگی میں اصل وصال کئی

خوارقِ عادات صادر ہوئے جن میں سے یہاں صرف ایک کا ذکر مناسب ہو گا۔ دصال سے تقریباً بارہ (۱۲) گھنٹے بعد آپ کو غسل دیتے وقت لوگ یہ دیکھ کر حیرت میں پڑ گئے کہ جسداقدس سر نہیں بلکہ کچھ گرمی لیے ہوئے ہے اور تمام اعضاء ریشم جیسے نرم ہیں۔ بوقت دفن قبر میں لٹانے کے بعد آخری دیدار کے لیے جب آپ کے چہرہ منور سے کفن ہٹایا گیا تو وہاں موجود سینکڑوں حضرات یہ دیکھتے ہی دنگ رہ گئے کہ غسل اور تجہیز و تکفین کے وقت آپ کی دونوں آنکھیں جو بند تھیں اب قبر میں پوری طرح کھلی ہوئی ہیں جیسا کہ کسی کے جلوہٴ الٰہی کو بعد شوق ملاحظہ فرما رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ کی نورانی پیشانی پر نمودار پسینہ کے باریک قطرے علانیہ نظر آرہے تھے۔ اس کرامت کا عینی مشاہدہ کرنے والوں میں سے کئی اصحاب تو اب تک بقیہ حیات ہیں جن کے علاوہ خانوادہٴ ٹیکمال کے جو بزرگ اس موقع پر موجود تھے جنہوں نے پچشم خود اس کرامت کو ملاحظہ فرمایا ان میں میرے ماموں حضرت سید ندیم اللہ حسینی قادریؒ اور اخی المکرّم حضرت سید احمد عبدالقادر حسینی قادریؒ سجادہ پنجم ٹیکمال شامل تھے جو ایک دوسرے کو یہ یاد دلا رہے تھے کہ حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ نے بھی بوقت تدفین اسی نوعیت کی کرامت کا صادر ہونا مذکور ہے جو دراصل ایک خاص وظیفہ شریف کو پابندی سے پڑھنے کے فیوض و برکات کا نتیجہ ہوتا ہے۔

نوٹ:- مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث کے بموجب نکیرین قبر میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شبیہ مبارک کو دکھا کر حضور کے بارے میں پوچھتے ہیں لہذا میرا یقین ہے کہ سچے عاشقانِ رسول قبر میں اپنے آقا کے عنقریب ظاہر ہونے والے جلوے کو دیکھنے کیلئے اپنی آنکھوں کو پہلے ہی سے پوری طرح کھلی رکھتے ہوئے بعد شوق دید کے لیے تیار رہتے ہیں۔ حضرت محدث دکنؒ کی اولاد میں چار فرزندان اور تین دختران ہوئیں لیکن سب سے بڑے فرزند بعمر اٹھارہ (۱۸) سال نیز تینوں دختران ناکسدا وقات پانچویں

اس وقت حضرت سید رضا علی صاحب صوفی قادری مدظلہ فرزند اکبر و سجادہ نشین فرزند دوم مولف ناچیز اور فرزند خور و سید سجاد علی صاحب صوفی قادری سلمہ ہیں۔

مولف نے اپنے والد و مرشد حضرت محدث دکن نور اللہ مرقدہ کے مادہ ہائے تاریخ ولادت، دصال و عمر کو ذیل میں اپنے ایک فارسی شعر میں جمع کر دیا ہے۔

”چراغ حق“ سن پیدائش و ”اہل ہدیٰ“ عمرش

۵۵

۱۳۱۲ھ

سن رحلت از ”اِنَّ الْمُتَّقِينَ تَاْمَحْيُوْنَ“ آیت

۶۸ ۱۳ھ

(پوری آیت اِنَّ الْمُتَّقِينَ فِيْ جَنَّاتٍ وَ عِيُوْنَ ہے (سورہ ہجرات آیت ۲۵ و سورہ ذاریات آیت ۷۱) ترجمہ بے شک پرہیزگار لوگ (بہشت) کے باغوں اور چشموں میں ہیں)۔!

درود شریف پڑھنے والے کو خوشخبری

رسول مقبولؐ نے فرمایا میرے پاس جبریلؑ، اسرافیلؑ، میکائیلؑ اور عزرائیلؑ آئے۔ جبریلؑ نے فرمایا جو آپ پر درود بھیجے گا میں اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پل صراط سے آتا دوں گا۔ میکائیلؑ نے کہا میں آپ کے حوض کوثر سے اس کو شربت پلاؤں گا۔ اسرافیلؑ نے کہا میں خدا کے سامنے سجدہ کروں گا اور جب تک اس کی مغفرت نہ ہوگی سجدہ سے سر نہ اٹھاؤں گا۔

عزرائیلؑ نے کہا میں اس کی روح اس طرح قبض کروں گا جن طرح انبیاء کی۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاَخِرِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَوةً وَسَلَامًا حَلِيْلًا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ

نوائے باب

”مقدس ٹیکمال کے مختلف ادوار“

مقدس ٹیکمال کو جس نشیب و فراز سے گزرنا پڑا اس کو تاریخی لحاظ سے تین مرحلوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔

۱. عروج ۲. زوال ۳. نشاۃ ثانیہ یا حیات نو۔ ان تینوں پہلوؤں پر تفصیلی روشنی ڈالنے سے قبل ضروری ہے کہ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کا ذکر کیا جائے۔

مقدس ٹیکمال کی تاریخ کا یہ نظر فائز مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت مدرسہ حسینیہ ٹیکمال سامنے آتی ہے کہ جب تک مدرسہ حسینیہ ٹیکمال قائم رہا اور ترقی

کرتا رہا تو مقدس ٹیکمال کو بھی تعلیمی، تعمیری غرض ہر میدان میں ترقی حاصل ہوتی رہی اور جیسے ہی مدرسہ حسینیہ کی سرگرمیاں سست ہو گئیں تو مقدس ٹیکمال مائل بہ زوال ہوتا گیا۔ جب یہی مدرسہ موقوف ہو گیا تو ٹیکمال کی ترقی بھی بالکل مسدود ہو کر رہ گئی۔ مدرسہ کی عمارت جب ویران ہوئی تو احاطہ درگاہ شریف ٹیکمال کی اکثر عمارات بھی کھنڈر کی شکل اختیار کر گئیں۔ اور پھر لطف کی بات تو یہ ہے کہ کئی سال بعد پھر جب مدرسہ حسینیہ کا احیاء عمل میں آیا تو مقدس ٹیکمال میں بھی پھر سے زندگی کے آثار نمودار ہو گئے اور اب تو ایک نئی اور تازہ زندگی مل گئی ہے۔ گویا مقدس ٹیکمال کا عروج و زوال

راست طور پر مدرسہ حسینیہ کے مروج و زوال سے منسلک اور وابستہ ہے۔ دوسرے الفاظ میں مدرسہ حسینیہ ٹیکمال ایک ایسا محور ہے جس کے اطراف ٹیکمال کا تاریخی عروج و زوال گھومتا نظر آتا ہے اور غالباً اس کی اصل وجہ یہ ہے کہ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے مدرسہ حسینیہ کو ہی اپنے تبلیغی مشن اور روحانی تربیت کے لیے سب سے پہلا مرکز منتخب فرمایا تھا اور اسی مرکز سے نہ صرف اطراف و اکناف بلکہ دور دراز مقامات تک دین اسلام کی اشاعت عمل میں آئی اور ایسے یادگار مذہبی و اصلاحی کارنامے انجام دیے گئے کہ تاریخ میں انھیں کبھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔

۱۲۴۲ھ جمادی الثانی ۱۸۲۶ء میں سب سے پہلے حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے ذاتی صرفہ کثیر سے ٹیکمال میں مدرسہ حسینیہ قائم فرمایا اس مدرسہ کا قیام ایسے پر آشوب دور میں ہوا تھا جبکہ علی الخصوص مسلمان بے علمی اور گمراہی کے شکار اور اپنی دینی معلومات اور مذہبی احکام سے بالکل بے بہرہ تھے جس کی وجہ سے اس امر کا قوی احتمال تھا کہ ہمیں وہ اپنی دنیا و آخرت کو اپنے ہی ہاتھوں برباد نہ کر دیں۔

جیسا کہ ابتدائی باب میں لکھا جا چکا ہے ٹیکمال کے مسلمانوں کی معاشی حالت اس حد تک پست ہو گئی تھی کہ جنگل سے لکڑی جمع کر کے لائے بغیر گھر کا چولہا نہیں سلگتا تھا۔ حضرت اقدسؒ نے اپنی شخصی توجہ اور دلچسپی کے ذریعہ ابتداء میں ہر گھر سے ایک ایک لڑکے کا انتخاب کیا لکھ روزانہ صبح و شام ان کی تعلیم و تربیت پر اپنا عزیز وقت صرف فرمانے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ غریب گھروں کے بچے تعلیمی لیاقت پیدا کر کے اپنا ذریعہ معاش خود کمانے کے قابل ہو گئے۔ بہت جلد حالات نے اس تیزی سے بدلنا کھایا کہ قلیل عرصہ میں ٹیکمال ترقی اور مرفح الحال کی راہ پر گامزن ہو گیا۔

حضرت اقدسؒ کی ترغیب و ہدایت سے جب تعلیم کا شوق عوام میں پیدا ہو گیا تو ان کے لیے ایک معیاری انصاب کی ضرورت ہونے لگی چنانچہ حضرت اقدسؒ نے

”فرہنگ حسینی“ نامی کتاب اسی غرض سے تالیف فرمائی۔ حضرت اقدسؒ اپنے ذاتی صرف سے تمام طلباء کے قیام و طعام کا انتظام فرماتے تھے۔

اس مدرسہ میں علوم دینیہ کے علاوہ علم ریاضی وغیرہ دیگر علوم و فنون کی بھی تعلیم شروع کی گئی۔ طلباء کو اتنی ٹھوس تعلیم دی جاتی تھی کہ رفتہ رفتہ مدرسہ حسینیہ کی شہرت تعلقہ ضلع اور پھر حیدرآباد تک پھیل گئی۔ اب تو مدرسہ ترقی کے زینے طے کرتے کرتے ایک کالج کی حیثیت اختیار کر چکا تھا جہاں مختلف مقامات سے تشکمان علم اپنی علمی پیاس بجھانے ٹیکمال آنے لگے۔ مدرسہ حسینیہ اپنے دور کا ریاست بھر میں اعلیٰ تعلیم کا پہلا ادارہ بن گیا جہاں کے فارغ التحصیل طلباء کا انتخاب حکومت کے ہر محکمہ و سررشتہ میں اعلیٰ عہدوں پر عمل میں آنے لگا۔

مختار الملک نواب سرسید جنگ مدار المہام اول نے جب ضلع بندی نظم و نسق کے لیے قابل لوگوں کے انتخاب کا حکم دیا تو ہر سررشتہ اور ہر صیغہ ملازمت کے لیے ارباب حکومت نے مدرسہ حسینیہ کے کئی ایک طلباء کا انتخاب کیا جن پر نواب صاحب نے خوشنودی اور حیرت کا اظہار کرتے ہوئے حضرت اقدسؒ کے نام اپنے ایک خط میں جو خراج تحسین پیش کیا تھا وہ عبارت خود فارسی ادب کے نمونے سے کم نہیں جو مروج ذیل ہے۔

”دریں قحط الرجال ایں قدر مردم با کمال، از یک قصہ ٹیکمال بہم رسید موجب خوشنودی کمال است“

یعنی ”اس دور میں جبکہ لائق اور قابل لوگوں کی بڑی قلت ہے صرف ٹیکمال کے ایک موضع سے اس قدر قابل اور با کمال افراد فراہم کئے گئے ہیں تو یہ بڑی مسرت کا باعث ہے“ اور اسی خط کے آخر میں درج شدہ عبارت کا اردو ترجمہ اس طرح ہے ”حضرت تیلہ

کا سایہ ملک اور حکومت کے لیے فخر اور احسان کا باعث ہے“

جب مدرسہ حسینیہ کی نوعیت ایک معیاری کالج کے برابر ہوگئی تو بے شمار طلباء اس مدرسہ میں ہی تعلیم پانے کے خواہش مند ہو گئے تھے۔ چوں کہ طلباء کے تیام و طعام اور مدرسہ کے پورے اخراجات حضرت اقدس خود ہی برداشت کرتے تھے اس لیے بہ یک وقت جملہ خواہش مندوں کے لیے گنجائش فراہم کرنا دشوار ہو گیا تھا اس لیے طلباء کی تعداد کو محدود رکھنے کی خاطر ایک گروہ تعلیم سے فارغ ہوتا تھا تو دوسرے امیدواروں کو مدرسہ میں داخلہ و شرکت کا موقع دیا جاتا تھا۔

جب حکومت کی جانب سے تعلیمی مدارس قائم ہونے لگے تو نواب سالار جنگ کے احکام سے مدرسہ حسینیہ کو اعلیٰ تعلیم کے لیے ایک فاضل اور امتیازی مقام عطا کیا گیا۔ یہ مدرسہ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی دوسری پشت تک بڑی شان و شوکت سے چلتا رہا لیکن اس کے بعد یہ مدرسہ غلط طریقہ پر ہو گیا اور بہت جلد زوال کا شکار ہو گیا جس کا تاریخی تجزیہ کرنے پر حسب ذیل اسباب سامنے آتے ہیں۔

- ۱۔ زمانہ کی تبدیلی کے ساتھ زبان فارسی کی اہمیت بھی کم ہونے لگی۔
- ۲۔ مدرسہ خصوصاً اس وقت زوال پذیر ہوا جبکہ علی گڑھ میں مسلم یونیورسٹی قائم ہو گئی۔
- ۳۔ مدرسہ کو بڑے پیمانہ پر چلانے کے لیے جو کثیر اخراجات درکار تھے اس کی کفالت بغیر حکومت کی سرپرستی یا امداد کے ممکن نہیں تھی۔

۴۔ حکومت کی جانب سے ہر ضلع اور ہر تعلقہ میں اعلیٰ تعلیم کا انتظام شروع ہوا تو اس مدرسہ کے طلباء کی تعداد کم ہونے لگی۔

۵۔ خود ٹیکمال کے قصبہ میں بھی سرکار کی جانب سے مدرسہ قائم ہو گیا تھا۔

نتیجہ یہ ہوا کہ یہ مدرسہ کالج کی حیثیت سے اب ایک چھوٹے سے مدرسہ میں تبدیل ہو گیا جس میں اب صرف مذہبی تعلیم کے ساتھ جماعت چہارم تک کا انتظام باقی رہ گیا۔

۱۔ مدرسہ حسینیہ کے برقرار نہ رہنے کی ایک اور وجہ یہ بھی ہوئی کہ ٹیکمال کی جائیداد خاندان کے افراد میں اس طرح تقسیم ہو چکی تھی کہ کوئی ایک شخص اس ذمہ داری کو قبول کرنے سے بالکل بیزار تھا۔

بالآخر حضرت پیرانی بی صاحبہ زوجہ حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کی جائیداد کو مدرسہ کے لیے وقف کر دیا گیا جس کے بعد اس مدرسہ میں چند برسوں تک صرف مذہبی تعلیم دی جاتی رہی۔ مگر جب حضرت پیرانی بی صاحبہ کی جائیداد بھی افراد خاندان نے فروخت کر دی تو حضرت سید احمد عبدالقادر حسینیؒ قادریؒ سجادہ پنجم نے پیش امام مسجد کی تنخواہ میں اضافہ کر کے صرف قرآن کی تعلیم کو جاری رکھا۔ اس دوران برادر م سید ضیاء اللہ صاحب قادری کی جانب سے مقامی آبادی کے مالی تعاون سے مدرسہ حسینیہ کو پھر سے قائم کرنے کی عظیم کوشش بھی دیر پا ثابت نہ ہو سکی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا احسان بکراں ہے کہ بانی مدرسہ کی نیت اور روحانی تصرف کے طفیل آج مستقل وسائل آمدنی کے ساتھ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کا پھر سے احیاء عمل میں آیا جو حضرت سید احمد صاحب مدظلہ کی شخصی دلچسپی اور ذاتی توجہ کامرہون منت ہے۔ یہ موصوف نے اپنی شب و روز محنت و جستجو کے ذریعہ ہر قسم کے صبر آزما حالات کا مقابلہ کرتے ہوئے ”حیات لؤاسکیم“ کے پہلے سنگ میل کے طور پر مدرسہ حسینیہ کی جدید عمارت احاطہ درگاہ شریف میں تعمیر فرمائی اور اپنے خواب کو حقیقت میں تبدیل کر دیا۔

بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۷۷ء (۱۳۹۷ھ) اس مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کی پھر سے تجدید ہوئی اور شاندار افتتاح عمل میں آیا جو گزشتہ تقریباً نصف صدی سے بند ہو چکا تھا۔ چوں کہ مدرسہ حسینیہ کے جملہ اخراجات کی پابجائی کے لیے جدید تعمیر کردہ عمارت کے کرایوں کے ذریعہ مستقل وسائل آمدنی پیدا کر دیئے گئے ہیں اس لیے آئندہ قوی امید ہے کہ انشاء اللہ یہ مدرسہ حسینیہ تادیر قائم رہے گا۔

چند سال قبل مدرسہ حسینیہ کی قدیم عمارت منہدم ہو کر کس طرح اپنی حالت زار پیش کر رہی تھی اور اب حیات نو اسکیم کے تحت اس کی کس طرح جدید عمارت تعمیر کی گئی ہے کتاب ہذا کے آخر میں دی گئی تصاویر کے ملاحظہ و تقابل سے اس کا صحیح اندازہ لگا جاسکتا ہے۔

ابتداء میں کتابوں اور ملبوسات کی شکل میں ترغیبی انعامات دے کر طلباء کی حوصلہ افزائی کی گئی جس کے سبب قرآنی و دینی تعلیم کا شوق بچوں میں اٹنا بڑھ گیا کہ بہت جلد طلباء و طالبات کی تعداد (۱۳۰) تک پہنچ گئی اس کے بعد ان کی تعداد اتنی بڑھ گئی کہ قریبی مواصلات میں مدرسہ حسینیہ کی متعدد شاخیں کھولنی پڑیں جیہاں سالانہ پٹی، تمپلور، چلو اور لٹائے پہاڑ میں درگاہ سوسائٹی کی جانب سے تعمیر کردہ ہر مسجد کے ساتھ ساتھ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کی ایک ایک شاخ کام کر رہی ہے۔ جس سے مدرسہ حسینیہ کی شہرت اور مقبولیت میں دن دنی رات چوگنی اترتی ہوئی جا رہی ہے۔

دینی تعلیم کے علاوہ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال میں عصری تقاضوں کے عین مطابق نئے تعلیمی و فنی شعبوں کا اضافہ کیا گیا ہے جس میں کشیدہ کاری اور سلوائی کی تعلیم کو اولین ترجیح دی گئی ہے فن خیاطت میں مستند معلمہ کا تقرر عمل میں آیا ہے سلوائی مشین اور کپڑے کے تھکان وغیرہ درگاہ سوسائٹی کی جانب سے خرید کر فراہم کئے گئے ہیں جہاں تعلیم پا کر کئی لڑکیاں باعزت طور پر گھر بیٹھے شریفانہ پیشہ خیاطت کے ذریعہ اپنا روزگار اور حلال روزی کما رہے ہیں۔

حال ہی میں مدرسہ حسینیہ ٹیکمال میں مزید توسیع کر کے آر سی سی کا ایک ہال تعمیر کیا گیا ہے جس سے گنجائش میں کافی اضافہ ہو گیا ہے۔ مدرسہ کے لیے ایک دارالمطالعہ اور لائبریری کا قیام بھی عمل میں لایا گیا ہے جس کو حالیہ خرید کردہ جدید میز، کرسیوں، بیچ اور اسٹول وغیرہ ضروری فرنیچر سے آراستہ کیا گیا ہے۔ فی الوقت قریب چار سو قدیم کتب جمع کی گئی ہیں۔

مدرسہ حسینیہ کے مصارف میں دن بدن اضافہ کے پیش نظر درگاہ شریف کی مغربی جانب جدید مکانات تعمیر کر کے مدرسہ کے لیے وقف کر دیئے گئے ہیں جن کے کرایوں سے مستقل آمدنی کے مد میں قابل لحاظ اضافہ ہو گیا ہے اور آئندہ مدرسہ کو ترقی و استحکام دینے میں بھی بڑی مدد ملیگی۔

حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سجادہ دوم کے فرزند حضرت سید نور اللہ اسلامیہ بورڈنگ | حسینی قادریؒ نے جو ایک اعلیٰ عہدہ تعلقداری پر مامور تھے

اپنے موروثی جذبہ خدمت دین و ملت کے تحت مسلمان طلباء کو اعلیٰ تعلیم دلوانے کی خاطر حیدر آباد میں ایک ادارہ تعلیمی اسلامیہ بورڈنگ کے نام سے قائم بھی کیا تھا جہاں قیام و طعام کی سہولتوں کے ساتھ ساتھ عمری انگریزی تعلیم کا اہتمام بھی تھا جس کے لیے بورڈنگ کا صدر خود ایک انگریز مقرر کیا گیا تھا البتہ دینی و مذہبی تعلیم کچھ عرصہ کے لیے سید نور اللہ حسینی قادریؒ کے برادر خور و سید محمود پادشاہ قادریؒ کی زیر نگرانی جاری رہی اور جب یہ ملازم سرکار ہو گئے تو دوسرے مسلمانوں نے اس ذمہ داری کو سنبھال لیا اور کئی سال تک مسلمان طلباء کو معقول تعلیم و تربیت کی سہولت حاصل رہی۔ سید نور اللہ حسینی قادریؒ کا عزم تھا کہ یہاں کے مسلمانوں کو علیگڑھ جانے کی ضرورت نہ ہو اسی لیے سینیں جنوب میں ان ہی خطوط پر اسلامیہ بورڈنگ قائم فرمائی تاکہ معیاری تعلیم کی ضروریات کی حیدر آباد میں ہی تکمیل ہو لیکن افسوس کہ یہ بورڈنگ سید نور اللہ حسینی قادریؒ کی زندگی تک ہی چل سکی اور آپ کے بعد یہ ادارہ باقی نہیں رہ سکا۔

پچھلے صفحات کے مطالعہ سے بخوبی اندازہ ہو گیا ہوگا کہ کس طرح متقدم ٹیکمال کا عروج | معاشی پستی، جہالت اور غریبی کا شکار اور اقل ترین سماجی و معاشرتی سہولتوں سے محروم قصبہ ٹیکمال تھوڑے سے عرصہ میں ایک خوش حال اور ترقی یافتہ موضع کی صورت اختیار کر گیا اور دینی تعلیم کے ایک عظیم مرکز میں تبدیلی ہو گیا یہ سب کچھ

محض حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے لگائے ہوئے ابتدائی درخت کے ثمرات
ہیں جس کے طفیل اللہ تعالیٰ نے ٹیکمال کو آج کئی نعمتوں سے مالا مال فرمادیا۔

حضرت اقدسؒ نے اپنی حیات مبارک میں جن برکتوں کے تخم بوئے تھے آپ کے
فرزند اکبر و جانشین حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے اس کی خوب آبپاری کی اور اس
کی برکات سے نہ صرف اپنے خاندان بھر کو مستفید فرمایا بلکہ مقدس ٹیکمال کے تمام باشندوں
کو بلا لحاظ مذہب و فرقہ اس سے بہرہ ور ہونے کا موقعہ فراہم کیا۔

تعلیم کی برکات، معاشی سدھار، سماجی صلاح و فلاح، روزگار کی مختلف اسکیموں
پر عمل آوری، مدرسہ حسینیہ کے فارغ طلباء کا حکومت کی سرکاری جائیدادوں پر تقرر
اور رفاه عام کے لیے بے شمار سہولتوں کی فراہمی وغیرہ لے مقدس ٹیکمال کو بام عروج پر
پہنچا دیا۔ سید محمد حسینی پادشاہ قادریؒ، سید نور اللہ حسینی قادریؒ اور سید محمد پادشاہ
قادریؒ اعلیٰ عہدوں پر فائز تھے اس لیے ان کے اثر و رسوخ اور حکومت سے ان حضرات
کے قریبی و خوشگوار تعلقات کے وسیلے ٹیکمال کو جو ترقی حاصل ہوئی وہ مقدس ٹیکمال
کی تاریخ کا درین باب ہے۔

جب تک سجادہ صاحبان نے درگاہ شریف ٹیکمال کو اپنا مستقر بنا
ٹیکمال کا زوال | رکھا تو ٹیکمال کو معاشی، تعلیمی، تعمیری اور مذہبی و دینی میدانوں میں دن
بدن چار پانچ گھنٹے بگئے لیکن حکومت میں اعلیٰ اور ذمہ دار عہدوں پر فائز ہونے کے بعد
سجادہ صاحبان ٹیکمال نے حیدر آبادی کو جب اپنا مستقر اور جائے سکونت بنالیا تو پھر
درگاہ شریف کے ضروری انتظامات اور اس کی موثر نگرانی فاطمہ خواہ طور پر نہ ہو سکی اور ٹیکمال
کے حالات رفتہ رفتہ مائل بہ زوال ہونے لگے۔ سجادہ صاحبان کی عدم موجودگی و عدم نگرانی
کی کمی کو پورا کرنے کی حتی المقدور کوشش حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ نے فرمائی جو ٹیکمال
میں ہی سکونت پذیر تھے لیکن آپ کے انتقال کے بعد درگاہ شریف کے انتظامات بالکل

منتظمین و ملازمین کے ہاتھوں میں آگئے جو کسی نہ کسی طرح تقریباً بیس سال تک چلائے رہے لیکن جب حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ کے چھوٹے صاحبزادے برادر مملوئی سید قطیار اللہ صاحب قادری تعلیم سے فارغ ہوئے تو سجادہ صاحب نے آپ کو درگاہ شریف سے متعلقہ ان زمینات کی نگرانی سوئی جن کی آمدنی سے درگاہ شریف کی ضروریات کی تکمیل و کفالت ہو سکے۔ نیز اس آمدنی سے اسراں کی انجام دہی، درگاہ شریف کی مسجد کے مصارف کی پابجائی اور عمارت احاطہ درگاہ شریف کی حفاظت و صیانت کا کام بھی موصوف کے ذمہ ہوا مگر زمانے کے نشیب و فراز اور سیاسی انقلابات کے سبب سازگار ماحول باقی نہ رہا دوسرے یہ کہ معیار زندگی میں روز افزوں غیر معمولی اضافہ کی وجہ سے زمینوں کی آمدنی ان اغراض کے لیے ناکافی ہونے لگی مجبوراً دو اعراں کے بجائے صرف ایک عرس منایا جانے لگا۔ موازنہ کی قلت کے سبب بروقت عمارت کی ترمیم و درستگی بھی ممکن نہ ہو سکی۔ جس سے متاثر ہو کر سجادہ صاحب نے خود درگاہ شریف کے انتظامات کی جانب شخصی توجہ فرمائی لیکن چوں کہ ناکافی آمدنی کی اصل مشکل حل نہ ہو سکی اس لیے سجادہ صاحب کی جانب سے انتظامات سنبھالنے کے باوجود کوئی متوقع نتیجہ برآمد ہوا اور نہ ہی کوئی نمایاں تبدیلی پیدا ہو سکی۔ انگریزی کتاب ”دی نیو لیئر آف لائف بٹھیکمال“ کے مطابق اس وقت احاطہ درگاہ شریف ٹیکمال میں مسجد اور گنبدوں کے سوا دیگر قابل توجہ عمارت تقریباً منہدم ہو کر کھنڈر کا منظر پیش کر رہی تھیں اور اس دوران جن فائدہ انی ارکان نے عھوڑی بہت تعمیر و ترمیم کی طرف توجہ دی ان میں اول قابل ذکر برادر مملوئی سید عبدالواحد قادری مرحوم ہیں جنھوں نے آج سے زائد اڑھیس سال قبل مسجد درگاہ شریف میں پانی کی ایک چھوٹی ٹانگی تعمیر کروائی گنبدوں کے اطراف احاطہ کی دیوار کی ترمیم و درستگی کی اور حضرت سید صاحب حسین قادریؒ کے گنبد کے اندر فرش سیو بچھوایا لیکن مرحوم کی وفات ناگہانی سے اس ترقیاتی کام کو بڑا دھکا پہنچا۔ اس کے بعد برادر مملوئی سید محبوب یاد شاہ قادری مرحوم نے بھی درگاہ شریف کے حالات

کی صلاح و فلاح میں دلچسپی لی چنانچہ وہ مرحوم ہی تھے جن کی کوششوں سے مسجد اور گنبدوں میں برقی روشنی کی تنصیب عمل میں آئی اس کا اخیر میں امجد علی صاحب نامی ایک معتقد نے بھی اعانت کی۔

علاوہ ازیں برادر م مولوی سید ضیاء اللہ صاحب قادری نے مقامی آبادی کا تعاون حاصل کرتے ہوئے اپنے اثر و رسوخ کے ذریعہ ”مدرسہ حسینیہ“ کو پھر سے چلانے کی مقدور پھر کوشش فرمائی جن کی مساعی جمید ایک حد تک کامیاب بھی ہوئیں لیکن ماہانہ خیر دل پر انحصار اور مستقل ذریعہ آمدنی کی عدم موجودگی کے سبب اس مفید کام کو استحکام حاصل نہیں ہو سکا۔ بالآخر بدقسمتی سے جب مدرسہ حسینیہ کے لیے مختص جائیداد ہی فروخت ہو گئی تو اسلاف کی قائم کردہ ایک قدیم یادگار مدرسہ حسینیہ کے آثار ہر لحاظ سے تقریباً مٹتے ہوئے نظر آنے لگے۔

لیکن جس پورے کی تخم ریزی اور آبیاری اللہ والوں نے کی ہو ٹیکمال کی نشاۃ ثانیہ اس کی سرسبز و شادابی کو اللہ تعالیٰ کسی نہ کسی طرح برقرار رکھتا ہے۔ چنانچہ یہ ان اولیاء اللہ کے روحانی تصورات کا ہی نتیجہ ہے کہ قادر مطلق نے غیب سے ایسے اچانک انتظامات فرمادیئے اور درکار جملہ وسائل بھی دیکھتے ہی دیکھتے مہیا کر دیے جو کسی کے دہم و گمان میں تک نہ پہنچ سچ ہے کُلُّ آخِرٍ مِّنْ هُوَ کَانَ بَاقِیًّا یعنی ہر کام کا قدرت کی طرف سے وقت مقرر ہوتا ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ اپنا کام جس سے لینا چاہتا ہے اسی سے پایہ تکمیل کو پہنچاتا ہے۔ چنانچہ اس بڑے کام کے لیے ہمارے مجدد علی حضرت غوث اعظمؒ کی روحانی نگاہ انتخاب اپنے ہی خاندانہ کے ایک فرد عالی ہمت برادر محترم حضرت سید احمد صاحب قادری المعروف بڑے حضرت مدظلہ پر پڑی جو حضرت سید صاحب حسین قادری کے نبیرہ زادہ ہیں۔ موصوف کو یہ حیثیت مشیر اقوام متحدہ بغداد شریفین تیار کے دوران حالت خواب میں جدنا حضرت محبوب بھائی پیر کی جب زیارت شریفیہ

ہوئی تو چند ایسے غیبی اشارے اس بارگاہ سے سرفراز ہوئے کہ اپنی خاندانی درگاہ شریف ٹیکمال کی جانب توجہ کرنے کے شدید احساس نے اپنے اعلیٰ عہدہ کو خیر باد کے وطن لوٹنے پر آپ کو مجبور کر دیا۔

بلاشبہ ہر چیز اپنی اصل اور اپنے محور کی طرف رجوع کرتی ہے۔ (۶۵) سال تک یورپی ممالک میں عصری سہولتوں اور آرام دہ ضرورتوں سے آراستہ تعیش و آسودگی کی زندگی گزارنے کے عادی ہو جانے کے بعد کس کو یقین آ سکتا تھا کہ برادر موصوف نہ صرف اپنی زندگی کے ان تمام لوازمات کو بلکہ اس کے ساتھ اقوام متحدہ کے اعلیٰ عہدہ کو تک خیر باد فرما کر اپنے وطن مالون کو لوٹ جائیں گے اور اپنے ہزرگوں کی طرح ایک درویشا طرز زندگی اختیار فرمائیں گے۔ گویا آپ نے ادھر اقوام متحدہ کے پراجیکٹ سے دستبرداری حاصل کر لی اور ادھر درگاہ شریف ٹیکمال کی "حیات نو اسکیم" کے پراجیکٹ کا جائزہ حاصل فرمایا۔ ابتدائی مرحلہ پر ٹیکمال میں جبکہ قیام کی سہولت موجود تھی اور نہ ہی طعام و قوت پر میسر ہوتا تھا جن دشوار کن حالات اور صبر آزمائشکات کا موصوف نے پورے عزم و حوصلہ کے ساتھ کامیاب طریقہ سے مقابلہ فرمایا ہے یہ آپ ہی کا حق تھا۔

شریعت و طریقت

جس طرح ایمان کیلئے اقرار باللسان کے ساتھ یقین بالقلب لازمی ہے اسی طرح دین کیلئے شریعت تک ساتھ طریقت ضروری ہے شریعت جسم ہے تو طریقت جان ہے۔ شریعت رنگ و رعنائی ہے تو طریقت عطر و خوشبو ہے۔ باطل و طاغوت سے مقابلہ و جنگ کرنے کیلئے شریعت حقانی اسلحہ اور ہتھیار ہے تو طریقت ان ہتھیار کے صحیح استعمال سے واقفیت اور عمل آوری۔ علم شریعت زبان و لباس کی پاکیزگی کا طریقہ بتاتا ہے تو علم طریقت تصفیۂ قلب و تزکیۂ نفس اور تطہیر فکر و نظر کا سلیقہ سکھاتا ہے۔

دسواں باب

حیاتِ ٹوٹیکمال

”ایک خواب جو حقیقت بن گیا“

ابتدائی مرحلہ | بغداد شریف سے حیدرآباد واپس آنے پر حضرت سید احمد صاحب قادری مدظلہ نے اپنی اولین فرصت میں درگاہ شریف ٹیکمال کی جب زیارت فرمائی تو اس کی زیوں حالی سے بے حد متاثر و ملول ہوئے اور بعجلت ممکنہ آپ نے تباریخ، رمیٰ ۱۹۶۶ء م (۱۳۹۶ھ) موجودہ جملہ افراد خاندان کا ایک اجلاس طلب کیا جس میں متفقہ طور پر طے شدہ پروگرام کے تحت مقدس ٹیکمال کے تقدس کو قائم رکھنے درگاہ شریف کی روایات قدیمہ کو بحال کرنے اور تعمیر و ترمیم کی جانب اولین توجہ دینے کی خاطر سب سے پہلے مستقل وسائل آمدنی فراہم کرنے کی ضرورت پر زور دیا گیا۔ اس عزم کو عملی جامہ پہناتے ہوئے پہلے اقدام کے طور پر اس کار خیر میں ارکان خاندان سے دل کھولی کر عطیہ دینے کی اپیل کی گئی جس پر بعض حضرات نے فوراً لبیک بھی کہا اور تباریخ، اکتوبر ۱۹۶۶ء م (۱۳۹۶ھ) الحمد للہ تعمیر و ترمیم کے اس پراجیکٹ کام کا آغاز ہو گیا۔

اس جامع اسکیم کو آگے بڑھانے کے لیے باقاعدہ ایک سوسائٹی تشکیل دی گئی

جسے بہت جلد گورنمنٹ رجسٹرڈ کر دیا گیا۔ ساتھ ہی اسٹیٹ بینک آف انڈیا کی شاخ واقع مارکٹ اسٹریٹ سکندر آباد میں درگاہ شریف ٹیکمال سوسائٹی کے لیے کھانا ۶۷۳ کھول دیا گیا تاکہ کام باقاعدہ اور بلاشکایت انجام پائے اور عطیہ دھندگان کو اپنے عطیہ جات روانہ کرنے میں سہولت ہو۔

ابتدائی مراحل میں جو شخص بھی اس اسکیم سے واقف ہوا اس کا ہنرہ ”اس خیال است و محال است و جنوی“ تھا۔ بعض حضرات نے تو اس کو شیخ چلی کا خواب قرار دیتے ہوئے اس پر عمل آوری کو غیر یقینی، ناقابل عمل اور نامکن خوش فہمی سے تعبیر کیا لیکن جب اللہ تعالیٰ کی نصرت اور اللہ والوں کی حمایت حاصل ہوتی ہے تو غیر یقینی، ناقابل عمل اور نامکن ہر کام بھی یقینی قابل عمل اور ممکن ہو جاتا ہے اور خوش فہمی ہو کہ خواب سب ایک حقیقت بن کر سامنے آجاتے ہیں۔

برادر موصوف نے سب کے اعتراضات اور تنقید و تبصروں پر توجہ دے کر پھر اس عظیم کام کے لیے اپنے آپ کو وقف کر دیا۔ اُسے کامیابی کی منزل تک پہنچانے کا بیڑہ اٹھالیا۔ بفضلہ تعالیٰ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے وصال سے ٹھیک ایک صدی بعد یعنی تاریخ ۲۶ محرم الحرام ۱۳۹۷ھ، ۱۷ جنوری ۱۹۷۷ء، برادر موصوف نے ”حیات نو اسکیم“ کے مبارک کام کا سنگ بنیاد رکھا۔

یقیناً اللہ تعالیٰ کی عنایات اور نیرنگان دین کے تصرفات شامل حال تھے کہ آپ کو غیبی طور سے ہر قدم پر رہنمائی اور روشنی ملتی رہی اور کامیابی آپ کے قدم چومتی رہی اپنی کیرسنی کا خیال کئے بغیر آپ ٹیکمال میں ہی قیام فرماتے اور دھوپ، بارش، جاڑا غرض کسی شکل کا خیال و لحاظ کئے بغیر آپ دن دن بھر یہ نفس نفیس تعمیر و ترمیم کی نگرانی فرماتے۔ اللہ عزوجل آپ کے محل و مرحومہ و مغفورہ کو نرین رحمت فرمائے جو اس دوران ہر مشکل وقت میں اپنے رفیق زندگی کی صمیم معنی میں عظیم رفیق بلکہ روح رواں ثابت ہویں۔ اس حیر العقول کامیابی اور

اسکیم کی بحسن و خوبی پذیرائی کے بارے میں خود برادر موصوف کا شخصی مشاہدہ ہے کہ یہ عظیم کام میں خود نہیں کر رہا ہوں بلکہ ایک غلبی طاقت مجھ سے یہ کام کروا رہی ہے اور اس سعادت کے لیے میں اپنے آپ کو بڑا خوش نصیب سمجھتا ہوں اور یہ واقعہ ہے کہ ایک سال کی قلیل مدت کے اندر اندر آپ نے اپنے حق تدبیر اور وسیع تجربہ کی روشنی میں جو بے شمار کارہائے نمایاں انجام دیئے ہیں وہ کسی غلبی طاقت کی کار فرمائی کے بغیر ممکن نہیں تھے۔

سب سے پہلے جمع شدہ محدود عطیات کی مدد سے بتاریخ ۲۶ جولائی ۱۹۷۷ء احاطہ درگاہ شریف کے اندر ایک مختصر سی نو تعمیر کردہ

مستقل ذریعہ آمدنی

عمارت میں مدرسہ حسینیہ کا جیسے ہی جدید اقتراح عمل میں لایا گیا تو اس کی برکت سے یہ کام آگے بڑھتا ہی گیا اور ہر مشکل حل ہوتی گئی۔ چنانچہ سابقہ بس اسٹانڈ کی جگہ جہاں جھوٹریاں تھیں مکان تعمیر کر کے ہوٹل کو کرایہ پر دیا گیا پھر اسی کے متصل خوبصورت آرسی سی بلڈنگ تعمیر کی جا کر اس میں بتاریخ ۱۷ دسمبر ۱۹۷۷ء ٹیکمال میں آندھرا بینک کی شاخ کا شاندار افتتاح عمل میں آیا جس کے قیام کا سہرا برادر محترم سید احمد صاحب قادری کے سر ہے جو ہر لحاظ سے بڑا حوصلہ افزا کارنامہ ثابت ہوا کیوں کہ ایک طرف تو درگاہ سوسائٹی کے اس عظیم مقصد میں کامیابی ہو گئی کہ مدرسہ حسینیہ اور مسجد و درگاہ شریف کے مصارف کی پابجائی کے لیے ایک مستقل ذریعہ آمدنی فراہم ہو گیا تو دوسری طرف بینک کے آجانے سے ٹیکمال کی رونق میں اضافہ ہو گیا اور بینک سے جاری کردہ قرضہ جات کی بدولت ٹیکمال کی آبادی میں زراعت و تجارت کے فروغ سے خوشحالی کا ایک نیا دور شروع ہو گیا اور عوام کی معاشی حالت یکدم بدل گئی۔

تعمیری کام کے ساتھ ساتھ خالوادہ ٹیکمال کے تاریخی حالات کی ترتیب و اشاعت | تاریخی واقعات اور فائدہ نانی حالات کو بڑی کوشش و جستجو سے جمع کیا گیا اور بعد ترتیب امداد انگریزی اور تملی کی زبانوں میں اس کی اشاعت کے

ذریعہ ایک عظیم کام کی تکمیل ہوگئی جس کے بعد آئندہ کئی سال تک یہ تاریخی سرمایہ کتب کی شکل میں محفوظ ہوگیا۔ اس سلسلہ میں کچن دشواریوں سے دوچار ہونا پڑا اور کونسی کتب شائع ہوں اس کی تفصیل کتابت کے مہمیدی حصہ میں بیان ہو چکی ہے۔

اعلاہ درگاہ شریف کے اندر واقع قدیم عمارات کی مرمت و تعمیر و ترمیمی کام میں وسعت | و درستی پر عمل آوری کے پہلے مرحلہ میں مسجد درگاہ شریف کی جانب اول توجہ دی گئی اور مرمت کے علاوہ دیگر ضروریات سے آراستہ کیا گیا پیشانیہ و بیت الخلاء پر آہنی دروازوں کی تنصیب عمل میں آئی۔ مسجد کی چھت اور دیواروں کی داغ دوزی کی گئی۔ اس کے بعد بوسیدگی کی طرف مائل گنبدوں کی چھتوں میں اُگے ہوئے درختوں کو صاف کیا گیا۔ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی گنبد میں جو شگاف کئی جگہ پیدا ہو گئے تھے اس کو دور کیا گیا۔ اعلاہ درگاہ کی دوسری بڑی منہدم کمان کو اذیت و تعمیر کیا گیا۔ سکوتی مکانات میں ضروری تعمیر و ترمیم کی گئی۔ جانب مشرق جس کمرہ میں حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کئی سال تک عبادات ذکر و اشغال اور مراقبوں میں مشغول رہے سرور زمانہ سے وہ منہدم اور ویران ہو کر چوپایوں کی پناہ گاہ بن گیا تھا۔ اس بے حرمتی کو دور کرنے کی خاطر اس متبرک مقام پر ایک بڑا دالان مکمل آر سی سی کا تعمیر کر کے اس کا آئندہ تحفظ کر دیا گیا۔ اوداب اسی جگہ ذکر و عظم کی نوزانی محافل منعقد ہوا کرتی ہیں اور دینی سرگرمیوں سے ذریعہ اس مقام کی پوری قدر افزائی ہو رہی ہے اس کے علاوہ درگاہ شریف اور حکیہ کے مزارات و عمارات پر سنگ سفید و مرمر کے کتبے نصب کئے گئے تاکہ زائرین کو قدیم و جدید تعمیرات کے بارے میں معلومات و تاریخی مواد باسانی حاصل ہو سکے۔

ٹیکمال میں بینک کا قیام تو کسانوں اور تاجروں کے لیے ایک نعمت غیر متنبہ رہا۔ عمارت کے کام | دہشتہ ثابت ہوا جس سے پورا پورا استفادہ کرتے ہوئے انھوں

نے اپنے کاروبار کو بڑی ترقی دی اور ایک معاشی انقلاب رونما ہو گیا۔ ٹیکمال کے بہت

طبقات کو بھی اجرت اور ملازمت کے نئے موقع نکل آئے۔ اس کے علاوہ درگاہ سوسائٹی نے گاؤں کے غریبوں اور پست آمدہ باشندوں کی معاشی فلاح اور مالی امداد نیز ان کے بچوں کی تعلیمی اعانت کے لیے مختلف فنڈز بھی قائم کر کے بڑی انسانی خدمت انجام دی ہے۔ مستحقین کے بچوں کی شادیوں کے لیے غریب طلباء کے تعلیمی وظیفوں کے لیے نیز اموات کے موقع پر تجبیز و تکفین کے اخراجات کے لیے خصوصی فنڈز قائم کئے گئے ہیں جس کی برآمدات قحی اعانت سے کئی ایک غریب و مستحقین مستفید و مستفیض ہو رہے ہیں۔ نادار اور غیر مستطیع اشخاص میں زکوٰۃ فنڈ سے سالانہ پارچہ کی تقسیم بھی عمل میں لائی جاتی ہے۔

مستقل وسائل آمدنی میں رفتہ رفتہ اضافہ اور عطیہ جات حیات نواسیم کا دوسرا مرحلہ | کی وصولی سے درگاہ سوسائٹی کے مالیک کو حوصلہ افزا استحکام حاصل ہوا جس کی بدولت تعمیری و ترقیاتی کاموں کو آگے بڑھانے میں کافی مدد ملی۔

چنانچہ حیات نواسیم کے دوسرے مرحلہ میں مدرسہ حسینیہ کے لیے مزید ایک دالان کی تعمیر عمل میں آئی۔ مدرسہ کے لیے لائبریری قائم کر کے اس کا فرنیچر خریدایا گیا اور کتب فراہم کی گئیں۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کی عبادت و ریاضت کی جگہ سابق میں تعمیر کردہ بڑے دالان کو برقی پنکھوں اور ٹیوب لائٹ سے آراستہ کیا گیا۔ نیز دالان کی کھڑکیوں پر خوبصورت آہنی جالیاں نصب کی گئیں اور شاہ آباد پتھر کے فرش سے مزین کیا گیا۔ جس کے بعد یہ وسیع اور کشادہ ہال پورے قصبہ ٹیکمال بھر میں تعاریب کے لیے موزوں اپنی نوعیت کا منفرد اور سب سے بڑا ہال بن گیا ہے۔

سکونتی مکان موسوم بہ گیارہ دری کی بوسیدہ سفالی چھت کو انگریزی کیلو میں تبدیل کیا گیا۔ دیواروں کی مرمت کی گئی اور شاہ آباد پتھر کے فرش کے علاوہ نو تعمیر کردہ باورچی خانہ کی سہولت فراہم کی گئی۔

درگاہ شریف کے وسیع احاطہ کی دیوار کشیدہ صرغ سے تعمیر کی گئی جس سے چوپایوں وغیرہ جانوروں کی آمد و رفت کا مکمل تدارک ہو گیا ہے۔

جانب مغرب وسیع و عریض افتادہ زمین کو کام میں لاکر خاندانی ارکان و دیگر وابستگان کی تدفین کے لیے علیحدہ قبرستان بنادیا گیا ہے کیوں کہ احاطہ درگاہ اور حیدر آباد میں قبور کے لیے اب گنجائش نہیں رہی ہے۔

شمالی جانب چار سونوئی مکانات تعمیر کئے گئے ہیں جس سے درگاہ شریف کے مستقل دسائے آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہو گیا ہے۔ یہ مکانات مزید توسیع کے بعد مستقبل قریب میں ایک نو آبادی کی شکل اختیار کر لیں گے۔ ان میں ایک مکان مسجد جیلانی سید کے وقف ہے۔ حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ کے گنبد شریف کو چاروں بڑے قدیم بوسیدہ دروازوں کی جگہ جدید قسمتی مضبوط و خوشنما چوبی دروازوں سے مرصع کیا گیا ہے۔ اندرونی دیواروں کی رنگوائی کی گئی اور چوتھرہ پر پالش کئے ہوئے قیمتی پتھر کا فرش کر دیا گیا ہے نیز چوتھرہ کے اطراف خوبصورت آہنی جالی نصب کر کے بالکل محفوظ کر دیا گیا ہے۔

حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کے گنبد کے اطراف کے حصہ میں بھی سنگ شاہ آباد کا فرش کیا گیا ہے۔

حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ کے پائین میں جہاں عرس کے موقع پر زائرین کو کھانا کھلایا جاتا ہے غیر ضروری جھاڑوں کی موجودگی سے مزاحمت ہو رہی تھی۔ ان جھاڑوں سے اس جگہ کو صاف کر دینے نیز تبرک طعام پر فاتحہ کے لیے مخصوص قدیم پتھر کی بڑی کشتی کو ایک طرف بازو دھنا دینے کے بعد ابد کافئ کشادہ جگہ اور گنجائش نکل آئی ہے جس کے سبب وقت و احد میں کئی اصحاب کے تناول طعام سے فارغ ہونے کی سہولت پیدا ہو گئی ہے اسی کے ایک گوشہ میں ایک تخت نمائیلٹ فارم بنایا گیا ہے جو وعظ و تقاریر کے موقع پر ایک منبر کی حیثیت سے استعمال کیا جاتا ہے جس کے سامنے کی جگہ سامعین کے بیٹھنے

کے لیے موزوں ہے۔

ان ہمہ مقصدی اغراض کی تکمیل کے پیش نظر اس کشادہ جگہ کی اہمیت اور افادیت میں اضافہ ہو گیا ہے۔

مسجد درگاہ شریف ٹیکمال اور اطراف و اکناف کے دیہات و قصبات میں منجانب درگاہ سوسائٹی جدید مساجد کی جو تعمیر ہوئی اور جو مالی اعانت کی گئی ہے اس کی مکمل تفصیل آگے کے صفحات پر ایک علیحدہ باب میں دی گئی ہے۔

جہاں تک عوام کے لیے فلاحی اور رفاہی سرگرمیوں کا تعلق ہے تو اس مرحلہ پر غریب و مستحقین کے زکوٰۃ فنڈ اور امدادی فنڈ کے لیے مختص کردہ رقم میں اضافہ کر کے بارہ سو (۱۲۰۰) روپیہ سالانہ کر دیا گیا۔

اولیاء اللہ کے وسیلے اللہ تعالیٰ کا فضل و
درگاہ سوسائٹی کی آڈٹ رپورٹ | کرم ہمیشہ ہی سوسائٹی کے شال مال رہا

ہے۔ سوسائٹی کی موثر کارکردگی اور کامیابی میں دیانت داری اور بے لوث جذبہ خدمت کو بڑا دخل رہا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ پہلے ہی مرحلہ میں سوسائٹی کو حکومت میں رجسٹرڈ کیا گیا۔ عطیہ جات کی وصولی اور رقم کی باقاعدہ داد و ستد کے لیے اسٹیٹ بینک آف انڈیا کی شاخ سکندر آباد کے علاوہ آندھرا بینک ٹیکمال میں کھاتے کھولے گئے۔ جس سے خصوصاً بیرونی ممالک کے عطیہ دہندگان کو اپنے ڈرافٹ راست بینک کے نام ارسال کرنے اور سوسائٹی کے کھاتے میں جمع کرنے کی سہولت حاصل ہو گئی۔ حسابات کو مزید باقاعدہ اور منظم بنانے کے لیے قابل دستند چارٹرڈ اکاؤنٹنٹ کے ذریعہ سوسائٹی کے جملہ حسابات اور کتابت کی باضابطہ تنقیحات کروائی جا کر سالانہ آڈٹ رپورٹس بھی ہر وقت شائع کی جاتی رہی ہیں تاکہ رقوم میں خردبرد یا کسی معمولی نوعیت کی بھی بدعنوانی کی کوئی گنجائش تک باقی نہ رہے اور سوسائٹی کی جملہ سرگرمیاں موصفاً

ہرگہی کے سامنے آڈٹ رپورٹ کے ذریعہ آئینہ کی طرح بے داغ رہیں اور کسی شکایت کا موقع نہ پیدا ہو۔

قرآن میں ارشاد باری تعالیٰ ہے مَنْ جَاءَ بِالْحَسَنَةِ
دِرگاہ سوسائٹی کا موجودہ موقف | فَلَهُ عَشْرُ أَمْثَالِهَا (سورہ النعام آیت ۱۶۱)

یعنی جس نے ایک نیکی حاصل کی تو اس کے لیے اس کی جیسی دس نیکیاں ہیں۔ چنانچہ درگاہ سوسائٹی نے ایک مختصر و محدود سرمایہ کے ساتھ اپنا کام شروع کیا تھا اب الحمد للہ اس کام میں کئی گناہ برکت ہو جا چکی ہے اور مالی و انتظامی استحکام بھی حاصل ہو چکا ہے۔ عام طور پر یہ دیکھا گیا ہے کہ درگاہوں اور خانقاہوں کے حالات جب ایک مرتبہ اغماط و زوال کا شکار ہو جاتے ہیں تو پھر ہمیشہ کے لیے وہ آثار قدیمہ کے کھنڈر میں تبدیل ہو جاتی ہیں لیکن مقدس ٹیکمال کی درگاہ و خانقاہ کے حالات کو یہ امتیاز حاصل ہے کہ قادر مطلق نے اس کے زوال کو ترقی میں بدل کر ایسے بام عروج پر پہنچا دیا ہے کہ درگاہ شریف ٹیکمال کی موجودہ ہیئت و صورت گری کو دیکھنے کے بعد کسی کو یقین ہی نہیں آئے گا کہ ۱۹۷۶ء م (۱۳۹۶ھ) میں یہاں اکثر عمارتوں کی زبوں حالی اپنی دیرانی کا تکلیف دہ منظر پیش کر رہی تھی۔

”حیات نو اسکیم“ کی کامیاب تکمیل کے بعد درگاہ شریف کے مالیہ اور انتظامیہ کا موجودہ موقف الحمد للہ اتنا کچھ اطمینان بخش اور پائیدار ہو گیا ہے کہ انشاء اللہ آنے والے کئی برسوں بعد بھی اس کی بنیادیں متزلزل نہ ہو سکیں گی۔

دِرگاہ سوسائٹی کی اہمیت اور وقعت حکومت کی نظر میں بھی اتنی بڑھ گئی ہے کہ اس کی پہلی ہی نمائندگی پر حکومت کی جانب سے ٹیکمال میں ایک اردو میڈیم اسکول کا قیام عمل میں لایا گیا ہے۔ اس کے علاوہ سوسائٹی نے ٹیکمال میں عوام اور زائرین کی روزانہ آمد و رفت کے پیش نظر عصری طرز کے ایک بس ڈپو کے قیام، تار روڈ کی تعمیر

پینے کے پانی اور ٹیلیفون کی سہولتوں کی فراہمی جیسے مطالبات سے متعلق بھی حکومت سے نمائندگی کی ہے۔ امید ہے کہ انشاء اللہ ان تمام جائز مطالبات کی بحالت ممکنہ پذیرائی عمل میں آئے گی۔ یہاں اس خوشخبری کا ذکر بے محل نہ ہوگا کہ برادرِ مہربان سید ضیاء اللہ صاحب قادری کی دیرینہ مساعی اور مسلسل جدوجہد کے وسیلے ٹیکمال میں حکومت نے ایک جوئیر کالج بھی قائم کر دیا ہے جس سے قصبہ کا رونق دوبالا ہوگئی ہے اور اعلیٰ تعلیم کا حصول آسان ہو گیا ہے۔

یہ بھی کیا حسن اتفاق ہے کہ تقریباً ڈیڑھ صدی باغ پھر سے سرسبز و شاداب ہو گیا | قبل حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے ٹیکمال میں جو باغ لگایا تھا اور اپنے خونِ جگر سے جس کی آبیاری کی تھی آپ کے بعد آپ کے خاندان سے پہلے باغبان کی حیثیت سے حضرت سید احمد قادریؒ نام والے ایک مقدس بزرگ نے اپنی مہمانداری سے اس کو گل و گلزار بنادیا تھا۔ مگر زمانہ کی بادی صرصر کے جھونکوں نے اس باغ کی فضا کو خزاں نصیب دے دی رونق کر دیا تو آج اسی خالو داد سے پھر ایک بار اسی حضرت سید احمد قادریؒ نام ہی کے حامل دوسرے بزرگ محترم نے حالیہ باغبان کی حیثیت سے ضعیف العمری میں دھڑکا اپنے سب آرام و چین کو قربان کرتے ہوئے اپنی شب و روز کی انتہک کاوشوں کے ذریعہ اسی باغ کو پھر سے پرہیز اور سرسبز و شاداب بنادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اس باغ کو جو تازگی، رعنائی اور سرسبزی نصیب ہوئی ہے وہ بلاشبہ سبز گنبد والے تاجدارِ مدینہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ اور ہرے جھنڈے والے شہزادے جیٹا حضرت پیرانِ پیرؒ کو ثناء اعظم و شکر کا تصدق ہے۔ بلکہ مقدس ٹیکمال کی یہ نشاۃ ثانیہ دراصل اسی خواب کی کچی تعبیر ہے جو برادرِ محترم سید احمد صاحب قادریؒ منظر نے ۱۹۶۷ء میں شہنشاہِ بغداد کے روضہ شریف کے اندر دیکھا تھا۔

رب العزت کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ اس باغ کو یوں ہی سرسبز رکھے اور اس سے وابستہ بلبلوں کو دنیا و دین میں سرخ رو بنائے اور اپنے اسلاف کے نقش قدم پر گامزن ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین بچا کا سید المرسلین۔

حیات نوا اسکیم کی کامیابی میں قابل ذکر معاونین | کرنے میں نہ صرف خانوادہ ٹیکمال

کے ارکان نے حب استطاعت بھرپور تعاون کر کے اجر عظیم حاصل کیا بلکہ مقدس ٹیکمال کے وابستگان، معتقدین نے بھی ملک اور بیرون ملک سے اس کار خیر میں دامے درمے سخنے اعانت کرتے ہوئے جو حصہ لیا ہے وہ ہر طرح لائق قدر و قابل تقلید ہے جو یقیناً ان کے لیے فیوض و برکات اور ثواب و حسنات کا ذریعہ ثابت ہوگا۔

خصوصاً کم سے کم وقت میں جو زیادہ سے زیادہ مالیہ جمع ہو سکا وہ بلاشبہ اللہ عزوجل کے فضل بے پناہ کا نتیجہ اور مقدس ٹیکمال کے اولیاء اللہ کے روحانی تصرف کا طفیل ہے۔ اپنا عظیم ذاتی سرمایہ اس نیک کام کی نذر کر کے مثال قائم کرنے والوں میں تو سر فہرست حضرت سید احمد صاحب قادری مدظلہ ہی ہیں جو کئی لاکھ روپیوں کی حد تک یا پہنچا ہے لیکن موصوف کی ترغیب اور اپیل پر ہندوستان برطانیہ، امریکہ اور مشرق متوسط کے عرب ممالک میں مقیم جن خاندانی ارکان اور معتقد اصحاب نے جلدیا بدیر لیک کہا اور دل کھول کر مالی اعانت فرمائی اس کی مکمل تفصیل نام بنام شائع کردہ سالانہ آڈٹ رپورٹس میں موجود ہے۔

ابتدائی مرحلہ میں برادر مرحوم الحاج سید احمد جمال اللہ صاحب قادری مقیم امریکہ کا گراں قدر عطیہ قابل ذکر ہے جو مرحوم کے لیے تاقیامت صدقہ جاریہ کی حیثیت سے زاد آخرت ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین!

خاندانی افراد سے ہٹ کر دیگر کئی اصحاب نے بھی ازراہ عقیدت نہ صرف خود مالی اعانت کی بلکہ دوسروں سے عطیہ جات جمع کرنے کے نیک مقاصد میں سرگرم حصہ لیا جن میں ٹیکمال کے ہی ایک متوطن لوجوان معتقد جناب محمد نعیم الدین صاحب ملازم سعودی ایئر لائنس سب سے پیش پیش رہے اس سلسلہ میں موصوف کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں کیوں کہ انھوں نے نہ صرف ذاتی طور پر عظیم مالی تعاون فرمایا بلکہ شخصی دلچسپی لے کر جہد کے مستطیع اہل خیر حضرات سے ربط پیدا کرتے ہوئے ایک خطرہ رقم جمع فرمائی اور موصوف سے یہ رقم درگاہ سوسائٹی کو ایسے نازک وقت میں وصول ہوئی جب کہ فنڈز کی کمی کے سبب تعمیری پراجیکٹ کے کام میں وقفہ پڑ جانے کا اندیشہ پیدا ہو گیا تھا۔ جناب اللہ بروقت یہ غنی امداد بھی بزرگانِ دین کی کرامت سے کم نہیں تھی۔ اس موقع پر درگاہ سوسائٹی کے موجودہ ایک رکن ہونے کے ناتے جملہ ارکانِ خاندانِ ٹیکمال اور معتقدین و وابستگان درگاہ شریف ٹیکمال تک سوسائٹی کی یہ اسپل پنچانامہ مولف اپنا فریضہ سمجھتا ہے کہ درگاہ شریف کی مزید ترقی و ترقی نیز سالانہ مرمت و داغدوزی وغیرہ کے لیے وہ اپنی مفید تجاویز کے ساتھ اپنے گراں قدر عطیہ جات آئندہ بھی سوسائٹی کے نام یا بینک میں سوسائٹی کے کھاتہ کے نام روانہ فرما کر ثواب دارین حاصل فرماتے رہیں۔

توبہ کا نتیجہ

حدیث شریف میں ہے جب ہومن توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسکے گزشتہ گناہوں کے ہر دن کے بدلے ایک برس کی عبادت کا ثواب اور شہید کا درجہ عطا فرماتا ہے۔ قیامت کے دن اسکو ایک ہزار تالی غنایت ہوں گے قبر میں جنت کی طرف کی کھڑکی کھل جائیگی جس میں ایک فرشتہ اسکے دائیں طرف

ہوگا ایک آگے ایک پیچھے چاروں جنت کی بشارت دیں گے۔!

گیارہواں باب

تعمیر و توسیع مساجد

اولیاء اللہ تبلیغ و اشاعت اسلام کے لیے جہاں کہیں بھی گئے تو انہوں نے اقامت دین و اطاعت احکام شریعت کے لیے نئی مساجد تعمیر کی یا قدیم مساجد کو آباد کر کے اسی کو اپنی تعلیمات کا مرکز بنایا جہاں نماز باجماعت اور درس و تدریس کے ساتھ ساتھ مساجد میں تہذیب و نفس کے اصول و طریقے سکھائے جاتے تھے شریعت کے پابند ہوجانے کے بعد تصفیہ قلب و روح کی غرض سے مسجد سے متصل خانقاہیں قائم کی گئیں جہاں طریقت کی عملی تربیت سے آراستہ کر کے ظاہری و باطنی تطہیر کے مواقع فراہم کئے جاتے تھے۔ یہی وجہ ہے زمانہ قدیم سے اولیاء اللہ کی درگاہ یا ان کے مزار کے قریب ضرور ایک مسجد نظر آتی ہے۔

احاطہ درگاہ شریف ٹیکمال میں واقع مسجد حسینیہ بھی اسی غرض
مسجد حسینیہ ٹیکمال | وغایت سے بنی جس کی تعمیر ۱۲۴۲ھ ۱۸۲۶ء میں حضرت
 سید صاحب حسینی قادریؒ کے ہاتھوں ہوئی۔ متقاضی مسلمانوں کی آبادی میں نیز مدرسہ حسینیہ
 کے طلباء کی تعداد میں روز افزوں اضافہ کے سبب مسجد حسینیہ جب شکوہ تنگ دامن
 کرنے لگی تو ۱۳۲۲ھ ۱۹۰۶ء میں حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ سیارہ دوم ٹیکمال

نے اس مسجد کی توسیع زمانی۔ زائد از دیرھ سو برس قبل تعمیر کردہ اس مسجد کی چھت نہایت بوسیدہ ہو گئی تھی اس لیے چھت نہ صرف دوبارہ تعمیر کی گئی بلکہ ۱۹۸۴ء ۲۰۴ھ میں آرمی سی چھت کی مزید توسیع کی گئی جس سے مسجد کی گنجائش دو گنی ہو گئی ہے۔ اس کے علاوہ مسجد کا صحن بھی ۲۵ فیصد کشادہ ہو گیا ہے ایک پانی کی ٹانگی بنائی گئی ہے جس میں نل کی ٹوٹیاں لگی ہیں۔ پیشاب خانہ اور بیت الخلاء کو از سر نو تعمیر کر کے ان کو آہنی دروازوں اور عصری ڈرینج کی سہولت سے آراستہ کیا گیا ہے۔ باب الداخلہ پر شکاف زدہ کھان کی جگہ خوبصورت کھم بنائے گئے ہیں۔ مسجد میں برقی کی تنصیب از کار رفتہ ہو گئی تھی اس کو نئے سرے سے درست کرنے جدید دائرنگ اور ٹنگ کی گئی ہے۔ آہک پاشی و رنگوائی کے بعد اب یہ مسجد بفقہ نور دکھائی دیتی ہے اور ضلع میدک کی خوبصورت ترین مساجد میں سے ایک کہلائی جاسکتی ہے۔ اس مسجد سے متصل شمال مغرب کی جانب ایک کشادہ کمرہ مع جملہ عصری ضروریات و ملحقہ حمام کی حالیہ تعمیر بھی ہوئی ہے جو اس کے موقع پر معزز مہمان علماء و مقررین کے قیام کے لیے نہایت موزوں اور سہولت بخش ثابت ہوگا۔

مسجد قادیانہ سالانہ پٹی مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کا پھر سے احیاء دینی و فنی تعلیم و تربیت میں طلباء و طالبات کی کثیر تعداد میں شرکت اور دیگر

انقلابی ترقیوں سے متاثر ہو کر اطراف و اکناف کے مواضعات اور دیہات کی آبادیوں میں بھی دینی جوش و خروش اور ایک نیا دلولہ پیدا ہو گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ درگاہ سوسائٹی کی ہی امداد اور حضرت سید احمد صاحب قادری مدظلہ کی شخصی دلچسپی سے ٹیکمال سے ۴ کیلو میٹر قریب ہی واقع آبادی ”سالانہ پٹی“ میں ایک خوشنما مسجد تعمیر ہوئی۔ چند اصحاب خیر کی جانب سے اس کام کا آغاز اور گاؤں کی پوری آبادی کا اس میں تعاون ایک ایسا ہیثیال واقع ہے جو دیگر دیہات کے لیے قابل تقلید نظر ہے۔

شہاب الدین صاحب نے مسجد سالانہ پٹی کی تحریک کی اور من اللہ صاحب نے

اپنی ذاتی زمین مسجد کے لیے فوراً بطور عطیہ پیش کر دی۔ اور بہت جلد سوسائٹی کی جانب سے کاریگر معہ سمٹ اور لوہا بطور امداد مہیا کر دئے گئے۔ دیکھتے دیکھتے مسجد کی تعمیر و تیار دی میں وہیں کی آبادی کے مرد و عورت اور بچوں نے رضا کارانہ طور پر بغیر اجرت لیے اور بغیر باہر سے مزدور بلائے سارا کام مکمل کر دیا اور ایک ماہ کی قلیل ترین مدت میں مسجد تیار ہو گئی تو ۱۹۷۱ء ۱۳۹۱ھ میں اس کا شاندار افتتاح عمل میں آیا جس کے بعد پنج وقتہ نماز باجماعت کے علاوہ جمعہ کا اہتمام بھی پابندی سے ہونے لگا۔ اس مسجد کے مصارف کی پابجائی کے لیے ٹیکمال میں ایک ملگی وقف کر دی گئی ہے جس کے کرایہ سے امام صاحب کی تنخواہ چرائغ وغیرہ کے اخراجات کی تکمیل کی جاتی ہے۔ اس مسجد سے ملحقہ مدرسہ حسینیہ کی ایک شاخ بھی کھول دی گئی جن کے معلم کی تنخواہ درگاہ سوسائٹی کی جانب سے ادا کی جاتی ہے۔

حال ہی میں کثیر خرچہ سے ایک باؤلی بھی کھدوائی گئی ہے جس سے مصلیوں کے لیے پانی کی دشواری بھی دور ہو گئی۔ مسجد کی کمانوں میں آہنی جالیوں کی تنصیب سے خوبصورتی میں اضافہ ہو گیا ہے۔ مسجد کے صحن اور مدرسہ کی عمارت کے لیے مقصد مزید زمین خریدی گئی ہے۔

اس مسجد کے استقامت کو خوش اسلوبی سے چلانے اور نگرانی رکھنے کے لیے ایک کمیٹی مقرر کی گئی ہے جس کے صدر معین الدین صاحب، معتمد امام الدین صاحب اور منتظم من اللہ صاحب ہیں۔ مسجد کے لیے وقف کردہ ملگی کا کرایہ وصول کرنا اور جائزہ مصارف میں اس کو استعمال کرنا وغیرہ اس کمیٹی کے فرائض میں داخل ہے۔

واضح ہو کہ سالانہ پل میں یہ پہلی مسجد تعمیر ہوئی جس کے قبل دیہاتیوں کو روزانہ نماز باجماعت اور خصوصاً جمعہ کے لیے ٹیکمال آنا پڑتا تھا۔

سابقہ زمانہ میں اسلامی مشن کے مقاصد اس کی تعلیمات کو دور دور تک پہنچانا اور

غیر مسلموں کو بھی اسلام کی دولت سے مالا مال کرنا تھا لیکن موجودہ زمانہ میں جو بھی مسلمان ہیں وہ برائے نام مسلمان کہلاتے ہیں جن میں مذہبی معلومات اور دینی شعور کا مکمل فقدان پایا جاتا ہے اپنے صحیح عقائد سے وہ واقف نہیں ہیں لہذا وقت کی اہم ترین ضرورت یہ ہے کہ جو بھی برائے نام مسلمان ہیں ان کو حقیقی معنی میں مسلمان بنایا جائے اور مساجد کی تعمیر اور دینی مدارس کے افتتاح کے ذریعہ نئی نسل کو اسلامی تعلیمات سے بہرہ ور کرتے ہوئے تعلیم بالغاں پر بھی پوری توجہ دی جائے۔ اور یہی درگاہ سوسائٹی کا بنیادی مقصد ہے۔

مقدس ٹیکمال کے اطراف و اکناف تقریباً ۱۵ کیلومیٹر کے احاطہ میں کئی ایسے دیہات واقع ہیں جہاں کی قابل لحاظ آبادی مسلمانوں کی ہے جس میں دن بدن اضافہ ہوتا جا رہا ہے لیکن گزشتہ تقریباً ایک سو برس سے زیادہ عرصہ گزر چکا ہے ان دیہاتوں میں کوئی جدید مسجد تعمیر ہوئی نہ کوئی دینی مدرسہ کھولا گیا۔

مسجد سالاج پل کی تعمیر کے فوراً بعد اطراف و اکناف کے کئی مہاوضات کی مسلم آبادی کی جانب سے درگاہ سوسائٹی کو درخواستیں وصول ہونے لگیں اور اصرار کے ساتھ مطالبات ہونے لگے کہ ان کے دیہات میں بھی ایک ایک مسجد تعمیر کرنے میں سوسائٹی مالی امداد کے ساتھ رہبری کرے۔

درگاہ سوسائٹی کا مالیہ جب مستحکم موقف میں آگیا تو مساجد کی تعمیر کی جانب توجہ دی گئی چنانچہ قریب کی آبادیوں میں حسب ذیل نئی مساجد تعمیر ہو گئیں۔

اس سلسلہ کی دوسری نئی مسجد تمپلور ہے۔ صادق علی صاحب مسجد شاہدی تمپلور | کی تحریک پر سوسائٹی نے ٹیکمال سے چھ کیلومیٹر جنوب میں واقع

دیہات تمپلور میں بھی پہلی مسجد تعمیر کرنے کے لیے دست تعاون دراز کیا اور نہایت گہری کے ساتھ تعمیر میں دلچسپی لیتے ہوئے ۱۹۸۱ء تا ۱۹۸۲ء میں مسجد کو پایہ تکمیل تک پہنچا دیا۔ صرف مزدوروں کا انتظام گاؤں والوں نے کیا باقی اخراجات درگاہ سوسائٹی نے برداشت کیے۔

چونکہ یہاں بھی کوئی دینی تعلیم کا انتظام نہیں تھا اس لیے مسجد تپلور کے ساتھ بھی مدرسہ حسینیہ کی ایک شاخ کھول دی گئی ہے۔ اس مسجد و مدرسہ کو مستقبل میں جاری رکھنے کے لیے ایک مستقل ذریعہ آمدنی کی ضرورت ہے۔

اسی سلسلہ کی تیسری نئی مسجد ٹیکمال سے دس کیلومیٹر کے فاصلہ پر مسجد مہراج چلور واقع دیہات چلور میں تعمیر کی گئی جہاں کے مسلمانوں میں بڑا شوق و ولولہ موجود ہے درگاہ سوسائٹی نے حتی المقدور مالی اعانت کی ۲۰۲۱ھ ۱۹۸۲ء میں مکمل ہو جانے کے بعد دیہات والوں نے یہاں بھی مدرسہ حسینیہ کی ایک شاخ کا افتتاح کیا اور مسجد و مدرسہ کے لیے درکار عملہ کا تقرر بھی کیا۔ لیکن یہاں بھی مسجد و مدرسہ کے مصارف کی تکمیل کے لیے کوئی مستقل ذریعہ آمدنی فی الوقت موجود نہیں ہے صرف ماہانہ چندوں سے انتظامات چلائے جاتے ہیں۔

اس مسجد کی تعمیر میں محمد عبید الدین صاحب نے بڑا سرگرم حصہ لیا ہے جو ہر طرح لائق تحسین ہے۔

جو تھنی نئی مسجد رائے پہاڑ نامی دیہات میں تعمیر کی گئی ہے جو مسجد حسینیہ رائے پہاڑ ٹیکمال سے قریب ۴ کیلومیٹر کے فاصلہ پر واقع ہے اگرچہ کہ

اس دیہات میں تعمیری ساز و سامان لیجانے کے لیے کوئی موزوں ذمہ دار راستہ نہیں ہے لیکن دیہاتیوں کی جدوجہد قابل تعریف ہے کہ اس نیک کام کے لیے انھوں نے طرح طرح کی تکلیف و مشقت برداشت کی اور ہر قسم کے اشیاء و قربانی سے کام لیا۔ ۲۰۲۱ھ ۱۹۸۲ء میں یہ مسجد الحمد للہ تیار ہو گئی جس میں درگاہ سوسائٹی نے بھی تعاون کیا۔ اور مدرسہ حسینیہ کی ایک شاخ کا رائے پہاڑ میں بھی قیام عمل میں آیا۔ مسجد رائے پہاڑ کی تعمیر و تکمیل میں سید حسین صاحب عرف نھتے پٹیل اور سید مولانا صاحب کی انتہک کوششوں کا بڑا دخل ہے جنھوں نے زیادہ سے زیادہ دلچسپی لی ہر موقع پر پیش پیش رہے اور مسجد کا

کام مکمل ہونے کے بعد ہی دم لیا۔ لیکن مسجد نہا کے لیے بھی ایک مستقل وسیلہ آمدنی درکار ہے۔ جامع مسجد ٹیکمال نیچے گلی

موجودہ مسلم آبادی کے لیے مسجد کی گنجائش ناکافی ہو رہی تھی۔ چنانچہ برادر مملووی سید ضیاء اللہ صاحب قادری کی سرکردگی میں اس مسجد کے تعمیری کام کی تکمیل کے لیے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔ درگاہ سوسائٹی نے بھی اپنی خطیر رقمی امداد کے ذریعہ اس کار خیر میں بھرپور تعاون کیا ہے۔ تعمیر ابھی زیر تکمیل ہے جس کی کامیاب صورت گیری کے لیے برادر موصوف کے ہنری زیر نگرانی سید ابراہیم صاحب اور خواجہ میاں صاحب پیش امام کی جلد و جہد اور مساعی جمیلہ پوری طرح جاری ہیں۔

یہ مسجد ضلع میدک میں حضرت سید صاحب حسینی قادری کے ہمیشہ زاد مسجد حبیلانی میدک و خلیفہ حضرت شاہ غلام حبیلانی کے نام سے موسوم ہے۔ مسجد حبیلانی میدک کے مصارف کی تکمیل کے لیے ایک مستقل ذریعہ آمدنی کی ضرورت محسوس کی گئی لہذا ٹیکمال میں ہی اس مقصد کے لیے ایک مکان تعمیر کیا گیا ہے جس کا کارایہ مسجد حبیلانی کی ماہانہ مالی اعانت کیے میدک کو روانہ کیا جا رہا ہے۔

حسینی مسجد ملک پٹیہ میں خانوادہ ٹیکمال کے کئی بزرگ مدفون ہیں جو میں درگاہ شریف حسینی قادری بھی شامل ہیں۔

اس مسجد کی تعمیر درگاہ شریف ٹیکمال کے سجادہ سوم حضرت سید حسینی پادشاہ قادری نے ۱۳۱۵ھ میں فرمائی جس میں صحن اور ایک بڑا حوض بھی تھا۔ لیکن مصلیوں کی تعداد میں اضافہ سے اس کی گنجائش ناکافی ہو رہی تھی اس لیے اس مسجد کو عہری سولہ سولہ کے ساتھ توسیع دینے کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ درگاہ سوسائٹی نے خانوادہ ٹیکمال

سے منسوب اس قدیم مسجد کو جدید ہیئت دینے میں بھرپور ترقی اعانت کی ہے۔ توسیع مسجد کے کام کی نگرانی کے لیے جو کمیٹی بنائی گئی اس کے صدر برادر م حضرت سید احمد قادری صاحب اور محمد جناب ہدایت علی صاحب ہیں۔ حسینی مسجد ملک پیٹھ کے متولی جناب ذوالقدر پادشاہ صاحب ہیں جن کی خصوصی توجہ اور کوششوں سے یہ مسجد ہمیشہ آباد رہی۔ مسجد کی حالیہ توسیع کے کام میں جناب سید نعمت اللہ صاحب قادری نے شخصی دلچسپی لی اور تعمیری کام کو ماہرین کے ذریعہ بحسن و خوبی پایہ تکمیل تک پہنچایا۔

مسجد تو بنادی شب بھر میں ایماں کی حرارت والو! تھے

دل اپنا مگر پانی پڑھا برسوں میں مسلمان ہو نہ سکا

خوش نصیب ہیں وہ حضرات جو مساجد کی تعمیر میں دامن درے اور دل کھول کر حصہ لیتے ہیں اور اللہ کے گھروں کو آباد کر کے اپنی دنیا کو بھی سنوارتے ہیں اور عقبی کیلئے بھی ثواب بے حساب کماتے ہیں۔ کم نصیب ہیں وہ مسلمان جن کی آبادی میں مسجد ہونے کے باوجود اس کو نماز باجماعت کے ذریعہ آباد نہیں کرتے۔ ایسی مسجدیں ان مسلمانوں کے خلاف اللہ سے شکایت کرتی ہیں۔

پہلے کی مساجد کی دیواریں مٹی کی اور چھت کھجور کے پتوں یا گھاس پھوس کی ہوتی تھیں لیکن اس میں نماز پڑھتے والوں کا ایمان راسخ ان کی دعائیں قبول ہوئیں ان کا عبادت میں خشوع و خضوع اس درجہ کا تھا کہ دوران نماز پاؤں میں چبھا ہوا تیر نکالا لگیا تو حضرت علیؑ نے ذریعہ جوش و خروش فرمایا۔ لیکن آج کی مساجد آرمی سی کی کئی منزلہ ایرکٹڈ اینڈ یا برقی روشنی اور پنکھوں سے آراستہ اور جملہ آرام دہ سہولتوں سے مزین ہیں مگر مصلیوں میں نہ اکھاسا ذوق عبادت نہ پہلا سا خشوع و خضوع ہے پھر دعائیں قبول کیسی ہوں گی۔؟

صفین کے دل پریشان مسجد بے ذوق : وہ جذبہ اندروں باقی نہیں ہے
(علامہ ابن ابراہیم)

درگاہ شریف و خانوادہ مقدس ٹیکمال

کے تاریخی واقعات کا جائزہ ایک نظر میں

۱۱۳ھ ۱۷۰۲ء حضرت سید عبدالواحد قادریؒ (دلد حضرت سید جمال اللہ قادریؒ الد آبادی) نے شمالی ہند سے دکن کا رخ کیا اور جوگی پٹھ میں سکونت پذیر ہوئے۔

۱۲۶ھ ۱۷۱۵ء حضرت سید عبدالواحد قادریؒ کا جوگی پٹھ میں وصال ہوا اور وہیں تدفین عمل میں آئی۔

۱۵۸ھ ۱۷۴۵ء حضرت سید شکر اللہ قادریؒ (دلد حضرت سید عبدالواحد قادریؒ) ٹیکمال میں وصال ہوا۔

۲۱۴ھ ۱۷۹۹ء حضرت سید عبدالواحد قادریؒ ثانی (دلد حضرت سید شکر اللہ قادریؒ) کا ٹیکمال میں وصال ہوا۔

۲۱۹ھ ۱۸۰۵ء حضرت اقدس سید صاحب حسینی قادریؒ کی ٹیکمال میں ولادت باسعادت ہوئی۔

۱۲۳۳ھ ۱۸۱۸ء حضرت اقدس بغرض تعلیم حیدر آباد تشریف لے گئے۔

۱۲۳۸ھ ۱۸۲۳ء حضرت اقدس کے والد ماجد حضرت سید عبدالرزاق قادریؒ کا ٹیکمال میں وصال ہوا۔

۱۲۳۹ھ ۱۸۲۴ء حضرت اقدس ٹیکمال واپس تشریف لائے۔

۱۲۴۱ھ ۱۸۲۶ء حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ سے بیعت کر کے حضرت اقدسؒ نے سلوک، ذکر، مراقبہ اور مجاہدہ کا آغاز فرمایا۔ (تبدیلِ غم ۲۲، محرم ۱۲۴۱ھ)

۲۶ رمضان ۱۲۴۱ھ ۱۸۲۶ء حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ نے حسبِ الحکم غوثِ اعظمؒ محبوبِ سبحانیؒ خرقہ خلافت قادریہ اور حسبِ ہدایت حضرت نظام الدین محبوبِ الہیؒ خرقہ خلافت چشتیہ حضرت اقدسؒ کو مرحمت فرمایا۔

۱۲۴۱ھ ۱۸۲۶ء بعد عطاءے خلافت حضرت اقدسؒ اپنے وطن ٹیکمال کو واپس تشریف لائے۔

۱۲۴۲ھ ۱۸۲۷ء حضرت اقدسؒ نے ٹیکمال میں مسجد خالقہ اور مدرسہ کی بنیاد ڈالی۔

۱۲۴۲ھ ۱۸۲۷ء حضرت اقدسؒ نے اپنی مشہور فارسی تصنیف ”فرہنگ حسینی“ کی ترتیب کا کام شروع فرمایا۔

۱۲۴۳ھ ۱۸۲۹ء حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ پہلی مرتبہ ٹیکمال تشریف لائے اور پندرہ یوم قیام کے بعد بلدہ واپس ہوئے۔

۱۲۴۵ھ ۱۸۳۱ء پیر و مرشد دوبارہ ٹیکمال تشریف لائے اور چار یوم ٹیکمال میں تین دن میک میں پھر بوقت واپسی دس دن ٹیکمال میں قیام فرمائے اور اسی اثناء میں حضرت اقدسؒ کو مسند سجادگی عطا فرمائی۔

۱۲۴۵ھ ۱۸۳۱ء تصنیف ”فرہنگ حسینی“ حضرت اقدسؒ کے ہاتھوں تکمیل کو پہنچی۔

۱۲۴۸ھ ۱۸۳۳ء حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ فرزند حضرت اقدسؒ کی ولادت باسعادت ہوئی۔

۱۲۴۸ھ ۱۸۳۳ء مرشدِ کامل حضرت پیر شاہ اللہ قادریؒ بتقریب عقیقہ سید احمد پادشاہ قادریؒ ٹیکمال تشریف لاکر پندرہ یوم قیام فرمائے اور اسی دوران پیر و مرشدؒ نے اپنے مدفن کے لیے ٹیکمال میں جگہ کا انتخاب فرمایا۔

۱۲۴۹ھ ۱۸۳۲ء حسب پیشین گوئی پیر درشد کا وصال ٹیکمال میں ہوا۔
 ۱۲۵۹ھ ۱۸۴۲ء حضرت اقدسؒ نے اپنے فرزند اکبر کو تاج خلافت و سجادگی سے نوازا۔
 ۲۶ محرم ۱۲۶۹ھ ۱۸۵۳ء سجادہ سوم حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کی ولادت ہوئی۔
 ۱۲۷۰ھ ۱۸۵۴ء پیر درشد کے مزار پر آپ کے وصال سے اکیس سال بعد حضرت اقدسؒ نے گنبد تعمیر فرمائی۔

۱۲۸۵ھ ۱۸۶۹ء حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے نبیرہ حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کو خلعت خلافت بخشا۔

۱۲۹۸ھ ۱۸۸۱ء حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے اپنے فرزند حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کو اپنا جانشین فرمایا۔

۲۶ محرم ۱۲۹۶ھ ۱۸۸۰ء حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ کا ٹیکمال میں وصال ہوا۔
 ۱۳۱۹ھ ۱۹۰۱ء حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ نے اپنے والد حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کے زیر سرپرستی ”فرہنگ حسینی“ کو طبع کرایا۔

۱۳۲۲ھ ۱۹۰۶ء حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ نے مسجد درگاہ شریف ٹیکمال کی توسیع فرمائی۔

۴ جمادی الثانی ۱۳۲۵ھ ۱۹۰۷ء سجادہ دوم حضرت سید احمد پادشاہ قادریؒ کی وفات ہوئی۔

۲۸ ۱۳۲۸ھ ۱۹۱۱ء حضرت اقدسؒ کے فرزند دوم حضرت سید معروف قادریؒ کا وصال ہوا۔
 ۳ ربیع الاول ۱۳۳۳ھ ۱۹۱۴ء حضرت اقدسؒ کے فرزند سوم حضرت سید حسین پادشاہ قادریؒ کا وصال ہوا۔

۱۳۳۷ھ ۱۹۱۹ء سجادہ سوم حضرت سید حسینی پادشاہ قادریؒ کا حیدر آباد میں وصال ہوا اور سید محمود پادشاہ قادریؒ سجادہ چہارم مقرر ہوئے۔

۱۳۳۸ھ م ۱۹۲۰ء سجادہ چہارم حضرت سید محمود پادشاہ قادریؒ کا وصال ہوا اور سید احمد عبد القادر حسینی قادریؒ سجادہ پنجم ہوئے۔

۹ رجب ۱۳۸۰ھ م ۱۹۶۱ء سجادہ ششم سید احمد نور اللہ قادریؒ ثانی تولد ہوئے۔
۶ شعبان ۱۳۹۰ھ م ۱۹۷۷ء سجادہ پنجم حضرت سید عبد القادر حسینیؒ کا انتقال ہو گیا۔
۶ رمضان ۱۳۹۰ھ م ۱۹۷۷ء سجادہ ششم سید احمد نور اللہ صاحب قادریؒ ثانی کی رسم جانشینی انجام پائی۔

۱۳۹۷ھ م ۱۹۷۷ء ٹیکمال درگاہ سوسائٹی کا قیام اور حیات نواسیم کے تعمیری کاموں کا آغاز ہوا۔

۱۳۹۸ھ م ۱۹۷۸ء مسجد سالاج پلی تعمیر ہوئی اور اس کے ساتھ مدرسہ حسینیہ ٹیکمال کی ایک شاخ بھی کھولی گئی۔

۱۴۰۱ھ م ۱۹۸۱ء مسجد پیلور کی تعمیر ہوئی اور اس کے ساتھ بھی مدرسہ حسینیہ کی ایک شاخ قائم ہوئی ہے۔

۱۴۰۲ھ م ۱۹۸۲ء مسجد چلور میں بھی ایک مسجد اور مدرسہ کا افتتاح ہوا۔

۱۴۰۵ھ م ۱۹۸۵ء حسینی مسجد ملک پٹیہ کی تعمیر میں درگاہ سوسائٹی نے مالی اعانت دی۔
۱۴۰۵ھ م ۱۹۸۵ء مسجد درگاہ شریف ٹیکمال کی تجدید و توسیع ہوئی جس سے اس کا نقشہ ہی بدل گیا۔!

”خبر حدیثوں میں جس کی آئی وہی زمانہ اب آگیا ہے“

رسول اللہؐ نے فرمایا میری امت پر ایک زمانہ ایسا آئے گا کہ ان کے پادشاہ و حاکم ظالم اور لالچی، علماء و درویش ریاکار، تاجر سود خوار ہوں گے اور عورتیں بناؤ سنگھار میں مصروف

و پہننے والی ہوں گی۔!

اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ

بارہواں باب

عظمتِ اولیاءِ کرام

جلا سکتی ہے شمعِ گشتہ کو موجِ نفسِ ان کی
الہی کیا چھپا رکھا ہے اہل دل کے سینوں میں

آج کل دین میں جو بڑے بڑے فتنے پیدا ہو رہے ہیں ان میں سے ایک فتنہ یہ بھی ہے کہ اولیاء اللہ کو بالکل عاجز و ناکارہ اور بے اختیار بتایا جا رہا ہے اور ان کے روحانی تصرفات اور زندہ کرامات کا صریح انکار کیا جا رہا ہے حالانکہ قرآن اور حدیث سے ثابت ہے کہ اولیاء اللہ بہت بڑی شان اور عظمت کے مالک ہیں۔

اولیاء جمع ہے "ولی" کی اور ولی کے لغوی معنی ہیں "قریب دوست" اور اولیاء کس کو کہتے ہیں؟ | کارساز اور مددگار۔ کیوں کہ دلی مشتاق ہے "ولاء" سے جو

قرب اور نصرت کے معنی میں ہے لہذا اولیاء اللہ سے مراد اللہ کے دوست اور وہ مقبول بندے جنہیں قرب الہی نصیب ہو جو اللہ کے دین کے مددگار ہوں اور جن کے ہر کام کو اللہ کی نصرت و حمایت حاصل رہے۔

جس طرح دنیا کو بارش اور آفتاب کی ہمیشہ ضرورت دنیا کو اولیاء اللہ کی حاجت ہے | ہے اسی طرح علماء و اولیاء کی بھی دنیا کو سخت

حاجت ہے جن کو مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں حضور نے بارش نبوت کے تالاب فرمایا ہے انبیاء کرام کی تشریف آوری کا مقصد خلق کی ظاہری و باطنی اصلاح ہے۔ سلسلہ نبوت ختم ہو جانے کے بعد یہ مشن اور یہ کام دو گروہوں کو سپرد ہوا۔ ظاہری اصلاح کے لیے علمائے دین کو ذمہ دار بنایا گیا تو باطنی صفائی اولیاء اللہ کے سپرد کی گئی۔ چوں کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قیامت تک رہے گی اس لیے ضروری ہے کہ انہما کے سارے کام انجام پاتے رہیں اور یہ جب ہی ممکن ہے کہ یہ دونوں گروہ دنیا میں موجود رہیں۔

ایمان عالم دین سے ملتا ہے مگر ایمان کی حفاظت اولیاء کرام کے کرم سے ہوتی ہے۔ یہ دونوں جماعتیں ہمارے ایمان و اعمال کے لیے گویا ایک پرندہ کے دو بازو یا ایک گاڑی کے دو پہیے جیسے ہیں جن کے وسیلے کے بغیر بارگاہ رب العالمین میں ہم

پہنچ نہیں سکتے۔

سورہ یونس کی مشہور آیت ۶۲ ہے۔
اُولِیَاءَ اللّٰہِ بے خوف بھی ہیں اور بے غم بھی | اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰہِ لَا خَوْفٌ عَلَیْہُمْ وَکَا
 هُمْ یَخْشَوْنَ تَرْجَمہ: آگاہ ہو جاؤ! بے شک اللہ کے ولیوں پر نہ کوئی خوف ہے
 اور نہ انھیں کوئی غم ہوگا۔

زمانہ مستقیم میں ہونے والی کوئی ایسی بات جس سے انسان کے قلب پر دہشت اور
 گھبراہٹ طاری ہو تو اس کو عربی میں خوف اور اردو میں ڈر کہتے ہیں۔ اور زمانہ ماضی میں
 کسی چیز کے نقصان سے انسان کے دل پر کوفت اور رنج کی کیفیت کو عربی میں حزن اور
 اردو میں غم کہتے ہیں لہذا اس آیت شریفہ سے یہ واضح ہے کہ ان اولیاء اللہ کو نہ آئندہ
 زمانے کی کسی بات کا ڈر ہے اور نہ گزشتہ زمانے کا کوئی غم ہے کیوں کہ جب اولیاء اللہ
 کو فدا مل گیا تو وہ صرف فدا سے ڈرتے ہیں اور ساری فدائی ان سے ڈرتی ہے اس
 طرح وہ بے خوف بھی ہو گئے اور بے غم بھی۔

سورہ یونس کی مذکورہ بالا آیت کے آگے
اولیاء اللہ کی دنیا و آخرت میں شان و رفعت | باری تعالیٰ نے اولیاء اللہ کی عزت و عظمت
 و رفعت یوں بیان فرمائی ہے۔ اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَاثَرُوْا یَتَّقُوْنَ عَلَیْہُمْ اَبْشَرُ فِی الْحَیٰۃِ
 الدُّنْیَا وَفِی الْاٰخِرَةِ لَا تَبْدِیْلَ لِمَکَلَّتِ اللّٰہُ ذٰلِکَ ۚ هُوَ الْغَوْذُ الْعَظِیْمُ

ترجمہ: وہ جو ایمان لائے اور پرہیزگاری کرتے ہیں انھیں دنیوی زندگی اور آخرت میں
 خوشخبری ہے۔ اللہ کی آیتیں بدل نہیں سکتیں یہی بڑی کامیابی ہے۔

ان آیات بینات کے مطابق ایمان و تقویٰ کا تاج ان اولیاء کرام کے سروں پر
 ہے اور دنیا و آخرت کے بارے میں خوشخبریوں کا شرعہ جانفرا خدا کی طرف سے ان کو اس
 طرح دیا گیا ہے کہ دنیا میں انھیں صاحب کرامت بنایا گیا ہے تو آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے

رضوان و غفران کی نعمت کے ساتھ انھیں جنت میں داخل فرمائے گا۔ اور یہ سب نعمتیں ایسی دائمی اور جاودانی ہیں کہ بقول اللہ کے اس میں ذری بھی تبدیلی ہوگی نہ کوئی فرق آئے گا۔ اور یہی اولیاء اللہ کی دونوں جہان میں کامیابی اور فائز المرامی کا اعلان اور ان کی عظمت و محبوبیت کا نشان ہے۔

اولیاء کرام کے صاف ستھرے اور آئینہ کی طرح مصفا
اولیاء کو دیکھو تو خدا یاد آتا ہے | قلوب در حقیقت انوارِ حقانی کے مرکز اور تجلیات

ربانی کے مظہر ہوتے ہیں۔ ان کے دلوں میں جلوہ گر نورِ حق کی بدولت ان کے پاک چہرے بھی اس قدر نورانی اور بابرکت ہوتے ہیں کہ اہل نظر کا جی تو یہی چاہتا ہے کہ ان کے روئے منور کو دیکھتے ہی رہیں اور یہی بات ہے جو مشکوٰۃ کی ایک حدیث شریف میں حضورؐ نے ارشاد فرمائی ہے اِذَا رَوَا ذِكْرَ اللَّهِ - یعنی جب انھیں دیکھا جائے تو اللہ یاد آجاتا ہے گویا اللہ کے مقبول بندوں کی ملاقات اور زیارت کرنے سے اللہ کی یاد آجاتی ہے اور ایمان تازہ ہو جاتا ہے۔ اسی لیے مولانا رومیؒ اپنی مثنوی میں فرماتے ہیں ے

ہر کہ خواہی ہم نشینی باخدا ۛ اول نشیند در حضورِ اولیاء
(یعنی جو بھی خدا کی ہم نشینی اختیار کرنا چاہتا ہو تو اسے اولیاء کرام کی بارگاہ میں بیٹھنا چاہیے)
یک زمانہ صحبتے یا اولیاء ۛ بہتر اصد سالہ طاعت لے لے لے
کیوں کہ اولیاء اللہ کی صحبت میں تھوڑا سا وقت گزارنا بھی در حقیقت ایک سو سال کی ایسی عبادت سے بہتر ہے جس میں ریاء و نمائش نہ ہو۔

ابوداؤد کی ایک حدیث میں حضرت ابراہیمؑ
بعض اولیاء اللہ پر انبیاء و شہداء کو رشک ہوگا | فاروق اعظمؓ سے روایت ہے کہ حضورؐ

نے فرمایا کہ اللہ کے بندوں میں بعض وہ لوگ بھی ہیں جو انبیاء اور شہداء تو نہیں ہیں لیکن انبیاء اور شہداء ان کے مقام و مرتبہ پر رشک کریں گے۔ صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ

وہ کون ہوں گے؟ تو حضورؐ نے فرمایا یہ تو وہی لوگ ہوں گے جو قرابت داری یا دنیوی تعلقات کے بغیر اللہ کی رحمت سے لوگوں میں محبوب ہو گئے ہوں گے۔ پس خدا کی قسم ان کے چہرے منور ہوں گے اور انھیں کوئی خوف اور غم نہیں ہوگا اس کے بعد حضورؐ نے سورہ یونس کی یہی آیت اَلَا اِنَّ اَوْلِيَاءَ اللّٰهِ لَا يَخَافُوْنَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ تلاوت فرمائی۔

بخاری شریف میں ہے میں جب اپنے بندے کو محبوب اولیاء کرام قدرت الہی کے مظہر ہیں | بنالیتا ہوں تو میں اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے

وہ سنتا ہے اور میں اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور میں اس کا ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے اور اس کا پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے کسی چیز کا سوال کرتا ہے تو میں ضرور بہ ضرور اس کو عطا کرتا ہوں اور اگر وہ میری پناہ مانگتا ہے تو ضرور بضرور میں اس کو پناہ دیتا ہوں۔

خداوند قدوس تو ہر قسم کے اعضاء ہاتھ پاؤں اور شکل و صورت سے بالکل پاک و منزہ ہے لہذا اس حدیث شریف کا یہی مطلب ہوا کہ اولیاء اللہ گویا اللہ کی قدرت کے مظہر ہوتے ہیں اور قدرت و طاقت الہی کے ان جلوؤں کی بدولت ان کے کان آنکھ ہاتھ اور پاؤں سے ایسے کام سرزد ہونے لگتے ہیں کہ ان کی قدرت کو دیکھ کر خدا کی قدرت و طاقت یاد آ جاتی ہے۔ بندہ جب محبوبیت کی اس منزل پر فائز ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کا نامر معین اور مددگار بن جاتا ہے اور وہ بندہ اللہ کا ولی کہلاتا ہے۔

آگ میں جب یہ قدرت ہے کہ وہ چند منٹوں
اولیاء اللہ کے تصرفات و اختیارات | میں لوہے کو اپنا رنگ اور اپنی گرمی کی کیفیت

عطا کر سکتی ہے یا پھر پھولوں میں جب یہ طاقت ہے کہ چند دن ان پھولوں میں بسائی ہوئی تل کے تیل میں تک اپنی خوشبو اور مہک پیدا کر دیتے ہیں تو کیا ان سب کے خالق

قادر مطلق میں معاذ اللہ اتنی قدرت و طاقت نہیں ہو سکتی کہ وہ اپنے محبوب بندوں کو اپنی قدرت و طاقت کا جلوہ بخش دے اور اپنے جلال کی تجلیات ان میں پیدا فرمادے۔ لہذا نتیجہ یہ نکلا کہ جو اولیاء اللہ کے تصرفات اور کرامات کا قائل نہیں جو اللہ کے محبوب بندوں کی خداداد قدرت کو تسلیم نہ کرے تو دراصل وہ اللہ کی قدرت و طاقت کا ہی منکر ہے۔

قادر مطلق نے اپنی عنایت اور سرفرازی سے اپنے اولیاء کو وہ قدرت بخشی ہے کہ ان کی حکومت مٹی پر ہے۔ ان کا تصرف پانی پر ہے ان کا اختیار ہوا پر بھی ہے اور ان کی حکمرانی آگ پر بھی ہے۔ اور جب یہ چاروں عناصر آب و نار و باد و خاک یعنی پانی، آگ، ہوا اور مٹی ان اولیاء عظام کے زیر تصرف و اختیار کر دیے گئے ہوں تو پھر ان عناصر اربعہ سے ترتیب شدہ ساری کائنات چاہے جمادات ہو کہ نباتات، حشرات ہو کہ حیوانات ہر ایک پر ان کی سلطنت و حکمرانی کا سکہ بیٹھا ہوا ہے۔

اولیاء را ہست قدرت از الہ ینہ تیر جستہ باز گردانتہ در راہ
یعنی اولیاء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے وہ قدرت حاصل ہوتی ہے کہ فضا میں چھوڑے ہوئے تیر کو پھر واپس لوٹا سکتے ہیں۔ (مثنوی مولانا روم)

قرآن میں حضرت سلیمانؑ کے ایک ولی کا تصرف کے ایک ہم نشین اور آپ کی اُمت کے

ایک ولی کا اختیار و تصرف تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے کہ کس طرح حضرت آصفؑ برہما نامی ولی نے بلقیس کے وزنی تخت کو جو (۸۰) گز لمبا (۴۰) گز چوڑا اور (۲۰) گز اونچا تھا اور جو کئی دیواروں کے اندر محفوظ و محفوظ رہتا تھا اس تک پہنچنے کے لیے دو ماہ کی مسافت و درکار مٹی آٹھ چھکنے سے قبل حضرت سلیمانؑ کے سامنے لا کر رکھ دیا جس پر خوش ہو کر حضرت سلیمانؑ نے بطور شکر خداوندی عرض کیا ھَذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ

یعنی یہ میرے پروردگار کا فضل ہے جس نے میری امت میں ایسے باختیار دلی و عالم پیدا فرمائے۔

جب حضرت سلیمانؑ کے ایک امی دلی کا یہ تصرف و اختیار ہے تو حضرت سلیمانؑ کی امت سے درجہ و شان میں اعلیٰ و افضل امت محمدیؐ کے اولیاء اللہ کتنی عظیم شان اور کتنے بڑے اختیار و تصرف کے مالک نہ ہوں گے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کے دور خلافت میں ایک مرتبہ ایسا اولیاء کا مٹی پر تصرف شدید زلزلہ آیا کہ زمین زور سے حرکت کرنے لگی۔ امیر المؤمنین نے پہلے خدا کی حمد و ثنا فرمائی پھر بھی زلزلہ کم نہ ہوا تو آپ کو جلال آگیا اور آپ نے اپنا درہ زمین پر مار کر فرمایا

”اے زمین ساکن ہو جا کیا میں نے تیرے اوپر عدل نہیں کیا ہے۔“
یہ فرماتے ہی فوراً زلزلہ ختم ہو گیا اور زمین ساکن ہو گئی۔

مشہور تابعی حضرت ابو مسلم خولانیؓ کی مشہور کرامت ہے کہ جب اولیاء کا آگ پر تصرف اسود بن قیس نے یمن میں نبوت کا دعویٰ کیا اور حضرت ابو مسلمؓ کو اپنے نبوت کے دعویٰ کو تسلیم کرنے کی جملہ کوششوں میں ناکام ہو کر تھک گیا تو اس ظالم نے نہایت زبردست آگ سلگائی اور جب شعلے کافی بلند ہو گئے تو اس میں حضرت ابو مسلمؓ کو پھینک دیا۔ اللہ کے اس بے خوف دلی کا یہ عالم تھا کہ آگ کے شعلوں میں کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے ٹہلتے رہے یہاں تک کہ آگ بجھ کر راکھ کا ڈھیر ہو گئی مگر آپ کے جسم کو تو کیا بدن پر کے کپڑوں پر تک آگ کا کوئی بھی اثر نہیں ہوا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ابو مسلمؓ سے ملاقات فرمائی تو فرط مسرت سے کہنے لگے الحمد للہ خداوند کریم نے مجھے اس وقت تک زندہ رکھا کہ میں نے اپنے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں کے ایک ایسے شخص کا دیدار کیا جو حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کی طرح آگ میں ڈالا گیا مگر زندہ

سلامت رہا۔

حضرت حسن بصریؒ نے ایک مرتبہ اپنا مصلیٰ (جانماز) دریا کے پانی
 اولیاء کا پانی پر تصرف | پر بچھا دیا اور نماز پڑھنے کے لیے کھڑے ہو گئے۔ اس موقع پر
 آپ نے اپنی ہم عمر ایک اللہ والی فاقون بی بی رابعہ بصریہؒ کو بھی دعوت دی کہ آو اس طرح
 پانی پر اپنا تصرف ہو تو دکھاؤ۔

بی بی رابعہ بصریہؒ بھی بڑی عابدہ اور ولیہ تھیں اپنی جانماز کو ہوا میں
 اولیاء کا ہوا پر تصرف | پھینک دیا اور فضائیں معلق نماز پڑھنے لگیں اور پھر حسن بصریؒ کو لکھا
 کہ ”اے حسن آؤ اس طرح تصرف ہوا میں دکھاؤ۔ پانی پر تو پھر بھی چند لوگ ہماری نماز و عبادت
 کو دیکھ لیں گے لیکن یہاں ہوا میں عبادت ایسی بے ریا ہوگی کہ اللہ تعالیٰ ہی کے سوا کسی اور
 کی نظر ہم پر نہ پڑ سکے گی۔“

عناصرِ رابعہ پر اولیاء اللہ کے تصرفات کی یہ چند مثالیں بطور نمونہ یہاں بیان کی گئی ہیں
 ورنہ سینکڑوں ایسی کرامات اور محیر العقول واقعات ہیں جو پیش کی جاسکتے ہیں۔

اولیاء اللہ جب تک اس دنیا میں تشریف رکھتے ہیں تو ان کے
 کراماتِ اولیاءِ حق ہیں | رشد و ہدایت کا فیض بلا امتیاز ساری انسانیت کے لیے عام ہوتا

ہے۔ خدائے برتر کی عبادت کے ساتھ ساتھ انسانیت کی خدمت کے لیے یہ برگزیدہ حضرات
 اپنے خداداد اختیارات کا پورا پورا استعمال کرتے ہیں۔ اور اپنے خرقِ عادات اور کرامات
 کے ذریعہ مظلوموں کی دھکیری، دکھ بھروں کی خبر گیری اور مصیبت زدوں کی مشکل کشائی
 کرتے ہیں۔ اہل سنت و جماعت کا یہ راسخ عقیدہ ہے کہ اولیاء اللہ روئے زمین پر خدا
 کے فضل و احسان اور اس کے عون و مدد کے مظہر ہوتے ہیں۔

خدا کی جانب سے ان کو عطا کردہ تصرفات و کرامات حق اور سچ ہیں۔ چنانچہ مرنے
 کو دندہ کرنا، درزا داندھے اور کوڑھی کو شفا دے کر بنیاد و صحت یاب کر دینا، اور مشرق

سے مغرب تک ساری زمین ایک قدم میں طے کر جانا وغیرہ تمام خوارق عادات اولیاء اللہ سے ممکن ہیں۔ لیکن ہر دلی کے لیے کرامت کا ہونا بھی کوئی لازمی نہیں ہے۔ اولیاء اللہ کی کرامت کا منکر نہایت گمراہ اور بڑا بد اعتقاد ہے۔

مخلوق کو گمراہی سے بچانے اور مصیبت میں دستگیری
معجزہ، ارہام، کرامت، استدراج کرنے کے لیے جو بھی واقعہ خلاق عقل و فطرت

اور خرق عادت انبیاء کرام سے نبی ہونے کے بعد صادر ہو وہ معجزہ کہلاتا ہے اور کوئی عجیب بات نبی بننے سے قبل ظاہر ہو تو اس کو ”ارہام“ کہتے ہیں اب حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی یا رسول آنے والا ہی نہیں ہے لہذا اب مزید کسی نئے معجزہ کے ظہور کا سوال ہی نہیں ہے۔

البتہ آپ کی امت میں قیامت تک اولیاء اللہ پیدا ہوتے رہیں گے ان اولیاء اللہ سے جو خرق عادات اور خلاق عقل و فطرت واقعات صادر ہوں اس کو کرامت کہتے ہیں۔ دنیا میں اصل اور نقل ہر جگہ اور ہر وقت ساتھ ساتھ رہتے ہیں۔ صرف اہل نظر حضرات ہی اصل اور نقل یا حق و باطل میں تمیز و امتیاز کر سکتے ہیں۔ نبی کا معجزہ اور دلی کی کرامت بلاشبہ حق اور قادر مطلق کی عطا کردہ قدرت و طاقت کا نتیجہ ہے جس کے پیچھے ہمیشہ نصرت و حمایت الہی کا رفرار ہوتی ہے۔

لیکن بعض کفار و مشرکین بھی چند محیر العقول شعبہ نے اور جس دم کے ذریعہ تماشے کر کے یا سنیا سی جوگی کئی کرتب کر کے دیکھنے والوں کو حیرت میں ڈال دیتے ہیں۔ دجال تو مریڈ کو جلا کر بارش برسا کر غضب ہی کرے گا، ان عجائبات کو ”استدراج“ کہتے ہیں جس کو اللہ تعالیٰ کی غیبی تائید و حمایت ہرگز حاصل نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک عام انسان کو حاصل مادی طاقت کی ریاضت و مشق کے ذریعہ کمال اور نظر فہمی و مسمیر نرم کے سوا اور کچھ نہیں۔ خدا کے مقبول و محبوب انبیاء و اولیاء کے معجزات اور کرامت سے استدراج کو کوئی مماثلت ہرگز نہیں ہے۔

نگاہ ولایت کی وسعت

میرور دگارِ عالم کی عطا کردہ طاقت سے اولیاءِ کرام سب کچھ دیکھتے ہیں۔ ان کی نگاہ ولایت سے کائنات کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی وہ عالم میں اللہ کے حکم سے پورا پورا تصرف کرتے ہیں اللہ کے برگزیدہ بندے چوں کہ نبی کریم کی کامل اتباع و پیروی کے ذریعہ اپنے ظاہر کو گناہوں سے پاک رکھتے ہیں اور اپنے باطن کو عماسد اعتقادات اور مذموم اخلاق سے صاف رکھتے ہیں اور ہمیشہ اپنے قلب و ذہن کو اللہ تعالیٰ کی یاد میں لگا کئے رہتے ہیں اس لیے ان کی روحانی قوت اور علم و معرفت بھی قوی ہو جاتی ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی ایسے صالحین کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان پر امور غیبیہ منکشف ہو جاتے ہیں۔

صاحبِ "مرقات" تو فرماتے ہیں کہ بدنی کثافتوں سے نجات پانے کے بعد صالحین علماء اعلیٰ (فرشتوں کی جماعت) سے اپنا رشتہ قائم کر لیتے ہیں اور انھیں کسی قسم کا پردہ حائل نہیں رہتا اور وہ ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتے ہیں۔

امام زرقانیؒ لکھتے ہیں "غیب کی باتوں سے صالحین کی واقفیت کا سبب یہ ہے کہ مومن نور خداوندی سے ہر چیز کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔

حضرت بہاء الدین نقشبندیؒ فرماتے ہیں کہ بزرگوں نے فرمایا کہ صالحین کی نظروں میں زمین سفرہ (یعنی دسترخوان) کی طرح ہے لیکن ہم کہتے ہیں کہ ناخن کی مثل ہے اور کوئی چیز بھی ان کی نظروں سے چھپی ہوئی نہیں ہے۔

حضرت غوثِ پاکؒ فرماتے ہیں

نَظَرْتُ إِلَى بِلَادِ اللَّهِ جَمْعًا كَخَرْدَلَةٍ عَلَى حَكِيمِ اتِّصَالِ

یعنی میں نے اللہ کے تمام شہروں پر نگاہ ڈالی تو ایسے نظر آئے جیسے کہ ہتھیلی میں رالی کا

دانہ۔ مولانا روم فرماتے ہیں

لوح محفوظ است پیش اولیاء : ہر چہ محفوظ است محفوظ از خطا

یعنی اولیاء ماکان و مایکون اور تمام لوح محفوظ پر اللہ کی طرف سے مطلع ہوتے ہیں۔

حضور نبی کریم کی امت کے ولی دو طرح پڑھتے ہیں۔ ایک تو تشریعی ولی جو سنت رسول کی کامل پیروی سے اللہ تعالیٰ کا

اولیاء اللہ کے درجات

قرب حاصل کرے اور دوسرے تکوینی ولی جن کو عالم تمام کے سیاہ و سفید کے اختیارات عطا کئے جاتے ہیں وہ عالم میں اللہ کے حکم سے پورا پورا اقتدر کرتے ہیں۔ ان کی نگاہ سے دنیا کی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہوتی۔

تکوینی اولیاء کے درجے بے انتہا ہیں جن میں بعض کے لیے ان کا ایمان و پرہیزگاری ذریعہ ولایت ثابت ہوتا ہے تو بعض کے لیے خدا کا عطا کردہ عرفان، قرب خاص اور فنا وغیرہ۔ لیکن ولایت ایک ایسا قرب خاص ہے جو اللہ تعالیٰ کے محض فضل و کرم اور عطا پر موقوف ہے۔ اس کی تین صورتیں ہیں۔

(۱) ولایت فطریہ جو پیدائش سے حاصل ہو یعنی مادر زاد دلی جیسے حضور غوث پاکؒ جنہوں نے رمضان میں والدہ کا دودھ نہ پیا اور آپ کا دودھ پینا نہ پینا چاند ہونے نہ ہونے کی علامت ہوتی تھی۔ (۲) ولایت دہیہ جو کسی اللہ والے کی نظر کرم سے حاصل ہو جیسا کہ حضور غوث پاکؒ کی ایک نگاہ عنایت سے چور ملکہ ولی کامل بن گیا۔ (۳) ولایت کسی بے فضل رب کے بغیر اعمال شاق یا محنت و مشق سے ولایت کا درجہ آدمی خود حاصل نہیں کر سکتا البتہ اعمال حسنہ اور عبادات اس عطیہ الہی کے لیے ذریعہ ثابت ہو تو اس کو ولایت کسی کہتے ہیں۔

(۱) شیخ محمد عبدالباقیؒ نے اپنی کتاب نورقانی شرح مواہب اللدنیہ میں یہ حدیث نقل فرمائی ہے کہ عبد اللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے حضور اکرمؐ

باطنی نظام الہی

فرماتے ہیں بے شک اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں تین سو (۳۰۰) ایسے اولیاء ہیں کہ ان کے دل حضرت آدمؑ کے دل پر ہیں۔ چالیس ایسے اولیاء کہ ان کے دل حضرت موسیٰؑ کے دل پر ستارے،

اولیاء کے دل حضرت ابراہیمؑ کے دل پر پانچ (۵) اولیاء کے دل حضرت جبریلؑ کے دل پر،
تین اولیاء کے دل حضرت میکائیلؑ کے دل پر اور ایک دلی کا دل حضرت اسرافیلؑ کے دل پر
ہے۔ جب ان میں سے ایک فوت ہوتا ہے تو تین میں سے کوئی اس کا قائم مقام ہوتا ہے اور
ان تین میں سے کوئی فوت ہو تو پانچ میں سے کوئی، اور اگر ان پانچ میں سے کوئی فوت ہو تو سات
میں سے کوئی اور اگر ان سات میں سے کوئی فوت ہو تو چالیس میں سے کوئی اور ان چالیس میں سے
کوئی فوت ہو تو تین سو میں سے کوئی قائم مقام بنایا جاتا ہے اور اگر ان تین سو میں سے کسی کی وفات
ہو جائے تو عام بندوں میں جو سب سے زیادہ مستحق ہوتا ہے اس کو قائم مقام بنایا جاتا ہے انھیں
کے وسیلے سے حیات، موت، بارش کا برسا، نباتات کا اگنا، اور بلاؤں کا دفع ہونا وغیرہ سب کچھ واقعات ہوا
کرتے ہیں اس حدیث کی رو سے گویا جملہ ۳۵۶ اولیاء پر مشتمل یہ ایک قدرتی باطنی نظام ہے جس کے
قدیمہ قاعدوں پر اپنے کارفا قدرت کے چلانے پر اپنی جانب سے ان برگزیدہ اولیاء کو مقرر اور مامور فرما کر انھیں
اختیار و تصرفات تفویض فرماتا ہے ان اولیاء کو نبی کے سوا باقی دیگر اولیاء شمار سے باہر ہیں۔

(۲) روضہ الراحین میں حضرت خضرؑ سے روایت ہے کہ تین سو (۳۰۰) ایسے خاص اولیاء اللہ
ہیں کہ جن میں سے ستر (۷۰) نجباء چالیس ابدال، دس نقباء، سات عرفاء، تین مختار اور ایک
غوث ہوتا ہے (۳۱) ابو عثمانؒ فرماتے ہیں کہ ابدال چالیس ہیں اور ائمہ سات، خلفاء تین
اور قطب عالم ایک ہے جس کو تینوں خلفاء کے سوا کوئی نہیں پہچانتا (۳۲) حضرت شیخ ابن عربیؒ
نے فرمایا کہ قطب سے مرکز عالم قائم ہے اس کے دو وزیر ہوتے ہیں ایک دایمنا وزیر جو جلالی اور
اہل بقا سے ہے عالم ارواح کی حفاظت کرتا ہے اور دوسرا بایاں وزیر جلالی اور اہل فنا سے
ہے جو عالم اجسام کی حفاظت کرتا ہے ان کے تحت چار اوتاد ہیں جو مشرق مغرب شمال اور
جنوب کے محافظ ہیں اور سات (۷) ابدال ایسے ہیں جو مسیح اقلیم یعنی سات ولایتوں کے
محافظ ہیں (۳۵) فتح المبین میں ہے کہ اول قطب حضرت امام حسنؒ درمیان کے قطب حضرت غوث اعظمؒ
اور آخر کے قطب حضرت امام مہدیؑ ہیں (۳۶) حضرت میران میر غوث اعظمؒ دستگیرؒ کا ارشاد

ہے کہ میرے پاس ولایت، قلبیت، غوثیت، ابد الیت، اوتادیت، نقبائیت، نجائیت علیحدہ علیحدہ ایسی ہی رکھی ہوئی ہے جس طرح تمہارے گھروں میں کپڑوں کے جوڑے کھوپڑیوں پر لگے رہتے ہیں۔ جس وقت جو پاتا ہوں وہ جوڑا پہن لیتا ہوں کبھی ولی پوجاتا ہوں کبھی قطب کی صورت میں ظاہر ہوتا ہوں کبھی ابدال کی شان رکھتا ہوں کبھی اوتاد کی شکل میں جلوہ گر ہوتا ہوں اور کبھی نقیب کی تجلی میں رونما ہوتا ہوں کبھی نجائیت کی جھلک بتاتا ہوں میں تمہاری عقلوں سے دور ہوں مجھ کو تم کسی پر قیاس نہ کرو اور کسی کو مجھ پر قیاس نہ کرو مجھ میں اور تم میں زمین آسمان کا فرق ہے۔

مجنوب اسم مفعول ہے جو ”مجنوب“ سے مشتق ہے جس کے معنی ہیں ”کھینچنا“
مجنوب اولیاء | جب کسی کو مجنوب کہا جاتا ہے تو لازماً کسی قوی وغالب ہستی کو پہلے جاذب مان لیا جاتا ہے۔ کائنات کی بے بڑی طاقت اور قوت جذب کا مالک اور مطلق کی ذات پاک ہے جو بلاشبہ جاذب حقیقی ہے۔ حق تعالیٰ جل جلالہ جس بندے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے اسی کو اصطلاح میں ”مجنوب“ کہتے ہیں۔ مجنوب دراصل اللہ تعالیٰ کے ہی وہ مقبول اور خاص بندے ہوتے ہیں جو انشہ عشق حقیقی میں عقل و دانش کھو بیٹھتے ہیں اور ہر وقت حسن الہی کے جلوؤں میں اتنے گم رہتے ہیں کہ انھیں اپنے سر پر کا کچھ ہوش ہی نہیں ہوتا اپنی سُدہ بُدھ کھو بیٹھتے ہیں، ان کی ظاہری حالت و گرگوں ہوتی ہے کپڑے پھٹے پڑنے ہوتے ہیں سر کے بال بکھرے ہوتے ہیں۔ چشم ظاہر میں انھیں فائر العقل اور مجنون سمجھتی ہے لیکن حقیقت میں وہ مردان کامل ہوتے ہیں جن کے متعلق حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے رَبِّ اشْعَثْ مَدَنَ فُؤَادِ الْاَنْبِيَاۡ لَوْ اَقْسَمَ عَلٰی اللّٰہِ لَکَاِبْرَةٌ یعنی ہر نبی سے ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ان کے بال بکھرے ہوتے ہیں اور وہ اندول سے دھکے کھاتے ہیں مگر ان کی مثال یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ پر قسم کر دیں تو اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح ان کی زبان سے نکل جاتا ہے۔ محدثین کرام نے اس حدیث کے دو مطلب بیان فرمائے ہیں ایک تو

یہ کہ وہ کہیں کہ ”خدا کی قسم یہ کام اس طرح ہو جائے گا“ یا یوں کہیں ”یا اللہ تجھے تیری ذات کی قسم یہ کام اس طرح کر دے“ تو دونوں صورتوں میں وہ کام ان کے کہنے کے موافق ہو جائیگا

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کو ارادت ہو تو دیکھ ان کو

ید بیضاء لیے بیٹھے ہیں اپنی آستینوں میں

ان مجذوب حضرات کے اقوال و افعال پر احکام شرعیہ جاری نہیں ہوتے کیوں کہ وہ دائرہ عقل سے بالا ہوتے ہیں۔

حضرت ابراہیم قندوزی نامی مجذوب بزرگ تھے جنہوں نے گھل کا ایک ٹکڑا چیا کر حضرت خواجہ غریب نوازؒ کو کھلایا جس کے ساتھ ہی خواجہ صاحب کی کاپا پلٹ گئی تمام حجابات اٹھ گئے دنیا کی محبت باقی رہی دل الٰہی کامرکز بن گیا۔ اسی لیے میلے کچیلے کپڑوں میں طبوس گرد آلود حالت میں کوئی نظر آجائے تو حقارت کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے نہ جانے اس لباس میں کون فاضل خدا میں سے ہے جس کے مرتبہ سے ہم واقف نہ ہوں۔ اسی لیے علامہ اقبالؒ کہتے ہیں ے

خاکسارانِ جہاں را بحقارت مسنگر : تو چہ دانی کہ دلی گرو سوارے باشد

دنیا کے خاکساروں کو حقارت سے مت دیکھو۔ تو کیا جانے کہ اسی گرد میں ایک سوار بھی ہو۔

اولیاء اللہ یوں تو سب کے سب تمام اولیاء اللہ کا سرچشمہ فیضانِ رحمت اللعالمینؑ ہیں | مقبول بارگاہ الہی ہوتے ہیں مگر

ان کے نام اور کلام اور سلسلے مختلف اور خباگانہ ہیں جس طرح تمام دریا ایک ہی سمندر سے جاری ہوتے ہیں سب کا مبداء و منتهی سمندر ہی ہے مگر کسی ایک راستہ سے گزرنے والا دریا گنگا کہلایا تو دوسرے راستہ سے گزرنے والا دریا جمنا یا پھر پنجاب کے راستے دریا گورا تو جہلم یا پنجاب نام ہو گیا۔ اسی طرح ولایت کے تمام دریا اور نہریں حضرت رحمت اللعالمینؑ کے سمندر رحمت سے جاری ہوں اور پھر حضورؐ کی طرف ہی جاملتی ہیں۔ مگر جو نہر حضورؐ

غوث پاکؒ کے سینہ سے بہتی ہوئی آئی تو اسے قادری کہا گیا، جو خواجہ اجمیریؒ کے سینہ پر انوار سے گزرا تو اسے چشتی پکارا گیا، جو خواجہ بہاء الدین نقشبندیؒ یا خواجہ شہاب الدین سہروردیؒ کے سینہ معرفت سے نہر جاری ہوئی تو اسے نقشبندی یا سہروردی سلسلہ کا نام دیا گیا۔
مبدأ اور منتہی سب کا ایک ہی ہے مگر راستوں کے فرق ہیں یعنی راستے الگ الگ ہیں مگر منزل مقصود سب کی ایک ہی ہے۔

اولیاء اللہ کی بے خوفی اور ان کو حاصل خدا داد طاقت و
اولیاء سے بے ادبی کی سزا | اختیارات سے متعلق قرآن و حدیث کے اس قدر روشن
دلائل اور واضح اعلان کے باوجود اولیاء کرام کی کرامات اور ان کے تصرفات کا کوئی منکر
ہو اور ان محبوبان خدا کے مقام و مرتبہ اور ان کی عظمت و شان کا قائل اور معترف نہ ہو
تو یہ اس کی عقل کا فتور اور فہم کا قصور ہے جیسا کہ حضرت سعدی شیرازیؒ نغمہ طرازی فرما
ہیں

گر نہ بنید بروز شیرہ چشم ۛ چشمہ آفتاب را چہ گناہ
یعنی دن کے وقت اگر چمکا ڈڑکی آنکھ سورج کی روشنی کو نہ دیکھ سکے تو اس میں آفتاب کا
کیا قصور ہے کیوں کہ آفتاب تو اپنی پوری آب و تاب کے ساتھ عالم شام میں ضیاء پاشی
کرتا ہے البتہ یہ چمکا ڈڑکی آنکھ کا فتور ہے کہ وہ سورج کی روشنی کا جلوہ دیکھنے سے
محروم ہے۔ قرآنی آیات کے مطابق اولیاء اللہ سے عقیدت رکھنا اور ان کی عظمت
و محبت اپنے دل میں رکھنا دراصل ایمان کی سچی علامت ہے اور ان اللہ والوں سے
بنفص و عناد رکھنا سراسر گمراہی و نقصان اور عتاب الہی کا سامان ہے۔

حدیث قدسی میں ہے مَنْ عَادَى بَنِي وَلِيٍّ فَقَدْ اَدْنَتْهُ بِأَلْحَرْبِ (مشکوٰۃ)

یعنی جس نے میرے ولی سے دشمنی کی اس کے خلاف میرا اعلان جنگ ہے۔

گویا کسی ولی اللہ کی شان میں کوئی گستاخی یا ان سے کوئی دشمنی دراصل اللہ سے دشمنی کے

مترادف ہے۔ دوسرے معنی میں اولیاء کرام کی طرف دست گستاخی بڑھانا یا ان کی بے ادبی میں لب کشائی کی جرأت کرنا خدا تعالیٰ کے غضب عتاب کو دعوت دینا ہے اور بھلا کس کی شامت آئی ہے کہ اللہ سے جنگ کرنے کی ہمت کرے۔

ایک بار محفل میں ایک بے ادب شخص نے حضرت غوث اعظمؒ کی جانب گستاخانہ انداز میں اپنا پاؤں دراز کر دیا اور دل میں کہنے لگا: وہ بھی میری طرح ہی ایک انسان تو ہیں مگر اس بے ادبی کا یہ نتیجہ ہوا کہ جب اس شخص نے اپنا پاؤں قریب کھینچنا چاہا تو اس کا پاؤں ہرگز قریب نہ آسکا بلکہ مڑتے دم تک اس کا پاؤں اُسی طرح اکڑا ہوا دراز ہی رہا اور وہ عیب دور نہ ہو سکا۔

قرآنی کریم میں توصیف ارشاد باری تعالیٰ
بعد وصال اہل اللہ کی زندگی کا قرآنی ثبوت
 ہے وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ

اللہِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَاءٌ وَلَكِنْ لَا تَشْعُرُونَ (سورہ بقرہ آیت ۱۵۷) ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے جائیں انھیں مُردہ نہ کہو بلکہ وہ تو زندہ ہیں لیکن تم احساس نہیں کرتے جب قرآن ان اللہ والوں کو زندہ کہہ رہا ہے تو کون ہے جو انھیں مُردہ کہہ کر اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کرے۔ اس آیت کے متعلق یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ یہ آیت تو شہداء کے بارے میں ہے جو تلوار سے راہِ خدا میں مارے جائیں۔ اس کا جواب تفسیر روح البیان میں یوں دیا گیا ہے کہ اس آیت میں کہیں تلوار کا ذکر ہی نہیں ہے البتہ راہِ خدا میں قتل کئے جانے کا ذکر ہے تو خدا کی راہ میں یہ قتل لوہے کی تلوار سے بھی ہو سکتا ہے اور عشقِ الہی کی تلوار سے بھی قتل ہونا اس میں داخل ہے۔ اسی لیے حدیث شریف میں ہے کہ کوئی ڈوب کر مرے، جل کر مرے یا طاعون میں مرے، عذت زنجی کی حالت میں مرے طالب علم مسافر وغیرہ راستہ میں مریں تو یہ سب شہید کی تعریف میں ہیں حالانکہ یہ سب لوہے کی تلوار سے قتل ہی نہیں ہوئے۔

قبر میں برزخی زندگی | جس طرح دنیا میں زندہ انسانوں سے بعض کے گھر اچھے اور بعض کے گھر بُرے ہوتے ہیں اسی طرح ہر مُردہ کی قبر بھی ایک طرح کی نہیں ہوتی ایک دلی یا سون نیکو کار کی قبر اچھی اور نورانی ہوتی ہے تو ایک کافر اور فاسق بدکار کی قبر بُری اور تاریک ہوتی ہے یہی بات ہے جس کو حضور اکرمؐ نے یوں فرمایا کہ کسی کی قبر جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور کسی کی قبر جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھ ہے۔ اللہ اکبر تو جنت کا باغ اور جہنم کا گڑھ ہے۔ دونوں کس طرح یکساں اور برابر ہو سکتے ہیں؟

حدیث مشریف میں ہے مُردہ کو دفن کر کے جب لوگ واپس لوٹ جاتے ہیں تو ہر قبر میں منکر و نکیر دو فرشتے آکر رب دین اور نبی کے بارے میں تین سوال کرتے ہیں اور حضورؐ کی شبیہ مبارک دکھا کر پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہیں اگر مُردہ نیکو کار ہے تو ان تینوں کے جوابات اس طرح صحیح دے گا کہ میرا رب اللہ ہے میرا دین اسلام ہے اور یہ شکل مبارک اللہ کے رسول حضرت محمدؐ کی ہے۔ تو فوراً اللہ کی طرف سے فرشتہ اعلان کرتا ہے میرے بندے نے سچ کہا لہذا اے فرشتو تم اس کی قبر میں اس کے لیے جنتی بستر بچھا دو اس کو جنتی لباس پہناؤ اور اس کی قبر میں جنت کی طرف سے ایک دروازہ کھول دو چنانچہ اس کی قبر میں بہشت کی ہوا کے جھونکے اور جنتی خوشبو کی مہک آنے لگتی ہے اس کی قبر اتنی وسیع کر دی جاتی ہے کہ جہاں تک اس کی نگاہ جاتی ہے وہاں تک لمبی اور چوڑی ہو جاتی ہے۔

اگر مُردہ کافر منافق یا بدکار ہو تو فرشتوں کے ہر سوال کے جواب میں وہ کہتا ہے ہائے ہائے افسوس میں کچھ نہیں جانتا۔ اللہ کی جانب سے فرشتہ اعلان کرتا ہے اے فرشتو! یہ جھوٹا ہے لہذا اس کی قبر میں جہنمی بچھونا بچھا دو اس کی قبر میں جہنم کی طرف ایک دروازہ کھول دو چنانچہ جہنم کی گرمی اور لڑ آنے لگتی ہے اس کی قبر اس قدر تنگ و تاریک کر دی جاتی ہے کہ اس کی پسلیاں دب کر دائیں پسلیاں بائیں طرف اور بائیں پسلیاں دائیں

طرت ہو جاتی ہیں۔

آئے دن سینکڑوں ایسے واقعات کا معنی شاہدہ
بعد وصال اولیاء کی زندگی کے واقعات | کیا گیا ہے جو جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر غافلوں کو اس

حقیقت سے خبردار کرتے ہیں کہ اللہ والے مرتے نہیں بلکہ ایک گھر سے دوسرے گھر میں
منتقل ہو جایا کرتے ہیں۔ اپنے وصال کے بعد بھی ان فاضل خدا کا مسکرانا، ہنسناء، قبر میں
نماز اور کلام وغیرہ بے شمار ان کی ایسی کرامات ہیں جو ان کی نوزائی برزخی زندگی کا بین
ثبوت ہیں اور یہ بانگِ دل یہ اعلان کرتی ہیں ے

کمالاتِ ولی مٹی میں بھی یوں جگمگاتے ہیں
کہ جیسے نورِ ظلمت میں کبھی پنہاں نہیں ہوتا

ذیل میں نمونہ کے طور پر ہم ایسے ہی چند واقعات نقل کرتے ہیں۔

۱۔ بخاری شریف میں ہے ولید بن عبد الملک کے دور حکومت میں مدینہ کے گورنر حضرت
عمر بن عبدالعزیزؒ تھے جن کے حکم پر تعمیر کے دورانِ روضۂ نبویؐ میں ایک پاؤں نظر آیا لوگ
حضور اکرمؐ کا پائے مبارک سمجھ کر گھبرائے لیکن حضرت عروہ بن زبیرؓ نے مشائخت کر کے تصدیق
کی کہ یہ حضرت عمرؓ کا پائے مبارک ہے جن کی شہادت ۳۳ھ میں ہوئی اور ۶۴ برس بعد
۶۴ھ میں حضرت عمرؓ کا جسم مبارک بالکل صحیح و سلامت رہا۔

۲۔ کتاب شرح الصدور میں نقل ہے کہ حضرت زین بن حراش اور ان کے معانی حضرت
ربعی دونوں مشہور محدث اور تابعی تھے۔ دونوں بھائیوں نے قسم کھائی تھی کہ خدا کی قسم ہم
اس وقت تک نہیں ہنسیں گے جب تک ہمیں یہ معلوم نہ ہو جائے کہ ہم جنتی ہیں جس کے بعد
سے یہ دونوں معانی عمر بھر کبھی نہیں ہنسے۔ ان کے انتقال کے بعد ان دونوں کو غسل دینے
والوں کا بیان ہے کہ جب تک ہم لوگ ان کو غسل دیتے رہے پھر ان کے دلوں میں اسکا اثر ہوتا رہا۔

۳۔ شرح الصدور میں یہ بھی واقعہ لکھا ہے کہ حضرت خالد بن معدان محدث

بڑے عبادت گزار تھے۔ تلاوت قرآن مجید کے علاوہ روزانہ تسبیح کے والوں پر گن کر چالیس ہزار مرتبہ سبحان اللہ پڑھا کرتے تھے۔ انکی دفن کے بعد جب انکو غسل کے تحت پرٹایا گیا تو انکی وہ انگلی برابر حرکت کرتی رہی جس سے وہ تسبیح کے دالوں کو پھیرا کرتے تھے (۴) اسی کتاب میں لکھا ہے حضرت ثابت بن اسمٰئیل بنی ایسے عالم ربانی تھے کہ پچاس برس تک انکی نماز تہجد تھا نہیں ہوئی تھی اور ہر روز صبح یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ یا اللہ اگر تو اپنے کسی بندے کو قبر میں نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرمائے تو مجھ کو قبر میں ضرور نماز پڑھنے کی اجازت عطا فرما۔ آپکی یہ دعا مقبول ہو گئی چنانچہ مشہور محدث حضرت جبرئیلؑ کا بیان کرتے تھے کہ میں نے اور حمید محدث نے جب ثابت بن اسمٰئیل کو قبر میں اتارا اور انکی لمبیر کچی اینٹیں جانے لگے تو انکا ہاں ایک اینٹ ٹوٹ کر گریڑی اور قبر کھل گئی ہم دونوں نے دیکھا کہ ثابت بن اسمٰئیل کے اندر نماز پڑھ رہے ہیں۔

۵۔ مصنف دلائل الخیرات حضرت محمد بن سلیمان جزولیؒ نماز فجر کے سجدے میں زہر کے اثر سے بتاریخ ۱۶ ربیع الاول ۲۶۶ھ ۲۶۶ھ شہید ہو گئے اور شہر سوس کی مسجد میں آپ کی تدفین ہوئی۔ کوئی چھ لاکھ بارہ ہزار سے زیادہ آپ کے مریدین تھے تدفین سے ستر پہ سات (۷۷) برس بعد آپ کو قبر سے نکال کر مراکش میں دفن کے لیے لائے تو آپ کا کفن بال صبح و سالم اور بدن زہد دل کی طرح نرم اور تروتازہ تھا۔ لوگوں نے آپ کے رخسار پر انگلی رکھ کر دیا یا تو زندوں کی طرح بدن میں خون کی روانی کی سُرخی رخسار پر بخودار ہو گئی قبر کھلتے ہی مشک و عنبر کی خوشبو مہک اُٹھی۔ ایسے واقعات تو آج کل بھی عام مشاہدہ میں آتے ہیں کہ تعمیر یا کھدوائی کے دوران کسی اہل اللہ کی قدیم قبر نکل آئی تو صاحب قبر کا بدن تو بدن ان کے کفن کو تک زمین نے میلا اور گرد آلود نہ کیا ہو اور نفس مع کفن پھول کی طرح تروتازہ ہے۔ ۶۔ سید العارفین حضرت اسدیانفیؒ نے اپنی کتاب ”روض الریاحین“ میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت ابو علیؒ وہ زباریؒ کے پاس چند اللہ والے بطور مہمان ٹھہرے تو ان میں سے ایک صاحبِ طویل بیمار ہو گئے۔ حضرت ابو علیؒ نے قسم کھالی کہ ان کی عیادت میں ہی کروں گا۔ اور دن رات بیمار کی خدمت میں رہتے۔ حتیٰ کہ ایک دن وہ میل بسے حضرت ابو علیؒ نے ہی غسل

بھی خود دیا کفن بھی خود پہنایا اور بعد نماز جنازہ قبر میں بھی خود ہی لٹایا۔ آخری بار جب ان کے چہرے سے کفن ہٹا کر دیکھا تو ان کی دونوں آنکھیں کھلی تھیں اور وہ ابو علیؑ سے کہتے لگے ”اے ابو علی قیامت کے روز میں تمہاری مدد کروں گا جس طرح تم نے یہاں میری مدد کی۔“

۷۔ ملفوظات میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار حضرت خواجہ غریبؒ نے اجیریؒ کے روضہ کے اندر آپ قرآن مجید کی تلاوت فرما رہے تھے اتفاقاً سورہ کہف اور سورہ مریم میں ایک لفظ تلاوت کرنا بھول گئے اسی وقت حضرت خواجہ غریبؒ لُٹاؤ کی لمحہ مبارک سے آواز آئی ”تم ایک لفظ بھول گئے ہو، صحت کے ساتھ پڑھا کر دو۔“

۸۔ پچھلے ابواب میں اس واقعہ کا ذکر آچکا ہے کہ بیگمال میں ۱۲۲۹ھ ۱۸۱۴ء میں حضرت پیر شاہ الدت قادریؒ کے وصال کے بعد غسل جنازہ کے وقت آپ کا بایاں پاؤں زانوں سے اونچا کھڑا ہوا یا گیا۔ حضرت سید صاحب حسینی قادریؒ نے اپنے مرشد کے جنازہ سے مخاطب ہو کر یوں التجا کی ”اے میرے پیر اپنا پاؤں سیدھا فرمائیے“ سینکڑوں حاضرین نے عینی مشاہدہ کیا کہ آپ کا پاؤں خود بخود دراز ہو کر سیدھے پاؤں کے برابر ہو گیا۔

۹۔ محرم ۱۲۲۹ھ ۱۸۱۴ء کا واقعہ ہے ہندوستان کے مقام بریلی کے مشہور بزرگ حضرت مصطفیٰ رضا خاں المعروف مفتی اعظمؒ کا جب وصال ہوا اور غسل دینے کے لیے تختہ پر لٹایا گیا تو حسب روایت ملبوسات اتار کر ایک چادر جسم پر ڈال دی گئی۔ اچانک ہوا چلی اور جسم پر پڑی ہوئی چادر ہوا کے جھونکے سے کھل گئی اور قریب تھا کہ ستر کھل کر برہنہ ہو جاتا لیکن مفتی اعظمؒ کے ہاتھ میں حرکت پیدا ہوئی اور ہاتھ بتدریج اٹھا جس کو وہاں موجود جملہ حاضرین نے چشم خود دیکھا کہ اس کھسکنے اور ہٹ جانے والی چادر کو مفتی اعظمؒ نے اپنی شہادت والی انگلی اور درمیان انگلی سے مضبوطی کے ساتھ پکڑ لیا اور پھر بتدریج ہاتھ نیچے آگیا اور جسم پر چادر تن گئی اور آپ نے غسل کے ختم تک اپنا ہاتھ نہ چھوڑا بلکہ ویسے ہی تنہا رہے کفن پہناتے وقت چادر ہاتھ سے چھوڑ دی۔

اسلام فیضِ کاملین کی ازواج کو یا رگاہ الہی میں اس قدر قرب و منزلت حاصل ہے کہ
 دنیوی زندگی کی طرح بلکہ اس سے بھی زائد کرامات و تصرفات بعد وصال ان
 کی ارواح کو منجانب اللہ عطا ہوتی ہیں لیکن متصرف حقیقی تو اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں۔
 جس طرح بزرگانِ دین کی دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ طالبانِ امداد کی حاجت روائی و
 شکل کشائی فرماتا ہے اسی طرح وفات کے بعد ان بزرگوں کی امداد دعا کی وجہ سے اگر خدا تعالیٰ
 کسی کی امداد فرمائے تو کچھ بعید نہیں کیوں کہ اولیاء اللہ کی حیات و ممات ہر دو حالت میں ان کی
 دعائیں تاثیر ہے حقیقی قاضی الحاجات خدا تعالیٰ ہی ہے۔

استمداد کے معنی ہے مدد مانگنا۔ استمداد کا ہی مفہوم رکھنے والے
اولیاء اللہ سے استمداد متبادل الفاظ استعانت، استغاثة اور توسل وغیرہ ہیں۔ آج کل یہ
 بدعتیگی عام کر دی گئی ہے کہ اللہ کے سوا غیر اللہ سے مدد مانگنا حرام ہے غیر خدا سے استمداد
 کو شرک کہا جا رہا ہے۔ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی اپنی کتاب اشعۃ اللمعات میں فرماتا
 ہیں کہ استمداد سے مراد ہم یہ سمجھتے ہیں کہ داعیِ خدا سے دعا کرتا ہے اور اس بندہٴ مقرب کو
 وسیلہ بناتا ہے یا پھر اس اللہ والے کو پکارتا ہے کہ اے خدا کے خاص بندے اور ولی! میرے
 لیے شفاعت کیجئے کہ میری مراد برائے اور میرا مطلوب عطا فرمادے۔ اگر لوگ اس کو شرک کہتے
 ہیں تو پھر زندگی میں بھی توسل اور طلب دعا کے روزمرہ کئی واقعات بھی شرک ہو جائیں گے۔
 شریعت میں اس عقیدہ کے ساتھ کہ حقیقی امداد تو رب تعالیٰ ہی کی ہے اولیاء اللہ
 سے مدد مانگنا جائز ہے کیوں کہ اولیاء کرام دراصل رب تعالیٰ ہی کی قدرت کے مظہر ہیں۔
 کسی جاہل سے جاہلی مسلمان کا بھی نعوذ باللہ یہ عقیدہ ہرگز نہیں ہوتا کہ وہ کسی ولی کو
 خدا سمجھتا ہے۔

فامانِ خدا، خدا نباشد ؛ لیکن نہ خدا خدا نباشد
 یعنی خدا کے خاص بندے خود خدا تو نہیں ہوتے لیکن خدا کی ذات سے وہ لوگ خدا بھی

نہیں ہوتے ہیں۔

غیر اللہ سے مدد مانگنے کے ثبوت میں کئی قرآنی آیات، احادیث صحیحہ، اقوال فقہاء و محدثین بلکہ خود منکرین و مخالفین کے اقوال، تنک موجود ہیں جن کا علیحدہ علیحدہ حوالہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

قرآن پاک میں ایسی بے شمار آیات ہیں جس سے غیر اللہ استمداد کا قرآن سے ثبوت سے مدد لینے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ ایسی چند آیات کریمہ ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ **وَ اذْغَوْا اَشْهَادًا كُمْ مِنْ دُونِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صَادِقِينَ** (سورہ بقرہ آیت ۲۳)
ترجمہ: اور اللہ کے سوا اپنے سارے حمایتیوں کو بلاؤ اگر تم سچے ہو۔
نوٹ: اس آیت میں کفار کو دعوت دی گئی کہ قرآن کی مثل ایک سورت بنا کر لے آؤ اور اپنی امداد کے لیے اپنے حمایتیوں کو بلاؤ یعنی غیر اللہ سے مدد لینے کی اجازت دی گئی۔
۲۔ **قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْ اِيَّيْ اللّٰهِ قَالَ النّٰحِيْ اِسْرَٰئِيْلُ وَ هٰذَا اَنْصَارُ اللّٰهِ** (سورہ آل عمران آیت ۸۵)
کہا مسیح نے کون میرے مددگار ہو تھے میں اللہ کی طرف۔ حواریوں نے کہا ہم دین خدا کے مددگار ہیں۔

نوٹ: یہاں بھی حضرت عیسیٰ نے اپنے حواریوں سے خطاب فرمایا کہ میرا مددگار کون ہے یعنی حضرت مسیح نے غیر اللہ سے مدد طلب کی۔

۳۔ **وَتَعَاوَنُوا عَلٰى الْبُؤْسِ النَّفْسِ وَلَا تَعَاوَنُوا عَلٰى الْاِحْسَانِ** (سورہ مائدہ آیت ۵۱)
ترجمہ: اور نیکی اور پرہیزگاری پر ایک دوسرے کی مدد کرو اور گناہ و زیادتی پر باہم مدد نہ دو۔
نوٹ: یہاں بھی ایک دوسرے کی (یعنی غیر اللہ) کی مدد کا حکم دیا گیا ہے۔

۴۔ **اَسْتَعِيْذُ بِالْاَصْبَرِ وَالصَّلٰوَةِ** (سورہ بقرہ آیت ۱۵۳)
ترجمہ: مدد طلب کرو صبر اور نماز کیسے۔
نوٹ: اس آیت میں مسلمانوں کو نماز اور صبر سے مدد حاصل کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور نماز

و صبر دونوں غیر اللہ ہیں۔

۵۔ اَتَمَّاءَ لِيُكَلِّمَ اللَّهُ ذَوِّ السُّؤْلَةِ وَالَّذِينَ آمَنُوا الَّذِينَ يَفْقَهُونَ الصَّلَاةَ وَلَوْ تَوَخَّاهُ الْمَلَائِكَةُ

وَهُمْ لَا يَكُونُونَ (سورہ مائدہ آیت ۵۵) یعنی تمہارے مددگار اللہ اور رسول اور وہ ایمان والے ہیں جو نماز قائم کرتے اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور اللہ کے حضور جھکے ہوئے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ رب تعالیٰ بھی مددگار ہے۔ اس کے رسول بھی مددگار ہیں اور مسلمان بھی آپس میں ایک دوسرے کے مددگار ہیں مگر رب تعالیٰ بالذات مددگار حقیقی ہے۔ اور دوسرے سب رب کی عطا سے مجازی مددگار ہیں۔

نوٹ: اس آیت میں بھی اللہ کے رسول اللہ دوسرے مسلمان غیر اللہ ہیں جن کی مددگاری کا ذکر ہے۔

۱۔ مشکوٰۃ شریف کے باب السجود و فضله میں حضرت ربیعہ ابن کعب السلمیؓ سے روایت ہے حضور صلی اللہ علیہ و

سلم نے حضرت ربیعہؓ سے فرمایا سَلِّ یعنی کچھ مانگ لو۔ انھوں نے جواب دیا اَسْأَلُكَ مُرَافَقَتَكَ فِي الْجَنَّةِ یعنی میں آپ سے جنت میں آپ کی رفاقت مانگتا ہوں۔ حضورؐ نے فرمایا کچھ اور مانگنا ہے تو انھوں نے عرض کیا بس صرف اتنا ہی۔ تو سرکار نے فرمایا تم بھی اپنے نفس پر زیادہ نوافل سے میری مدد کرو۔ اس حدیث شریف سے ثابت ہوا کہ

حضرت ربیعہؓ نے حضورؐ سے جنت مانگی تو نہ سرکار نے فرمایا کہ تم نے خدا کو چھوڑ کر مجھ سے جنت کیوں مانگی اور نہ ہی حضرت ربیعہؓ کے دل میں یہ خیال گزرا کہ میں خدا کو چھوڑ کر غیر خدا سے کیوں مانگوں؛ بلکہ حضورؐ نے فرمایا جنت تو منظور ہے اس کے سوا اور کچھ مانگنا ہے تو مانگ لو یہ خود غیر خدا سے مانگنے کا ثبوت ہے۔ پھر لطف یہ ہے کہ حضور علیہ السلام

ابھی خود فرماتے ہیں اَعْبَدْنِي یعنی اے ربیعہؓ تم بھی اس کام میں نوافل سے میری مدد کرو یہ بھی غیر اللہ سے طلب مدد ہوئی اشعۃ اللمعات میں اسی حدیث کے تحت حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ فرماتے ہیں

کہ سرکار نے سُنلے مانگو! فرماتے ہوئے کسی خاص شے سے متعین نہیں فرمایا بلکہ سارا معاملہ حضور کے دستِ کریمانہ میں ہے جو چاہیں جس کو چاہیں اپنے رب کے حکم سے دے دیں ظاہر ہے کہ دوسروں کو دونوں جہاں وہی بخشے گا جب کہ خود ان کا مالک ہوگا لہذا سرکار کو رب تعالیٰ نے دو جہاں کا مالک بنایا ہے۔

خالقِ کُل نے آپ کو مالکِ کُل بنا دیا : دونوں جہاں ہیں آپ کے قبضہ و اختیار میں مالک دین بھی ہیں مالک دُنیا بھی ہیں : دو جہاں ملتے ہیں ایک آپ کے مل جانے سے گویا حضرت شیخ عبدالحی محمدؒ دہلویؒ نے فیصلہ فرما دیا کہ دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے مانگو۔ اولاد مانگو! مال مانگو، جنت مانگو، جہنم سے پناہ مانگو وغیرہ وغیرہ کسی صوفی مزاج شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

محمد از تو می خواہم خُدا را : خُدا یا از تو عشقِ مصطفیٰ را
یعنی یا رسول اللہ! میں آپ سے اللہ کو مانگتا ہوں اور اے اللہ! میں تجھ سے رسول اللہ کی محبت مانگتا ہوں۔

۲۔ حصن حصین میں ہے جب مدد لینا چاہو تو تین بار کہو یا عبادِی اللہ اَعِیْزُوْنِی یعنی یوں پکارے کہ ”اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔ اے اللہ کے بندو میری مدد کرو۔“ حضرت ملا علی قادریؒ اُس کی شرح میں جزائش میں فرماتے ہیں جنگل میں جب کسی کا جانور بھاگ جائے تو آواز دے کہ اے اللہ کے بندو اُسے روک دو۔ یہاں اللہ کے بندوں سے یا تو فرشتے یا مسلمان یا جن یا رجال الغیب یعنی ابدال مراد ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ سب کے سب غیر اللہ ہیں۔

۳۔ مشکوٰۃ شریف کی ایک حدیث میں روایت ہے کہ ملک شام میں چالیس (۴۰) ابدال رہتے ہیں ان میں سے کسی ایک کا انتقال ہو جائے تو خدا تعالیٰ اس کی جگہ دوسرے کو مقرر فرمادیتا ہے اور یہ چالیس کی تعداد پوری رہتی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں ان کے طفیل

ہی بارش ہوتی ہے ان کے طفیل دشمنوں پر فتح ملتی ہے اور انھیں کے طفیل اہل شام سے عذاب ملتا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ ان اللہ والوں کے طفیل بارش ہوتی ہے فتح و نصرت بھی ملتی ہے اور عذاب بھی ملتا ہے۔ اور یہ سب غیر خدا ہیں۔

۱۔ تفسیر کبیر روح البیان اور خازن میں آیت استمداد کے بارے میں مفسرین کے اقوال | فَلَيْتَ بَنِي السَّجْنِ بَضْعَ سِدِّينَ (سورہ یوسف آیت ۴۲) ترجمہ: ”یوسفؑ کی قبریں جیل میں رہنے کے تحت کھائی گئی۔ اَلَا سِتَعَانَهُ بِالنَّاسِ فِي دَفْعِ الظُّلُمِ وَالظُّلُمِ جَائِزَةٌ“ یعنی مصیبت اور ظلم دور کرنے کے لیے مخلوق سے مدد لینا جائز ہے۔

۲۔ تفسیر کبیر میں آیت شریفہ وَاذْقَالَ رَبُّكَ لِمَلَأَكُنَّ كِفْلًا مِنْ حَبِّ زَرْعٍ (سورہ ابراہیم آیت ۱۸) سے روایت ہے کہ جو کوئی جنگل میں پھنس جائے تو کہے اَعْيُنُونِي عِبَادَ اللَّهِ يَزَحْمِكُمُ اللَّهُ یعنی اے اللہ کے بندو! میری مدد کرو رب تم پر رحم فرمائے یہاں بھی غیر خدا سے امداد طلب کرنے کا حکم ہے۔

۳۔ فقہ کی مشہور کتاب در مختار جلد سوم استمداد کے بارے میں فقہاء کے اقوال | باب اللقط کے آخر میں گم شدہ چیز کی تلاش کرنے کے لیے ایک عمل منقول ہے کہ جس کسی کی کوئی چیز گم ہو جائے اور وہ چاہے کہ خدا وہ چیز اس کو واپس دلا دے تو کسی اُدنی جگہ پر قبیلہ کی جانب منہ کر کے کھڑا ہو اور سورہ فاتحہ پڑھ کر اس کا ثواب حضور نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں پہنچا کرے پھر سیدی احمد ابن علوانؒ کو ثواب پہنچائے اور یوں دعا کرے۔

”اے میرے آقا! اے احمد ابن علوانؒ اگر آپ نے میری فلاں چیز بدی تو میں آپ کو دفتر ادبیاء سے بحال دلاؤں گا۔“ پس خدا تعالیٰ اس کی گم شدہ چیز ان کی برکت سے

والپس دلا دے گا۔ یہاں بھی واضح ثبوت ہے کہ اس دعلیٰ غیر خدا حضرت سید احمد علیؑ کو مدد کے لیے پکارا بھی اور ان سے گم شدہ چیز طلب بھی کی اور یہ دعا کس نے تباہی و خفگی کے نقیض اعظم صاحب در مختار نے بتلائی۔

۲۔ شامی شریف کے مقدمہ میں حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ امام ابو حنیفہؒ کی قبر پر برکت حاصل کرنے جاتا ہوں۔ جب کبھی مجھے کوئی حاجت ہوتی ہے تو میں دو رکعت نماز پڑھتا ہوں اور امام اعظم ابو حنیفہؒ کے مزار کے پاس کھڑے ہو کر رب سے دعا کرتا ہوں تو فوراً حاجت پوری ہو جاتی ہے۔

مردوں سے استمداد | لیکن مرنے کے بعد مردوں سے استمداد جائز نہیں ہے۔ پچھلے صفحات میں ہم نے قرآن سے ثابت کیا ہے کہ خاصانِ خدا مردہ نہیں ہیں بلکہ زندہ ہیں۔ ذیل میں صالحین سلف کے اقوال اور واقعات سے یہ وضاحت کی جاتی ہے کہ زندگی کے بعد یعنی بعد وصال استمداد ممکن ہے۔

۱۔ اشعة اللمعات میں نقل ہے۔ امام غزالیؒ نے فرمایا کہ جس سے زندگی میں مدد مانگی جاتی ہے اس سے وفات کے بعد بھی مدد مانگی جائے۔ ایک جماعت کہتی ہے کہ زندہ کی مدد زیادہ قوی ہے اور میں کہتا ہوں کہ مردہ کی امداد زیادہ قوی ہے۔ چنانچہ حضرت سید احمد زیدؒ نے فرمایا کہ میں نے چار مشائخ کو خود دیکھا ہے کہ اپنی قبروں میں ایسا تصرف کرتے ہیں جیسے وہ اپنی زندگی میں تصرف کیا کرتے تھے یا اس سے زیادہ جن کے اسماء گرامی شیخ معروف کرمیؒ حضرت غوث اعظمؒ، شیخ عقیل بسہیؒ، اور شیخ ابن قیسؒ ہیں۔ اس سے صرف چار نیرنگوں کا حصر مراد نہیں بلکہ جو کچھ انھوں نے دیکھا بیان کیا۔

۲۔ حضرت امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کاظمؑ کی قبر قبولیت دعا کے لیے گویا ہے۔

نیز حضرت الخاطر علیؒ حضرت غوث اعظمؒ کا یہ ارشاد نقل کیا گیا ہے کہ جو کوئی

رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہو گا اور جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت و فزع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔

حضرت ملا علی قاریؒ جن کو منکرین استمداد بھی مانتے ہیں، فرماتے ہیں اس کا بارہا تجربہ کیا گیا صحیح ثابت ہوا۔

۴۔ حضور غوث پاکؒ نے خود فرمایا (بہجۃ الاسرار عربی)

لَوْ اَنْكَشَفْتَ غَوْنَةً مُرِيدِي بِالْمَشْرِقِ وَاَنَا بِالْمَغْرِبِ لَسَوَّيْتُهَا تَرْجُمَةً اَكْرَمَ
کسی مُرید کا ستر مشرق میں برہنہ ہو جائے تو اگرچہ میں مغرب میں بھی ہوں گا تو اسے
ڈھانک دوں گا۔

ملا علی قاریؒ نے اپنی کتاب نہرۃ الخاطر میں حضرت غوث اعظمؒ کا یہ قول نقل فرمایا مَنْ اسْتَغَاثَ بِنِي فِي كَرْيَةٍ كُشِفَتْ عَنْهُ وَمَنْ نَادَانِي بِاسْمِي فِي شِدَّةٍ فَرَجَحْتُ عَنْهُ وَمَنْ تَوَسَّلَ بِنِي اِلَى اللّٰهِ فِي حَاجَةٍ قُضِيَتْ یعنی جو کوئی رنج و غم میں مجھ سے مدد مانگے تو اس کا رنج و غم دور ہو گا جو سختی کے وقت میرا نام لے کر مجھے پکارے تو وہ شدت و فزع ہوگی اور جو کسی حاجت میں رب کی طرف مجھے وسیلہ بنائے تو اس کی حاجت پوری ہوگی۔

۵۔ حضرت موسیٰؑ نے اپنی وفات کے ڈھائی ہزار برس بعد امتِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ مدد فرمائی کہ شبِ معراج پچاس نمازوں کے بجائے پانچ نمازیں کرا دیں تعالیٰ نے پہلے پچاس نمازیں مقرر فرمائیں پھر اپنے دونوں محبوبوں یعنی ایک کلیمؑ اور دوسرے حبیبؑ کی دُعا سے پچاس کو کم کر کے پانچ فرما دیا۔ لہذا وفات کے بعد استمداد کے منکرین کو چاہیے کہ پچاس نمازیں ہی پڑھیں کیوں کہ غیر اللہ کی مدد شامل ہونے سے وہ پانچ ہو گئیں۔

۹۔ مشارق الانوار میں ابن جوزیؒ لکھتے ہیں کہ شریعت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کا علم سیکھنے کے لیے حضرت خضر علیہ السلام ہر روز صبح کے وقت امام اعظم ابو حنیفہؒ کی مجلس میں آیا کرتے تھے جب آپ کا وصال ہو گیا تو حضرت خضر علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ امام ابو حنیفہؒ کی روح کو ان کے جسم میں لوٹا دے تاکہ علم فقہ ان ہی سے مکمل کر سکیں۔ چنانچہ حضرت خضر علیہ السلام اپنی عادت کے مطابق ہر روز صبح کے وقت امام ابو حنیفہؒ کے مزار پر آکر ان سے فقہ اور شریعت کے مسائل سنا کرتے تھے۔

ان دلائل سے بین ثبوت مل گیا کہ اولیاء اللہ سے نہ صرف ظاہری زندگی کے دوران بلکہ ان کے وصال کے بعد بھی برابر فیض حاصل ہوتا ہے شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ اپنی کتاب اشعۃ اللمعات شرح مشکوٰۃ شریف میں فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ اپنے وصال کے بعد ظاہری زندگی سے زیادہ امداد فرماتے ہیں اس لیے کہ اب وہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات کی طرف کامل متوجہ ہو جاتے ہیں۔

لطف کی بات یہ ہے کہ استمداد کے مخلفین اور منکرین استمداد کے پیشواؤں کا عمل

منکرین کے پیشواؤں اور علماء نے خود استمداد

کیا ہے جس کی کئی مثالیں موجود ہیں۔

۱۔ مدرسہ دیوبند کے بانی مولوی قاسم صاحب نانوتوی اپنے تصانیف میں فرماتے ہیں کہ مدرسہ کرم احمدی کے تیرے سوا ۱۰ نہیں ہے قاسم بیس کا کوئی حامی کا اس شعر میں حضور نبی کریمؐ سے مدد مانگی گئی ہے۔

۲۔ اور ان کے مرشد حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر کی فرماتے ہیں کہ

جہاز امت کا حق نے کر دیا ہے آگے ہاتھوں ۱۰ تم اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

۳۔ مولوی اشرف علی صاحب اپنی کتاب امداد الفتاویٰ میں لکھتے ہیں جو استعانت و استمداد اعتقاد علم و قدرت مستقل پروردہ شرک ہے اور جو باعتقاد علم و قدرت غیر مستقل پروردہ علم تقدس و قدرت

ہو جائے تو جائز ہے خواہ جس سے مدد مانگی گئی وہ زندہ ہو کہ مُردہ ہو۔
۴۔ مولوی اشرف علی صاحب نے اپنی کتاب نشر الطیب کے آخر میں شمیم الطیب
کے عنوان سے اردو اشعار لکھے ہیں جس میں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے دریغ علانیہ
مدد مانگی گئی ہے ان سے چند اشعار درج ذیل ہیں۔

دستگیری کیجئے میری نبیؐ کشمکش میں تم ہی ہو میرے ولی
چڑھتا ہوں یہ کہاں میری پناہ فوج کلفت مجھ پر غالب ہوئی
ابن عبد اللہ زمانہ ہے خلاف اے مرے مولیٰ خبر لیجئے مری

”عرس“ بضم و ضمین کے لغوی معنی شادی یا طعام عروسی (شادی کا کھانا) ہے
عرس کیا ہے! جیسا کہ غیاث اللغات، نصیر اللغات اور منتخب اللغات میں درج ہے۔ اسی

مناسبت سے دو لہایا دو لہن کو ”عرس“ کہتے ہیں۔
لیکن مجازاً یا اصطلاحاً ”عرس“ ان مراسم اور مجلس طعام کا نام ہے جو ہر سال دفاتر
کے دن بزرگان دین کے فاتحہ کے سلسلہ میں منعقد ہوتی ہیں۔

اللہ والوں کے یوم وصال کو ”عرس“ کہنے کی وجہ تسمیہ نیز شادی یا خوشی سے نسبت
و تعلق ہو گئے کی وضاحت ترمذی شریف وغیرہ کی حدیث ذیل سے بھی ہوتی ہے جس میں
روایت کی گئی ہے کہ منکر و نکیر دونوں فرشتے جب کسی نیکو کار بندے کی تدفین کے بعد
اس کی قبر میں اپنے سوالات کے صحیح جوابات سُن کر مطمئن اور خوش ہو جاتے ہیں تو آخر
میں فرشتے اس مُردے سے یوں کہتے ہیں۔

نَمَّ كَتُومَةُ النَّارِ الَّذِي لَا يُؤْقِظُهُ إِلَّا أَحَبُّ أَهْلِهِ إِلَيْهِ

یعنی ”اے مردے اب تو اس طرح بیٹھی نیند سو جا جس طرح وہ بھئی سوتی ہے کہ دلہن کو صرف
وہی جگا سکتا ہے جو اس کے گھر والوں میں سب سے بڑھ کر اس کا محبوب ہے۔“ یعنی اب تو
اس وقت تک اپنی قبر میں بیٹھی نیند سو جا جب تک اللہ تعالیٰ تجھ نہ جگا دے۔

دوسرے الفاظ میں عاشقانِ حق کے حق میں غمکہ دنیا سے کوچ کرنا گویا شادی و عروسی کے برابر ہوتا ہے اور حدیث بالاکہ روشنی میں نزار کے منجھ خانے میں عروسی جانِ خواب نوشیں اور آسودہ ہوتی ہے۔ یہی بات ہے جس کی جانب حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمہ اشارہ کرتے ہیں

عروسی بود نوبت ماتمت اگر نیک روزے بود خاتمت
یعنی اگر خاتمہ نیک ہو تو موت سے ماتم جا کر خوشی میں تبدیل ہو جاتا ہے

چوں کہ مقبولانِ حق اور محبوبانِ خدا کا خدا سے وصال ان کے لیے عین فرحت و سرور کا باعث ہے اس لیے بزرگانِ دین کے ”یوم وصال“ کو اس حدیث شریف کی نسبت سے ”عروس“ کہتے تھے جو کثرت استعمال سے ”عروس“ بن گیا۔

اللہ والوں کے مراسم عرس سے صرف یہ منشاء
عرس کے مقاصد اور تعین تاریخ کے فوائد

متوسلین ایک جگہ جمع ہو کر خدا اور رسول کے ذکر اور توبہ و استغفار سے اپنے دلوں کو پاک و صاف کریں۔ کلام اللہ پڑھ کر صاحبِ مزار کی روح کو ہدیہ ایصالِ ثواب کریں۔ وہاں موجود دیگر قبور کی زیارت کریں۔ صاحبِ عرس کی تعلیمات کو علم کریں۔ وعظ کی مجالس اور ذکر و فکر کے حلقے مقرر کریں جن میں اولیاء اللہ کی عظمت کا تذکرہ بیان ہو۔ ایصالِ ثواب کی خاطر شیرینی اور طعام وغیرہ سے فقراء مساکین، غریب مستحقین اور زائرین کی تواضع کریں اور ساتھ ساتھ شکریات و محرمات اور ممنوعات سے احتراز اور پرہیز کریں۔

ایصالِ ثواب وغیرہ کی تکمیل تو کسی بھی دن ہو سکتی ہے لیکن ہر سال شہداء احد کے مزاروں پر حضور اکرمؐ کی تشریف آوری اور زیارتِ قبور کے پیش نظر سالانہ عرس کے موقع پر سب کا اجتماع بھی یقیناً اتباعِ سنت کے مترادف ہے۔ اس کے علاوہ عرس کی تاریخ کے تعین سے یہ بھی سہولت ہے کہ لوگ اس تاریخ جمع ہو کر اجتماعی طور پر قرآنی خوانی

دور و پاک دغیرہ پڑھتے ہیں اس طرح بہت سی برکات جمع ہو جاتی ہیں نیز اس بزرگ صاحب
مزار کے معتقدین متوسلین اور مریدین کو اس خاص مقررہ تاریخ پر آئے ہوئے دیگر اپنے
برادران طریقت اور پیر بھائیوں سے بلا تکلف شخصی طور پر آپس میں ملاقات کرنے کا موقع
میسر آتا ہے۔ ایک دوسرے کے حالات سے واقفیت ہوتی ہے اور آپس میں محبت بڑھتی
ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور فائدہ یہ بھی ہے کہ جو اصحاب کسی پیر کے طالب اور کسی مرشد کے
متلاشی ہوں تو عرس کے موقع پر شرکت فرمانے والے مختلف مقامات کے پیران طریقت و
بزرگان دین سے انھیں نیاز حاصل ہوتا ہے علماء و صوفیاء کا مجمع ہوتا ہے ان میں سے
جس کی جانب عقیدت سے دل آگے بڑھے ان سے بیعت کر لی جاسکتی ہے چنانچہ حج
وزیارت مدینہ منورہ کے لیے بھی جو تواریخ مقررہ ہوتی ہیں اس میں بھی یہ سب فوائد حاصل
ہوتے ہیں۔

زیارت قبور اور عرس کا شرعی ثبوت | شریف و فقہ کی کتابوں سے ثابت ہے۔
چند حوالے درج ذیل ہیں۔ (۱) صحیح حدیث کی کتاب "البداء" میں ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ
علیہ وسلم جبل احد پر شہداء اُحد کی قبروں کی زیارت کے لیے ہر سال تشریف لے جاتے اور
فرماتے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنَحْنُ عَقَبَى الدَّارِ (۱) مشکوٰۃ شریف باب زیارت القبور
کی ایک حدیث شریف میں حضور کا ارشاد ہے "پہلے تم کو قبروں کی زیارت سے میں نے منع
کیا تھا لیکن اب ضرور زیارت کیا کرو امانت دیتا ہوں کیوں کہ قبروں کی زیارت کرنے
سے موت یاد آتی ہے اور عبرت ہوتی ہے۔

نوٹ: اس سے تو بلا تید و تعین زیارت قبور کا ثبوت ملتا ہے یعنی زیارت قبور روزِ کرد،
مہینہ میں کر دیا سال میں کر دے۔ اکیلے جاؤ یا مجمع کے ساتھ جاکر زیارت قبور کرو یہ سب جائز
ہے کوئی پابندی نہیں ہے۔ (۲) صحیح بخاری شریف میں ہے سرکارِ دو عالم صلعم نے قبرستان

میں اصحاب کرام کے سامنے وعظ فرمایا۔ کنز العمال میں ہے حضرت سیدنا عمرؓ کے زمانہ خلافت میں چار ہزار صحابی ملک یمن میں اس لیے گئے تھے کہ وہاں ایک بزرگ کے مقام کی زیارت کریں جو حضرت عیسیٰؑ کے وقت سے موجود تھا۔ (۵) جب کوئی صحابی انصار میں سے انتقال فرماتے تو انصار ان کی قبر پر آیا کرتے اور ان کے ایصالِ ثواب کے لیے قرآن پڑھتے۔ (۶) بی بی عائشہؓ اور بی بی خاتونِ جنتؓ شہداءِ اہلؓ کی نیز روضہ نبویؐ کی اور دیگر قبور کی زیارت فرمایا کرتی تھیں۔ (۷) فقہ کی کتاب شامی جلد اول باب زیارت قبور میں ہے ابن ابی شیبہ سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ہر سال شہداءِ اہلؓ کی قبروں پر تشریف لے جاتے تھے۔ (۸) تفسیر کبیر اور تفسیر درغشور میں ہے کہ حضور ہر سال شہداء کی قبروں پر تشریف لیجاتے ان کو سلام فرماتے تھے اور چاروں خلفاء راشدین بھی ایسا ہی فرمایا کرتے تھے (ابن منذر اور رد مختار سے بھی اس کی توثیق ہوتی ہے)۔

(۹) تقسیم طعامِ تبرک کے بارے میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ فرماتے ہیں کہ بہت سے لوگ جمع ہو کر تلاوتِ قرآن اور شیرینی پرفاٹھ کر کے حاضرین میں تقسیم کریں تو یہ بات اگر حضور اور خلفاء راشدین کے زمانہ میں مروج نہیں تھی بھی تو ایسا کرنے میں حرج نہیں بلکہ زندوں سے مردوں کو فائدہ حاصل ہوتا ہے اور صالحین کی قبروں سے برکت اور ایصالِ ثوابِ تلاوتِ قرآن، تقسیمِ شیرینی و طعام سے ان کی مدد کرنا اجماع علماء سے اچھی طرح ثابت ہے۔ عرس کا دن اس لیے مقرر ہے کہ وہ دن ان کی دفات کو یاد دلاتا ہے ورنہ جس دن بھی یہ کام کریں تو اچھا ہے۔

(۱۰) پیر ماجی امداد اللہ صاحب مہاجر کی (جو مولوی رشید احمد گنگوہی و مولوی اشرف علی تھانوی وغیرہ کے پیر و مرشد بھی ہیں) اپنی کتاب "فیصلہ ہفت مسئلہ میں عرس کے جو ان پر زور دیتے ہوئے خود اپنا عمل لویں بیان فرماتے ہیں۔ "فقیر کا مشرب اس امر میں یہ ہے کہ ہر سال اپنے پیر و مرشد کی روح مبارک پر ایصالِ ثواب کرتا ہوں اور قرآن خوانی

ہوتی ہے اور کبھی کبھی وقت میں وسعت ہو تو مولود پڑھا جاتا ہے پھر حاضر کھانا کھلایا جاتا ہے اور اس کا ثواب بخش دیا جاتا ہے۔

(۱۱) چند سال قبل تک سرکارِ دو عالم صلعم کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماءِ مدینہ منورہ حضرت سیدنا حمزہؓ (حضور کے چچا) کا بڑے تڑک و احتشام کے ساتھ عرس کیا کرتے تھے جن کا مزار اقدس اُن کے پہاڑیہ ہے اور جن کے مزار پر لکڑی کا خوبصورت قبر بنا ہوا تھا لیکن موجودہ سعودی حکومت دہائی عقائدِ باطلہ رکھتی ہے اس لیے اس حکومت نے حضرت سید حمزہؓ کے علاوہ دیگر صحابہ کے قبر جات و مزارات وغیرہ حملہ آزار کو شہید کر کے بالکل ٹاڈا اور سالانہ عرس بھی سو قوت ہو گیا ہے۔

مذکرہ بالا معتبر کتابوں کے باوثوق حوالوں سے ثابت ہو چکا کہ جو امور کسی عرس میں

انجام دیے جاتے ہیں وہ سب شرعی طور پر جائز بلکہ باعثِ برکت و موجبِ ثواب ہیں۔

۱۔ جس نے روزہ رکھایا نماز پڑھی یا خیرات کی اور اس کا ثواب اپنے غیر کے لیے پہنچا یا خواہ وہ غیر مُردہ ہو یا زندہ

قرابت دار ہو یا بیگانہ شرعاً جائز ہے اہل سنت والجماعت کے مذہب میں اس کا ثواب ان کو ضرور پہنچتا ہے (رد المحتار - شامی)

۲۔ جو کوئی آدمی مُردے کے لیے یا اس کی طرف سے صدقہ و خیرات کرے تو مُردہ کو اس سے نفع پہنچتا ہے (شرح عقائد نفیہ)

۳۔ قبروں کے پاس قرآن پڑھنا ہر مال میں نفع دیتا ہے (فتاویٰ قاضی خاں)

۴۔ مزاروں پر پھول اور سبزہ چڑھانا اچھا ہے بلکہ رفعِ عذاب کا باعث ہے اس کے سبز رہنے اور تسبیح پڑھنے سے میت کی انتہ ہے۔ اس کی قیمت خیرات کر دینا بہتر ہے۔ (رد مختار - فتاویٰ عالمگیریہ)

۵۔ سورہ دہر میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَيُطْعَمُونَ اَلطَّعَامَ عَلٰی حَبِیۡہٖ مُسْكِنًا

وَيَتِيمًا وَاسِيًّا یعنی اس کی محبت میں مسکین، محتاج، یتیم اور یتیمی کو کھانا کھلاتے ہیں۔
 رد مختار میں ہے کہ مذرومنت کے بغیر ایصال ثواب کے لیے کوئی چیز بیکار لوگوں کو کھلانا جس
 کو عام طور پر بزرگان دین کی نیاز شریف کہتے ہیں شرعاً جائز اور درست ہے۔ کیوں کہ یہ بدعت
 و تحفہ کی تعریف میں ہے۔

قبرستان اور درگاہوں میں ناپ رنگ، گانا بجانا، کھیل
 عرس کے منہیات و ممنوعات | شمشاد، شعبہ بازی کرنا، قبروں کا بے حرمتی کرنا،
 قبروں پر اور درمیان میں بیٹھ کر کھانا کھانا گیز عورتوں کا بن سوز کر بے پردہ مردوں کے
 مل جل کر چلنا پھرنا یہ سب باتیں مراسم عرس میں نہیں ہیں بلکہ ممنوع نا جائز اور حرام ہیں۔
 قبرستان میں آگ لیجانے کی ممانعت ہے (شامی) کیوں کہ لور سے نسبت رکھنے
 والی ان پاک ہستیوں کو نار (آگ) سے بھلا کیا نسبت؟

اس لحاظ سے مزارات پر اگر بتیاں جلا کر لگانا اور مزار سے متصل عود دان میں آگ
 رکھنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔ البتہ قرآن خوانی اور فاتحہ خوانی کے وقت قرآن کی عظمت
 و بزرگی کے لیے عود و لوبان اور اگر تہی جلانا ہو تو فاصلہ پر رہے تاکہ اس کی خوشبو پہنچے مگر آگ
 مزار کے قریب نہ رہے۔

در مختار اور شامی میں ہے کہ نوبت لازمی، نقارہ اور دف وغیرہ اگر تفاخر اور
 بڑاپن ظاہر کرنے کے لیے ہو تو جائز نہیں ہاں البتہ کسی بات کا اعلان کرنے یا عوام کو آگاہ
 اور تشبیہ کرنے کے لیے نقارہ، نوبت یا دف وغیرہ بجائیں تو کچھ مضائقہ نہیں۔

نیارت قبور کا مسنون و مستحب طریقہ | عام طور پر اکثر لوگ زیارت قبور کے صحیح طریقہ
 اور آداب سے ناواقف ہوتے ہیں۔ ان کی معلومات

کے لیے ذیل میں والدہ ماہر شہد حضرت محدث دکن کی کتاب "آداب زیارت قبور" کا مختصر
 اقتباس نقل کیا جاتا ہے تاکہ زیارت قبور کا مسنون و مستحب طریقہ معلوم ہو جائے۔

قبور کی زیارت مسنون و مستحب ہے۔ جب زیارت قبر کا ارادہ ہو تو گھر میں دو رکعتیں مستحب پڑھیں ہر رکعت میں سورہ فاتحہ و آیتہ الکرسی ایک ایک بار اور سورہ اخلاص تین بار پڑھیں اور اس کا ثواب میت کو پہنچائیں تو اللہ تعالیٰ صاحب قبر کے لیے نور عطا فرمائے گا اور نماز پڑھنے والے کے لیے بھی زیادہ ثواب دے گا۔

قبر کے پاس جانے سے قبل احتراماً پاؤں سے جوتے نکال دیں اور جس طرح زہرگی میں صاحب قبر کے نزدیک یا دور رہنا ہوتا تھا اسی قدر زیارت کے وقت بھی لحاظ رکھیں۔ زیارت کے لیے پائیں سے جائیں سیرمانے سے نہ جائیں۔ اہل قبر کے سینے کے مقابل اس طرح کھڑے ہوں کہ قبلہ کی طرف پشت اور قبر کی طرف اپنا چہرہ ہو۔ پھر اس طرح سلام کہیں:

اَسْلَامٌ عَلَيْكُمْ يَا اَهْلَ الْقُبُورِ يَغْفِرُ اللَّهُ لَنَا وَلَكُمْ اَنْتُمْ لَنَا سَلَفٌ وَاَنَا اِنْ شَاءَ اللَّهُ بِكُمْ لَاحِقُونَ وَنَسْأَلُ اللَّهَ لَنَا وَلَكُمْ الْعَافِيَةَ بِسْمِ اللَّهِ وَعَلَىٰ مِلَّةِ رَسُولِ اللَّهِ

جو شخص کسی قبر پر اس طرح پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس قبر والے سے چالیس سال کا عذاب تنگی اور تارگی دور فرما دے گا۔ (فتاویٰ عالمگیریہ)

اس کے بعد سورہ فاتحہ، ابتداء سورہ بقرہ مقلوب تک، آیتہ الکرسی، آمین الرسول، سورہ یسین سورہ تبارک الملک، سورہ تکوین سے جو چاہے اور سورہ اخلاص بارہ یا کم از کم تین بار پڑھ کر اہل قبور اور تمام مسلمانوں کو اس کا ثواب پہنچائیں۔

قبور کی زیارت کے لیے افضل ایام چار ہیں دوشنبہ اور پنجشنبہ (اول آخر) جمعہ (بعد نماز جمعہ) اور شنبہ اسی طرح متبرک راتوں میں خصوصاً شبِ برات میں زیارت قبور افضل ہے۔ اس کے علاوہ متبرک زمانوں جیسے عشرہ ذی الحجۃ، حیدین اور عاشورہ میں بھی زیارت قبور افضل ہے۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت بی بی عائشہ عورتوں کا قبور کی زیارت کرنا صدیقہؓ اور حضرت بی بی خاتون جنت فاطمہ زہرہؓ نے

زیارت قبور فرمائی اور دوسری صحابیات کا بھی اس پر عمل رہا۔ لہذا عورتوں کے لیے زیارت قبور جائز ہے کوئی مضائقہ نہیں بشرطیکہ ممنوعات و منہیات کا خاص خیال و لحاظ رکھا جائے۔ قبرستان میں عورتوں کا سینٹ یا بودار عطر لگا کر آنا، زیورات پہن کر زینت بٹلانا خصوصاً باریک نیم عریاں لباس پہن کر غیر محرموں کے سامنے بے پردہ مردوں کے ساتھ مل جل کر چلنا پھرنا ممنوع اور حرام ہے جس سے طرح طرح کے فتنے پیدا ہونے کا اندیشہ ہے اس لیے علماء کرام کی ایک جماعت آج کل کے پُر فتن دور میں احتیاط کو ترجیح دیتے ہوئے عورتوں کو زیارت قبور کے لیے قبرستان جانے کی اجازت نہیں دیتے تاکہ نیکی برباد اور گناہ لازم نہ ہو جائے۔

صحیح حدیث میں روایت ہے رسول اللہ کا ایسی قبروں پر پھول چادر گل اودھنڈی | دو قبروں پر سے گزریا کہ آپ کے ارشاد کے مطابق دونوں قبروں پر عذاب میں مبتلا تھے۔ آنحضرتؐ نے کھجور کی ایک ترقمانہ شاخ کو چیر کر ہر ایک قبر پر ایک ایک ڈالی لگاتے ہوئے فرمایا کہ جب تک یہ دونوں ڈالیاں خشک نہ ہوں اور ہڈا کی تسبیح کرتے رہیں اس وقت تک ان ہر دو کے عذاب میں تخفیف ہوگی۔ شرح بخاری و شرح مشکوٰۃ میں اسی حدیث سے علماء کرام نے استدلال کرتے ہوئے قبروں پر پھول، سبزہ، سبزہ ڈالی، شاخ تر اور خوشبو ڈالنا یا لگانا ہر طرح جائز اور موجب تخفیف عذابِ میت قرار دیا ہے اور فقہاء حنفیہ نے اسی پر فتویٰ دیا ہے فتاویٰ عالمگیری میں ہے وضع الوراد والراحین علی القبور، حسن: یعنی پھول سبزہ اور خوشبو کی چیزوں کا قبروں پر رکھنا اچھا ہے چنانچہ صدرل بھی خوشبودار ہونے کے سبب اسی حکم میں داخل ہے اور نیرنگان دین کے مزارات پر عرس کے موقع پر صندوق مالی میں بھی اسی حکم کی اتباع ہے۔

البتہ بعض اصحاب پھول کو تاکے میں پرو کر ہار یا چادر گل بنا کر مزارات پر

جو پیش کرتے ہیں اس کا عام مقصد یہی ہوتا ہے کہ ہوا چلنے سے کھلے پھول پر اگندہ اور منتشر ہو کر ادھر ادھر اڑ جائیں، لگے جادو کی شکل میں ہونے مزار پر ہی رہیں گے اور متفرق ہونے نہ پائیں گے۔

عام طور پر معتدل مالی کے وقت قبروں پر تعظیماً و تبرکاً ہاتھ رکھنے پر یا قبروں کو بوسہ دینا بزرگوار دین کے مزارات پر تعظیماً و احتراماً بوسہ دینے پر سخت اعتراض کئے جاتے ہیں بلکہ بدعت و شرک تک قرار دیا جاتا ہے اور فتاویٰ عالمگیری کا یہ حوالہ دیا جاتا ہے۔

ولا یمسح القبر ولا یقبلہ فان ذلک من عادة النصارى۔

یعنی قبر کو ہاتھ سے چھوئے نہ بوسہ دے کہ یہ نصرانیوں کی عادت سے ہے۔ یہ حکم عام قبور کے لیے ہے۔ لیکن خاص قبور کا حکم بھی خاص ہے۔ چنانچہ اسی کتاب فتاویٰ عالمگیری میں اسی عبارت سے کچھ بعد لکھا ہے۔

ولا باس بتقبیل قبر والدین یعنی والدین کی قبروں کو بوسہ دینے میں کچھ مضائقہ نہیں ہے۔ جب جسمانی والدین کی قبروں کو بوسہ دینا جائز ہے تو روحانی والدین یعنی اساتذہ، پیران کبار، مرشدان نامدار، بزرگان دین، اولیاء کرام اور انبیاء عظام علیہ السلام کی قبور شریفہ کو بوسہ دینا بدرجہ اولیٰ جائز ہوگا۔ کیوں کہ جسم ادنیٰ ہے اور روح اعلیٰ ہے اسی طرح جسمانی والدین کا مرتبہ کم ہے اور روحانی والدین کا مرتبہ افضل و اعلیٰ ہے حدیث شریفہ ہے کہ اَتَمَّ اَعْمَالٍ بِالْاَنْبِیَاءِ یعنی اعمال کا دار و مدار نبیوں پر ہے ظاہر ہے کہ عمل کا نیت کے مطابق ہی اجر ملے گا۔ اور یہ حقیقت ہے کہ کوئی بھی مسلمان اولیاء و بزرگان دین اور صالحین کو ہرگز ہرگز خدا نہیں سمجھتا بلکہ ان کے خدا کے بندے ہونے پر عقیدہ رکھتا ہے پھر اسی نیت سے ان برگزیدہ بندوں کی تعظیم اور احترام میں کوئی عمل بدعت، شرک یا پوجا ہرگز نہیں کہلا سکتا۔

اس سلسلہ میں روایات ذیل سے مزید روشنی ملتی ہے۔

حضرت امام احمد نے اپنی مسند میں اور حاکم نے مستدرک میں اور ابن حجر نے تحفہ میں تعظیماً

کی ہے ایک روز مردان نے صحابی رسول حضرت ابوالیوب انصاریؓ کو دیکھا جو اپنی پیشانی کو قبر شریف پر رکھے ہوئے ہیں۔ مردان نے یوں اعتراض کیا کہ اے شخص تو جانتا ہے کہ قبر پر تو کیا کر رہا ہے۔ حضرت ابوالیوبؓ نے جواب دیا۔

جِئْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَمْ آتِ الْحَجْرَةَ لِعَنَى لِي مَرُوانُ! میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا ہوں اور کسی غالی حجر یا پتھر کے پاس نہیں آیا ہوں اس حدیث سے قبر پر بوسہ اور مزار پر چبیں سائی ثابت ہوئی۔

ابن عساکر نے سند حید کے ساتھ ابودرداء سے فتح بیت المقدس کے بعد حضرت بلالؓ کی مدینہ میں واپسی کا واقعہ لکھا ہے جس کا ذکر شفاء الاسقام میں حضرت سکیؓ نے اور ابن حجر وغیرہ نے بھی کیا ہے کہ حضرت بلالؓ نے خواب میں حضور نبی اکرمؐ کو خواب میں یہ فرماتے ہوئے دیکھا کہ اے بلال! یہ کیا جفا دیونائی ہے کیا ہماری زیارت کا تجھ کو ابھی وقت نہیں آیا؟ حضرت بلالؓ غمزدہ و خوف زدہ حالت میں بیدار ہوئے اور بے چین و بے تاب اوٹنی پر سوار ہو کر مدینہ حاضر ہوئے اور روضہ نبویؐ میں پہنچتے ہی قبر نبویؐ پر اپنا منہ ملنے اور رونے لگے۔ اس وقت کئی صحابہ کرام موجود تھے لیکن حضرت بلالؓ کے اس عمل پر کسی نے بھی کوئی اعتراض نہیں کیا۔ صاحب تحقیق الحق المبینؒ نے لکھا ہے کہ ان سب کاموں سے مقصود احترام و تعظیم ہے اور آخر میں لکھا ہے ”يجوز تقبيل القبر ومسه عليه عمل العلماء الصالحين“ یعنی قبر کو بوسہ دینا اور ہاتھ سے مس کرنا جائز ہے اسی پر علمائے صالحین کا عمل ہے۔ چنانچہ امام شافعیؒ قبروں کو بوسہ دینے کو مطلقاً مباح دجائز کہتے ہیں جو جبکہ تبرک کی نیت و ارادہ سے ہو۔

لہذا اصل مالی میں دونائے ہیں ایک تو خوشبو کا قبر پر لگانا دوسرے ہزرگوں کی قبور کو تبرک کی خاطر ہاتھ سے مل کر بوسہ دینا۔

چہ خوش بود کہ بر آید بیک کر شمشہ دو کار

کتنی عمدہ بات ہے کہ ایک عمل میں دو فائدے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف باب فی النیت میں حضرت ابوداؤدؒ نے روایت کی ہے کہ
قبر پر غلاف ڈالنا | حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر صدیقؓ نے بی بی عائشہؓ کے پاس حاضر

ہو کر عرض کیا اے اماں! میرے لیے رسول اللہؐ اور آپ کے دو رفیق حضرت ابوبکرؓ و حضرت عمرؓ
 کی قبروں پر سے پردہ و غلاف اٹھا دیجئے۔ تو حضرت عائشہؓ نے میرے لیے ان قبروں سے
 غلاف اٹھا دیا تو وہ قبور شریفہ بالکل بلند تھے نہ زمین و میدان سے بالکل چسپیدہ و
 پست تھے اس کی شرح میں صاحب ”مرقات“ ملا علی قاریؒ نے لکھا ہے کہ حدیث میں
 ”اکشی لی“ کی شرح ”اظہری و ادفعی استادہ“ ہے اور استار جمع ستر کی ہے بمعنی پردہ
 و غلاف۔ لہذا اس حدیث شریف سے قبروں پر پردہ و غلاف ڈالنا ثابت ہوا۔

علامہ شامیؒ نے رد مختار میں لکھا ہے کہ ”نادائق یا غافل زائرین کو اہل قبور
 اولیاء کا خوف و ادب دلانے کے لیے قبروں پر کپڑے و غلاف کا رکھنا جائز ہے تاکہ
 اہل قبور کی عظمت اور تعظیم عام نظروں میں ثابت ہو اور اولیاء کی حقارت نہ ہونے پائے۔
 سلف صالحین نے مشائخ و علماء مشہور کی قبروں پر قبة و گنبد بنانے
قبر پر قبة و گنبد بنانا | کو مباح و جائز کہا تاکہ لوگ ان کی زیارت کریں اور اس قبة و گنبد

میں بیٹھ کر آرام سے قرآن شریف کی تلاوت وغیرہ کریں چنانچہ مشکوٰۃ شریف میں بخاری
 کی روایت ہے کہ جب حضرت امام حسنؓ کے صاحبزادے حضرت حسن ثنیؓ کا وصال ہوا تو
 ان کی بیوی نے ایک سال تک حضرت حسن ثنیؓ کی قبر پر قبة قائم کیا تھا۔ صاحب مرقات
 لکھتے ہیں کہ ایک سال تک اس قبة کو قائم کرنے کا ظاہری سبب یہی ہے کہ ذکر و قرأت
 قرآن و دعائے مغفرت و رحمت کے لیے احباب و اصحاب جمع ہوں تو زائرین سردی گرمی
 و بارش سے محفوظ رہیں اور اس کے سایہ میں ان کو آرام ملے کسی طرح تکلیف نہ ہو۔ لیکن
 اگر ایسا فائدہ مقصود نہیں تو خواہ مخواہ بے فائدہ قبر پر قبة وغیرہ تعمیر کرنا عیبت اور فضول

خرچی ہے جس کی ممانعت حدیث میں آئی ہے۔

بزرگوں کی قبروں پر تہہ و گنبد کی تعمیر کا دینیوی فائدہ بھی ہے کہ غیر مسلم اقوام پر اسلام کی شان و شوکت کا مظاہرہ بھی ہوتا ہے جس سے ان کے دلوں پر ہیبت اور رعب طاری ہوتا ہے۔

بَلَّتِ اسلامیہ میں "سماع" کے مسئلہ پر مکمل اتفاق نہیں رہا ہے ایک طبقہ تو ہر قسم کے سماع کو ناجائز قرار دیتا ہے۔ اس کے برعکس دوسرا طبقہ کچھ شرائط سے "سماع" کو نہ صرف جائز سمجھتا ہے بلکہ اس کو تبلیغ اسلام کا ایک مفید اور موثر ذریعہ سمجھتا ہے۔ پیران چشت کے اشغال میں سماع کو خاص اہمیت حاصل رہی ہے اور اس کو روحانی غذا اور عبادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

موجودہ دور میں عام طور پر لوگ "سماع" کو تفریح طبع کا ایک ذریعہ سمجھنے لگے ہیں اور قوالی کے نام سے منعقد کردہ ان محفلوں کو بزرگان چشت کی مجالس سماع سے نسبت دینا بالکل غلط ہے۔

سلسلہ چشتیہ کے پیران کبار مجالس سماع منعقد فرماتے اور خود سماع سنتے تھے لیکن انھوں نے اپنے مُریدوں اور عقیدت مندوں پر سماع سنتا لازم قرار نہیں دیا تھا صرف جو اہل ہوتے ان ہی کو سماع سنتے کی اجازت دی جاتی تھی؛ بلکہ مجالس سماع کے انعقاد پر ایسی کڑی شرائط و قیود عائد کی گئی تھیں اور سماع سنتے کے ایسے آداب مقرر کئے گئے تھے کہ ایک عام آدمی کے لیے سماع کا سنتا ایک امر محال تھا۔ مثلاً فوائد القوائد میں حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الہیؒ سے منقول ہے کہ سماع کے لیے مندرجہ ذیل شرائط لازمی ہیں۔

۱۔ محفل سماع میں عورتیں نہ ہوں۔

۲۔ مُسَمِّع یعنی کلام سنانے والا نابالغ لڑکا نہ ہو۔

۳۔ نماز یعنی شرعی طور پر ممنوع باجے وغیرہ کا محفل سماع میں استعمال نہ ہو۔

۴۔ جو بھی سنا جائے صرف اللہ یعنی خدا کے لیے سنا جائے۔

۵۔ سنا یا جائے والا کلام فحش اور فضول باتوں سے پاک ہو۔

اسی طرح حضرت شیخ کلیم اللہ جہاں آبادیؒ نے اپنی تصنیف ”عشرات کاملہ“ میں سماع کے آداب ذیل مقرر فرمائے ہیں۔

۱۔ محفل سماع میں جو لوگ شریک ہوں خواہ سننے والا یا سنانے والا با وضو ہوں اور جب تک مجلس میں رہیں با وضو رہیں۔

۲۔ محفل سماع شارع عام پر نہ ہو۔

۳۔ مجلس سماع کا انعقاد ایسے وقت میں ہونا چاہیے کہ وہ نماز کا وقت ہو نہ کھانے کا اور نہ کوئی امر مانع و مغل ہو۔

۴۔ سماع کے منکر کو محفل سماع میں شریک نہ ہونا چاہیے۔

۵۔ مجلس سماع کے آغاز سے پہلے ایک دفعہ سورہ فاتحہ اور تین مرتبہ سورہ اقلاد پڑھیں اور حضور نبی کریمؐ پر بکثرت درود پڑھیں۔

۶۔ مجلس میں دو زبانوں (نماز کے تعدہ کی طرح) بیٹھیں عام طریقہ کی طرح آلتی پالتی مار کر بیٹھنا یا لیٹنا جائز نہیں۔

۷۔ سماع کے وقت بات چیت اور ہنسی مذاق سے احتراز لازم ہے اسی طرح کھانسنے کھٹکارنے جائیاں لینے اور ادھر ادھر دیکھنے سے اجتناب کرنا چاہیے۔

۸۔ سنانے والا شخص طمع اور حرص کرتے والا نہ ہو۔ جو کچھ دیا جائے اسے احسان سمجھ کر قبول کر لیا جائے۔

۹۔ سماع کے وقت سر جھکائے رہے اور جو بھی کلام سنا یا جائے اسے سن کر قلب کی

طرف متوجہ رہیں۔

۱۰۔ جب دل کو سماع کی دل چسپی باقی نہ رہے تو محفل سماع سے باہر آجائے ایسی حالت میں سننا محض حرام و ناجائز ہے۔

۱۱۔ جب مجلس برخواست ہو تو پھر سب حاضرین سورہ فاتحہ اور سورہ اخلاص تین بار پڑھ کر بکثرت درود شریف پڑھیں۔

جو شخص ان آداب کو ترک کرے گا اس کو سماع سے نفع کے بجائے نقصان ہوگا۔
 آج کل ایسی قوالی پارٹیاں بھی منعقد کی جاتی ہیں جن میں گھنگرؤ، جھن جھن وغیرہ حرام چیزوں کا علانیہ استعمال ہوتا ہے بلکہ سنانے والے اور سننے والوں میں کئی غیر مسلم شامل ہوتے ہیں۔ غضب یہ کہ مرد اور عورت دونوں بل کر گاتے ہیں پھر برسر عام مسکرات (نشہ آور اشیاء) کے استعمال کے ساتھ بے ادبانہ انداز میں عشقیہ کلام سناتے ہوئے مرد اور عورت قوالوں کے درمیان باقاعدہ مقابلہ ہوتا ہے۔ یہ سب سماع کی محفلیں ہرگز نہیں کہلائی جاسکتیں بلکہ دنیا بھر کے ممنوعات و محرمات سے بھری ایسی گانا پارٹی ہے جس میں ہر قسم کی لعنت اور بے ہودگی کے سوا کچھ نہیں ان نحو محفلوں کا منعقد کرنا اور ان میں شریک ہونا حرام ہے۔ بعض وقت تو سماع کے نام پر ایسی ہی قوالی پارٹیوں کا اہتمام ایسے بزرگان دین کی درگاہوں اور آستانوں پر کیا جاتا ہے جنہوں نے زندگی بھر سماع سے احتراز فرمایا اور جن کے مسلک میں سماع سننا جائز نہیں تھا ایسے اولیاء اللہ کے آستانوں پر یوں محفل سماع کا منعقد کرنا دراصل ان بزرگوں کی روح کو اذیت پہنچانے کے برابر ہے اور اگر ممنوعات کے ساتھ قوالی پارٹی کا اہتمام ہو تو پھر دوہرا عذاب بلکہ ان بزرگوں کے غضب و عتاب مٹانے کا مستوجب ہے ایسے لوگ ان بزرگوں کے فیوض و برکات سے محروم ہو کر فائدہ کے بجائے نقصان اٹھاتے ہیں اور اپنی دنیا اور آخرت دونوں خود اپنے ہاتھوں برباد کر لیتے ہیں۔

مناجات بہ بارگاہِ قاضی الحاجات

(مصنفہ حضرت غوثِ زمان سید صاحبِ حسینی قبلہ قادری چشتی قدس سرہ)

اللہ والوں کے منہ سے نکلے دعائیہ کلمات میں خدا کی عطا کردہ مقبولیت اور بڑی تاثیر ہوتی ہے اس لیے یہاں حضرت اقدس کی نظم کردہ دو مناجاتیں درج کی جاتی ہیں جس میں سے پہلی مناجات آپ نے اپنے محلِ مبارک حضرت پیرانی صاحبہ کی جانب سے دکھنی زبان میں تحریر فرمائی ہے جو دورانِ حج وصال فرما کر مکہ معظمہ کے قبرستان میں مدفون ہوئیں۔ یہ مناجات فائدان کے اکثر زندہ افراد میں اب تک مقبول ہے اور آج بھی نماز کے بعد بطور دعا پابندی کے ساتھ پڑھی جاتی ہے۔ دوسری مناجات میں تصوف و معرفت کے رموز و نکات پر روشنی ملتی ہے جو سالکانِ طریقت کے لیے ایک نعمت ہے۔

اے خالقِ ارض و سما

اے خالقِ ارض و سما دے رازقِ جن و بشر
قادر توئی سب نانو اے بادشاہِ بحر و بر



سب کا ہے تو حاجت روا تجھ سا نہیں ہے دوسرا
سب انبیاء اور اولیاء محتاجِ تیرے سر بسر



میرے گناہاں دیکھ کر
 لیکن پشیمائیں ہو کے میں
 اپنے کرم اور فضل سے
 توبہ پہ رکھ ثابت مجھے
 یا رب تو ایسا کر مجھے
 دنیا کی الفت اور ہوس
 پھر نفس کے وسوسے
 تیری سوائے یاد کے
 صبر و قناعت کر عطا
 رکھ یاد میں تیری سدا
 دے شوق تیری دید کا
 دیکھوں لقا تیری بہ دل
 نزعِ رواں آسان کر
 عرفات اور میڈان پر
 یا رب مرے ماں باپ کو
 حضرت نبیؐ کے آسکر
 یا رب بحق مصطفیٰ
 یہ جو دُعا مانگی ہوں میں
 لرزے زمین و آسمان
 مٹھو کی ہوں اب توبہ کا در
 کر معاف میرے سب گناہ
 تا ساعتِ آخر عمر
 جو عشق میں تیرے رہوں
 کر تو مرے دل سے بندر
 دل کو بچا ڈاکر تو رکھ
 خطرہ نہ ہو کوئی دگر
 بھٹلا مجھے گوشہ کے بیچ
 دارین سے کر بے خبر
 دائم مراقب ہو رہوں
 خود کو فنا کر سر بسر
 اور پھر جواب اندر قبر
 پل سے میں گزروں بے خطر
 کر مغفرت جنت عطا
 ان کو مجھے رکھ ہم دگر
 اور آل و اصحاب نبیؐ
 آمین کر آمین کر

سب سے چھڑا کر اپنا بنالے

عشق کے دام میں جھکوبھینا دے سب سے چھڑا کر اپنا بنالے
تادر مطلق جلوہ دکھا دے سب سے چھڑا کر اپنا بنالے

دولت و حشمت شوکت و منصب مجھکو نہیں کچھ ان سے محبت
غیر کی خواہش دل سے مٹا دے سب سے چھڑا کر اپنا بنالے

سخت مدد ہیں نفس و شیطان حرص دیہیں اور شہوت حیاں
ان کو وجود سے میرے اڑا دے سب سے چھڑا کر اپنا بنالے

بھائی، برادر، زوجہ و فرزند سب ہیں بگڑے خالق اکبر
کل سے جدا کر خود سے بنا دے سب سے چھڑا کر اپنا بنالے

عشق نے تیرے کر دیا مضطر رحم سے اپنے تادر مطلق
اپنی محبت اور بڑھھا دے سب سے چھڑا کر اپنا بنالے

حالِ برہمن کس سے کہوں میں بحر میں رہ کر تشنہ رہوں میں
پردہ دونی کا دل سے ہٹا دے سب سے چھڑا کر اپنا بنالے

اول دآخر ظاہر و باطن
اس کی سمجھ کچھ مجھ کو سنبھادے
کون ہے یارب حاضر و ناظر
سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے



اِنِّیْ اَنَا الْحَشِیْ کہتے ہیں عاشق
بات یہ کیا ہے مجھ کو بتا دے
توں میں اپنے مست ہیں صادق
سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے



مرضِ خودی ہے شرک سے بڑھکر
اس میں شفا ہو ایسی دوا دے
شرک خفی ہے کفر سے بدتر
سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے



دمِ قدم میں خوب تماشہ
میری ہی مجھ کو رمزِ سنبھادے
ہوتے ہیں عالم اس میں ہویدا
سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے



قطرہٴ مئے ہے بحر سے بڑھ کر
ایسی پلا دے خوب چھکا دے
جس سے ہوں بے خود ہوش سے باہر
سب سے چھڑا کر اپنا بنا لے



روپیہ

- سونے کا پلنگ خرید سکتا ہے نمید نہیں
- کتابیں خرید سکتا ہے دماغ نہیں
- دوا میں خرید سکتا ہے صحت نہیں
- تفریح کا سامان خرید سکتا ہے خوشی نہیں
- غذا خرید سکتا ہے شہا نہیں
- مکان خرید سکتا ہے گھر نہیں
- خوبصورت چیریں خرید سکتا ہے خوبصورتی نہیں
- مذہب خرید سکتا ہے بخشش نہیں

صلوة وسلام

محضور سیدنا خیر الانام صلی اللہ علیہ وسلم

(عزیز کریم: قاضی سید شاہ اعظم علی صوفی اعظم قادری عفی عنہ)

یا نبی سلام علیک یا رسول سلام علیک
یا حبیب سلام علیک صلوات اللہ علیک
خلق اور خالق کے پیارے بے سہاروں کے سہارے
اُمّی ہم سب تمہارے دستگیری کو پیکارے

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک : یا حبیب سلام علیک : صلوات اللہ علیک
آپ ہی عالی نسب ہیں آپ ہی دالاحسب ہیں
ہاشمی اُمّی لقب ہیں آپ ہی محبوب رب ہیں

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک : یا حبیب سلام علیک : صلوات اللہ علیک
آپ کی عظمت کا پایا کوئی پاٹے گانہ پایا
حق نے جب نوری بنایا جسم کا ہو کیسے سایا

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک : یا حبیب سلام علیک : صلوات اللہ علیک
تم شفیع عاصیاں ہو مونس بے چارگان ہو
دستگیر بے کساں ہو چارہ دروہاں ہو

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک : یا حبیب سلام علیک : صلوات اللہ علیک

آپ ختم المرسلین ہیں
سبز گنبد کے مکس ہیں
حائل شرع متین ہیں
رحمۃ للعالمین ہیں

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک :
چاند بھی شیدا تمہارا
یا حبیب سلام علیک : صَلَوَاتُ اللہ علیک
پا کے انگلی کا اشارا
کر دیا دل پارہ پارا
ہو گیا وارا نیارا

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک :
آئے وہ دن وہ مہینہ
یا حبیب سلام علیک : صَلَوَاتُ اللہ علیک
جب ہمارا بھی سفینہ
چل پڑے سوئے مدینہ
یا مُرَّ اذ الْعَاشِقِیْنِ

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک :
بکھلتے ہی گیسوئے اطہر
یا حبیب سلام علیک : صَلَوَاتُ اللہ علیک
ہے فضاء ساری معطر
ہیں گلاب و مشک و عنبر
صدقے اور قربان تم پر

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک :
نزع ہو جس وقت طاری
یا حبیب سلام علیک : صَلَوَاتُ اللہ علیک
آپ کی آئے سواری
دیکھتے ہی شکل پیاری
دور ہو تکلیف ساری

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک :
پوری یا رب یہ دعا ہو
یا حبیب سلام علیک : صَلَوَاتُ اللہ علیک
بنا منے گنبد ہضرا ہو
با ادب یہ سر کو جھکا ہو
اور زباں سے یوں ادا ہو

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک :
صوفی اعظم عاصی و بد
یا حبیب سلام علیک : صَلَوَاتُ اللہ علیک
کیا کرے مدح محمد
ہے کوئی تو صیف کی حد
حامد و محمود و احمد

یا نبی سلام علیک : یا رسول سلام علیک :
یا حبیب سلام علیک : صَلَوَاتُ اللہ علیک

سلام صوفیانی

پیش بارگاہ قطب بیانی محبوب سبحانی حضرت جید شیخ محی الدین عبدالقادر جیلانی قدس سرہ
(مصفیٰ بک کو شہ غوث اعظم حضرت سید الصوفیہ مفتی شاہ احمد علی صوفی قادری مجدد کن نور الدین قدس سرہ)

منظہر کبریا سلام علیک	نائب مصطفیٰ سلام علیک
غوث ہر دوسرا سلام علیک	پیر راہ ہدیٰ سلام علیک
ابن مشکل کشا سلام علیک	فلذو فاطمہ سلام علیک
تیرے نانا حسین ابن علی	حسین مجتبیٰ سلام علیک
غوث اعظم ہو آپ شیخ اکمل	اے شہ اولیاء سلام علیک
تیرے قدموں کو اپنے کندھوں پر	اولیاء نے لیا سلام علیک
بھاگے شیطان سارے لیتے ہی	اسم اعظم ترا سلام علیک
ہمیری کا طفیل چوروں سے	قافلہ حج گیا سلام علیک
چور تھا ہو گیا خدا کا ولی	حق نظر تیری کیا سلام علیک
خوفِ محشر نہیں ذرا اس کو	جو ترا بن گیا سلام علیک
آپ کا چھوڑ در کہاں ماؤں	کون ہے آپ سلام علیک
قبر سے جب اٹھوں گا محشر میں	یہ پڑھوں گا سلام علیک
صوفی اعظم کے اب تصدق سے	ہم کو اپنا بنا سلام علیک
ہم کو بغداد میں بلا لیجئے	ہے یہی مدعا سلام علیک
آل و اولاد میری شاد رہے	ہے مری التجا سلام علیک

مفتی صوفی صفتی کا کوئی نہیں

تم سوا تم سوا سلام علیک

”اے شاہد اللہ پیر من“

سلا کیہ درگاہ حضرت پیر شاہ معروف شاہد اللہ قادری وحشی رحمۃ اللہ علیہ
(از مولوی کلیم اللہ صاحب قادری کنیرہ حضرت شاہ غلام جیلانیؒ شاخ میدکن)

جلوۂ خیر الانام اے شاہد اللہ پیر من	الصَّلَاةُ وَالسَّلَامُ اے شاہد اللہ پیر من
فیض تو جاری مدام اے شاہد اللہ پیر من	باگاہت مظہر شان ربو بیت سدا
کن پذیرا از غلام اے شاہد اللہ پیر من	بر درت آردہ ام شوق جبین ساقی من
ہست فیضان تو عام اے شاہد اللہ پیر من	کن سرافراز کرم ایں بندہ ناچیز را
بادۂ رنگین نام اے شاہد اللہ پیر من	کن عطاے ساقی ما کو نہ بطحی مدام
تو ہی دانی تمام اے شاہد اللہ پیر من	من نمی دانم چرا اظہار احوالے کنم

شاد فرما ہر زماں قلبِ کلیم اللہ را
اے شہرِ عالی مقام اے شاہد اللہ پیر من

يَا شَاهِدَ اللَّهِ السَّلَامَ

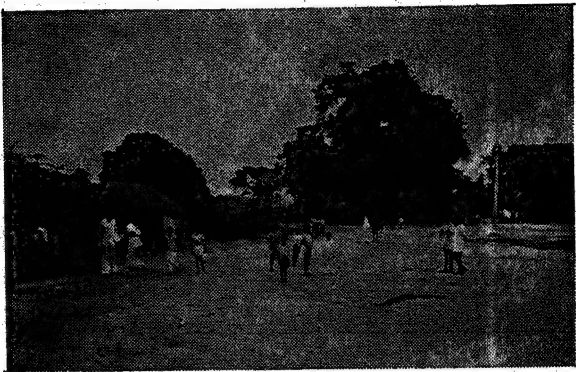
خراج عقیدت از قاضی شیدہ اعظم علی صوفی اعظم قادری (دربار)

مرشد عالی مقام یا شاہد اللہ السلام	شاہ معروف السلام یا شاہد اللہ السلام
اے اماموں کے امام یا شاہد اللہ السلام	سائلوں کے رہنما ہو عارفوں کے پیشوا
با ادب با احترام یا شاہد اللہ السلام	دست بستہ ہر نگویوں عرض ہم کرتے ہیں سب
آج ہے کیا ازدحام یا شاہد اللہ السلام	اشتیاق دید میں سب عاشقوں کا آپ کے
آپ کے ہاں صبح و شام یا شاہد اللہ السلام	رحمت حق بانیٹنے کو ہے فرشتوں کا نر دل
آپ کا فیضان عام یا شاہد اللہ السلام	پاتے ہیں دل کی مرادیں اپنے بھی اور غیر بھی
مانگنا ہے میرا کام یا شاہد اللہ السلام	سرفرازی و عطا تو خاصہ ہے آپ کا
پی لیا جو ایک جام یا شاہد اللہ السلام	مست و حدت بن گیا وہ مسکدے سے آپ کے
آپ کا لے لے کے ٹام یا شاہد اللہ السلام	کتنے اب تک بن گئے اور بن رہے ہیں آج بھی
آپ ہی کے ہیں غلام یا شاہد اللہ السلام	ہم بھلے ہیں یا برے جیسے بھی کچھ ہیں، ہیں مگر

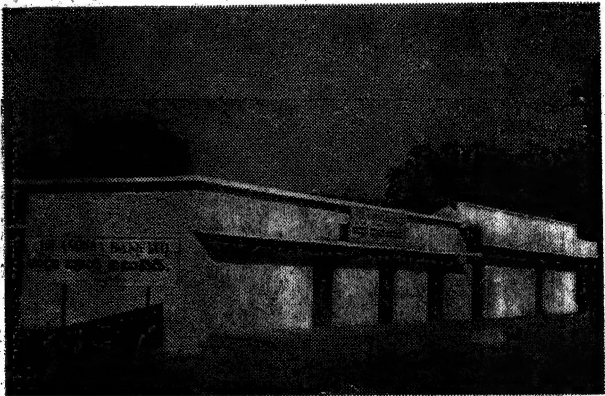
اعظم عاصی پہ بھی ہو جائے بیک نظر کرم

ہر پیران کرام یا شاہد اللہ السلام

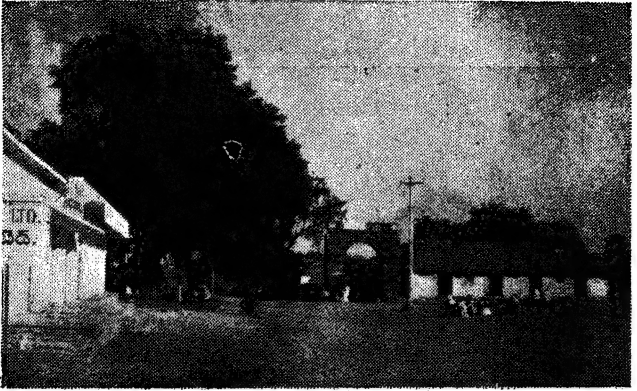
۲۰۱ ”حیات نو ٹیکال“ تصاویر میں



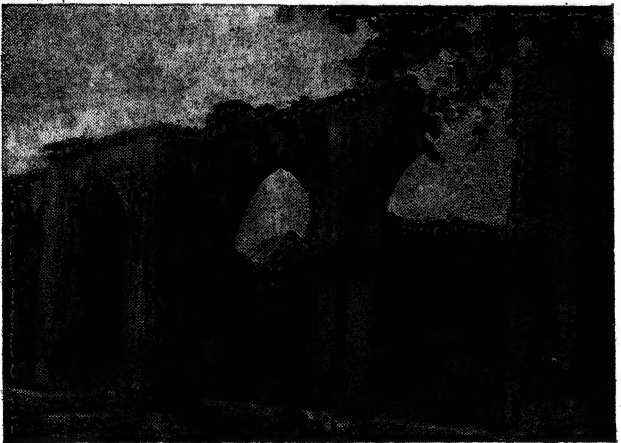
تصویر ۱۹۷۶ء میں لی گئی یہ تصویر قصیدہ ٹیکال کے پائے الہ اخلا کے پاس قدیم بس اسٹانڈ کے قریب ان جھونپڑیوں کا منظر پیش کرتی ہے جس میں ہر ٹیکس ٹھیس۔ آپ اس کی جگہ تنک کی نئی عمارت (تصویر ۲) نے لے لی ہے اور ہونٹوں کو دیہات کی کمان سے متقل نو تعمیر کردہ ملکات (تصویر ۳) میں منتقل کر دیا گیا ہے



تصویر ۲: کسی تعلیمی یا سماجی ادارہ کا قیام تو قدرے آسان ہے لیکن بقاء و استحکام اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ اس ادارہ کی برقراری کیلئے دیگر اخراجات کی بلجائی کی خاطر متقل وسائل آمدنی موجود نہ ہوں۔ چنانچہ اسی مقصد کے تحت ۱۹۷۷ء میں اسی کامیاب مکان تیسرے کپڑے پہلے یہی جانب کے حصہ کو ہونٹ کیلئے کرایہ پر دیا گیا جس کی آمدنی سے مزید حصہ کا ۱۹۷۷ء میں کامیاب عمل میں لایا گیا۔ ۱۹۷۸ء میں بائیں جانب آری سی کے دوسرے حصہ کو توسیع ملی جس میں حضرت پیدا مقام درجی جھاک مساعی جیل سے بتاریخ ۱۹۷۸ء آئے مگر انک کی شاخ کا اختتام ہوا جسکے کرایہ سے نہ صرف درگاہ سوسائٹی کی آمدنی میں خاطر خواہ اضافہ ہوا بلکہ ٹیکال کے عوام انک کی مٹائی حالت کو کم بدل گئی اور خوشحالی کے ایک نئے دور کا آغاز ہو گیا۔ آری سی کی یہ جدید مقام بعد میں مکمل طور پر تنک کیلئے دیدی گئی۔



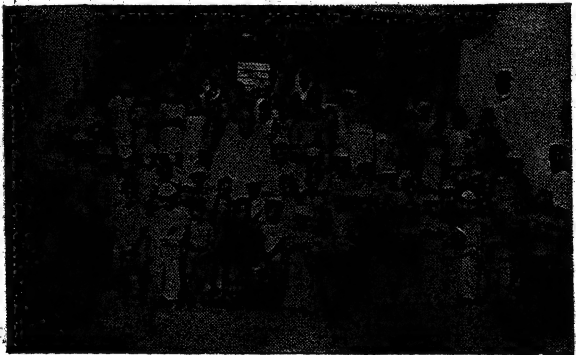
تصویر ۳: ۱۹۷۹ء میں کمان بے متصل جنوبی جانب جدید میں اسٹانڈ کے پاس جدید تعمیر کردہ مزید چار علیکات کو پیش کرتے ہیں جن کی چھت فی الوقت گھاس کا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ ٹین کی چھت کی ایکم ہے ان علیکات میں ہوٹل وغیرہ متعلق کر دئے گئے ہیں جن میں سے ایک ملکی کاروبار یہ مسجد تادریہ سالانہ پٹی سیلئے وقف کر دیا گیا ہے —



تصویر ۴: ۱۹۷۶ء میں لی گئی یہ تصویر احاطہ درگاہ شریفین میں واقع سابقہ مدرسہ حینیہ کی ہے جو زمانہ کے نشیب و فراز سے ایک کھنڈر کی شکل اختیار کر گئی تھی —



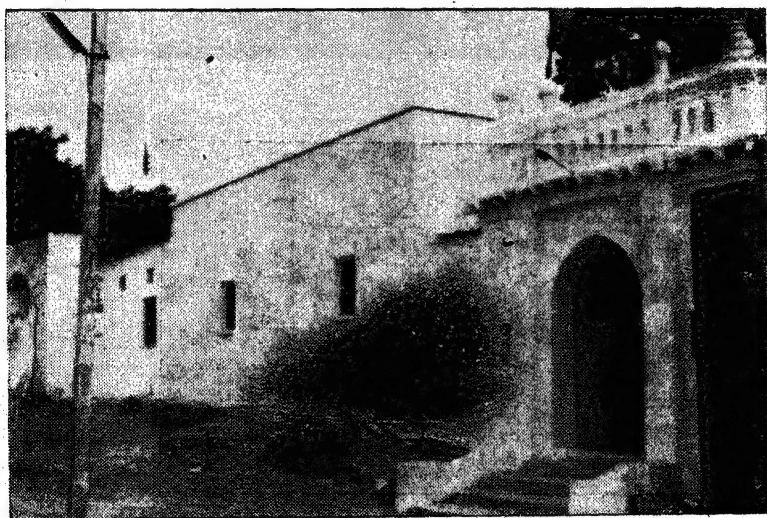
تصویر ۵۔ پچھلی تصویر میں دکھائے گئے کھنڈر کو نئی شکل و ہیئت دیتے ہوئے مدرسہ حیدرہ کیلئے ۱۹۷۱ء میں یہ جدید عمارت بنائی گئی۔



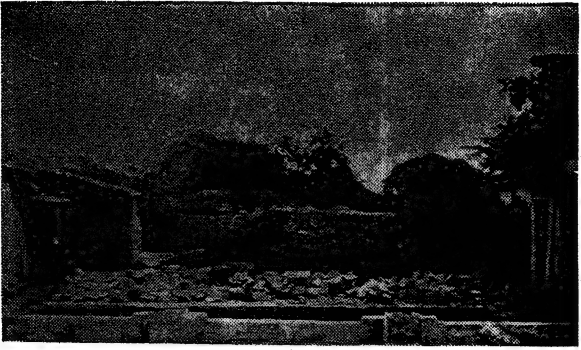
تصویر ۶۔ ۱۹۷۱ء میں ہی مدرسہ حیدرہ کی نئی شکل کا شاندار پیمانہ پر اجراء اور جدید افتتاح عمل میں آیا۔ اسی موقع پر لی گئی یہ تصویر ہے۔ —



تصویر ۷: ۱۹۷۷ء میں احاطہ درگاہ شریف کا ایک عام منظر جو "حیات نو اسکیم" سے قبل ایک کھنڈر کی شکل اختیار کر گیا تھا۔



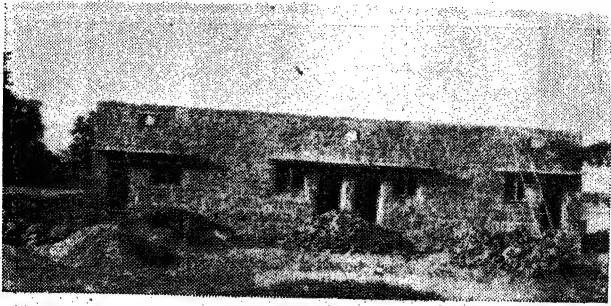
تصویر ۸: الپڑکھانی نئی تصویر ۷ کے کھنڈر کی جگہ پر جدید عمارت تعمیر کی گئی ہے



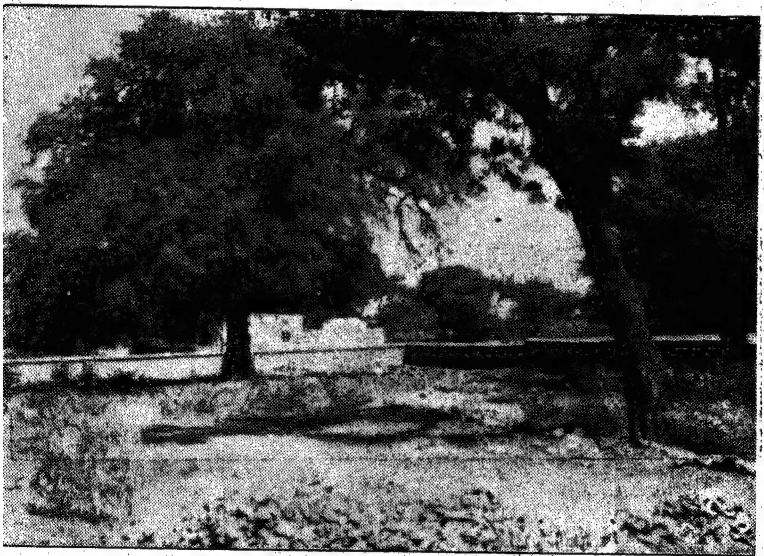
تصویر ۹۱۹ء میں لی گئی یہ تصویر اس مقدس مکان کا زمین دوز منظر پیش کرتی ہے جو حضرت ید ماجہؑ کی سکونت اور آپ کے وثائق و عبادات کیلئے مختص تھا لیکن مہندم ہو جانے کے سبب موشیوں کی چراگاہ اور جانوروں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔



تصویر ۹۱۰ء پروردی ہوئی تصویر میں دکھائے زمین دوز مکان کی جگہ ۹۷۸ء میں ایک آرسی سی کی خوبصورت عمارت بنائی گئی جس میں سکنے ایک وسیع ہال اور قطعی حصہ میں دو کٹاواہ کمرے مہموری بیت الخلاء ہیں ہال اور کمرے برقی چمکوں یا ٹیوب لائٹ وغیرہ جگہ بہولتوں سے آراستہ ہیں۔ اسی عمارت میں درگاہ شریف کا کتب خانہ اور دارالمطالعات قائم کیا گیا ہے۔ اسٹیل کی قیمتی الماریوں میں حفاظت کے ساتھ کتبوں کی ترتیب و ترتیب عمل میں لائی گئی ہے۔

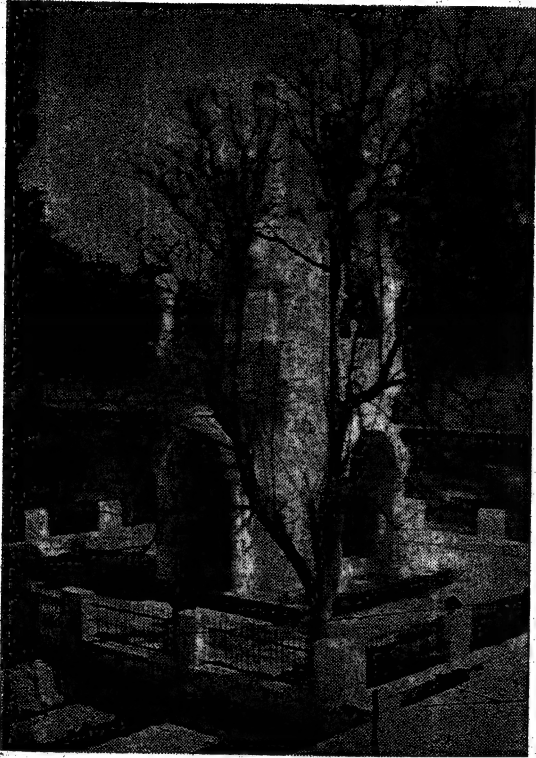


تصویر ۱۱: متعلّیٰ دسائل آمدنی میں مزید اضافہ کرنے کیلئے شمالی جانب تیار کئے گئے چار مکانات دکھائے گئے ہیں جن میں سے تین مکانات کا کرایہ مدرسہ مجددیہ درگاہ شریف ٹیکمال اور مدرسہ حسینہ کیلئے وقف کر دیا گیا اور ایک مکان کا کرایہ مسجد حبیبانی گورہ میں رک کیلئے وقف کر دیا گیا ہے۔



تصویر ۱۲: موجودہ زمانہ میں حیدرآباد میں تک قبور کیلئے جگہ کی دستیابی ایک مشکل مسئلہ بن گئی ہے اس لئے احاطہ درگاہ شریف ٹیکمال میں اہل خانوادہ کیلئے قبور کی گنجائش کمائی گئی ہے۔ چنانچہ ۱۹۸۳ء میں احاطہ درگاہ شریف کی مغربی جانب قبرستان کیلئے کمائی وسیع جگہ مختص کر دی گئی ہے جس کو اس تصویر میں ظاہر کیا گیا ہے۔

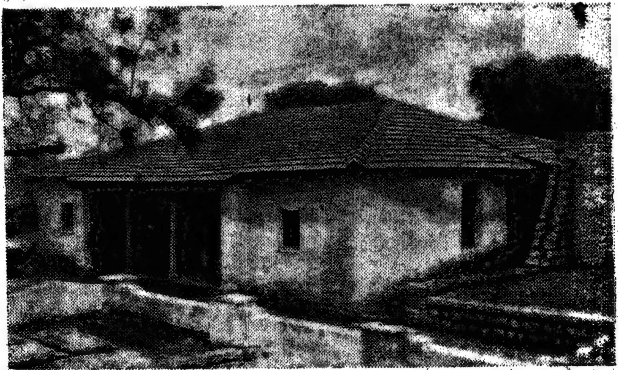
روحہ حضرت ہدایت قادریؒ کی موجودہ تصویر



تصویر ۱۳۰ آج سے ایک سو پچیس سال قبل تعمیر کردہ گنبد حضرت پیر شاہد اللہ قادریؒ کا یہ نورانی منظر ہے جس کے قیام دروازے بوسیدہ ہو رہے تھے اس لئے ۱۹۸۲ء میں ان کی جگہ مضبوط اعلیٰ قیمتی چوبی دروازے نصب کئے گئے ہیں جن پر خوبصورت پائسٹریک کی گل کاری کی گئی ہے گنبد کے اندر برقی حصہ اور دیواروں پر انامل پینٹ کیا گیا ہے برقی کی از سر نو تنصیب عمل میں لائی گئی اور برقی محفلوں سے سجایا گیا ہے گنبد کے باہر چوتراہ کے اطراف خوشنما آہستی جالی لٹکا کر بالکل محفوظ کر دیا گیا ہے جس کے بعد لی گئی یہ تازہ ترین تصویر ہے۔

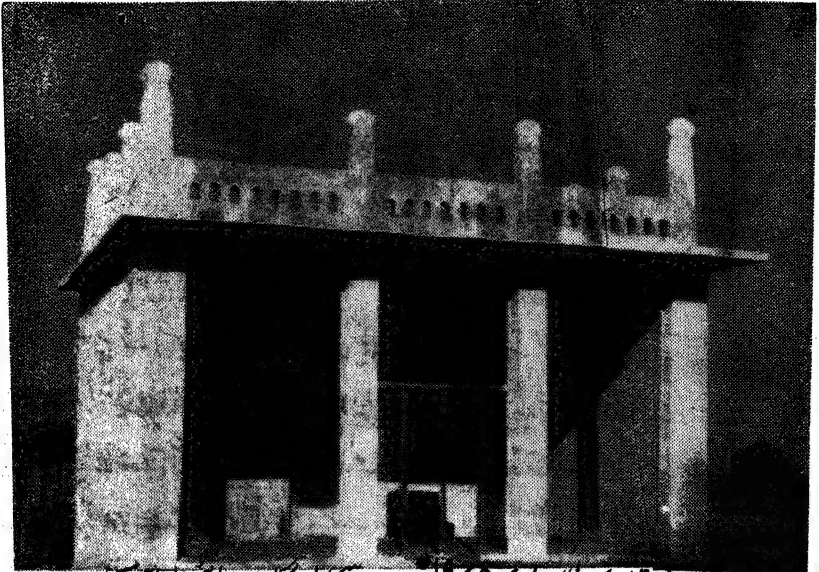


نصویر ۱۲:۔ اس کے موقع پر زائرین کی تعداد میں دن بدن اضافہ کے بعد درگاہ شریف
 میں وہ مقام نامانی ہو رہا تھا جو تقریباً ڈیڑھ سو سال سے زائرین کے تناول طعام کے لئے
 مختص ہے اس لئے ۱۹۸۷ء میں اس مقام کی گنجائش میں اضافہ کی خاطر تصویر میں
 بتائے گئے غیر ضروری جھاڑوں کو صاف کر دیا گیا اور درمیان میں نصب سنگ ساز کی
 قدیم بڑی کشتی کو بھی ایک گوشہ میں ہٹا دیا گیا ہے جس کے بد وقت واحد میں قریب تین سو
 آدمیوں کے طعام طعام کی سہولت پیدا ہو گئی ہے۔



نصویر ۱۳:۔ مشرق کی جانب واقع "گیارہ دری" سے موسوم قدیم کوئٹی مقامی
 مکان کو انگریزی کوئلہ اور فرش سیلو سے آراستہ کرنے اور دیواروں کی مرمت
 کرنے کے بعد لی گئی یہ تصویر ہے۔

مساجد جن کی تعمیر و توسیع میں درگاہ سوسائٹی نے نمایاں حصہ لیا



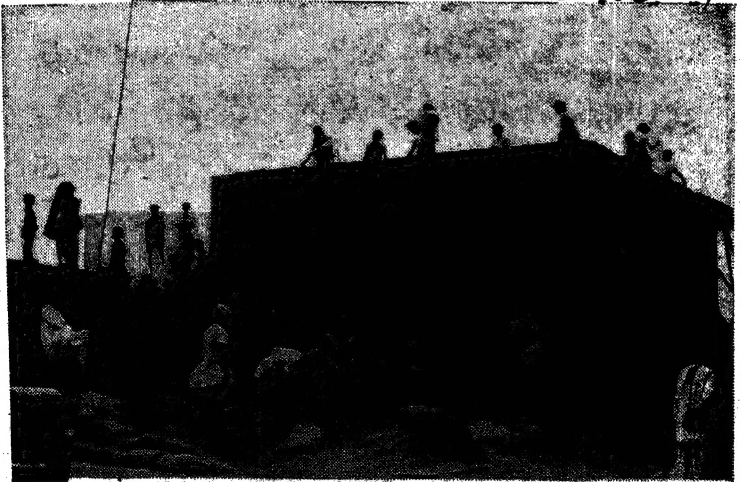
تصویر ۱: مسجد قادریہ الساجدہ علیہ السلام، جو سب سے پہلے درگاہ سوسائٹی نے اس مسجد کی تعمیر و توسیع میں حصہ لیا ہے۔ یہ قریب اس گاؤں کے مسلمانوں کی خواہش پر بنائی گئی۔ اس مسجد کے مارف کیلئے درگاہ شریف ٹیکمال کی ایک مگلی (تصویر ۲) کا کرایہ دے کر دیا گیا ہے۔ اس قدر کے ساتھ مدرسہ جیسٹہ ٹیکمال کی ایک شاخ بھی قائم ہے جس سے گاؤں میں ہی بچوں کی تعلیم کی سہولت مل گئی ہے۔



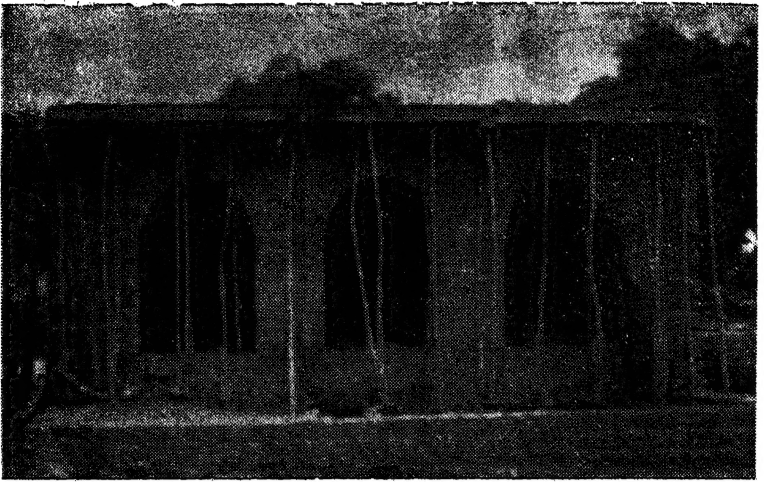
تصویر ۲: مسجد قادریہ الساجدہ علیہ السلام کے احاطہ میں کثیر صوفیوں سے حال ہی میں ایک باؤلی بھی تیار کی گئی ہے تاکہ مسلمانوں کو پانی کی سہولت ہو۔ تصویریں باؤلی کی کھدائی کا منظر پیش کیا گیا ہے۔



تصویر ۱۸: مسجد حسینہ درگاہ شریف ٹیکال: اس مسجد کو ۱۸۲۷ء میں حضرت سید صاحب جعفری قادری نے تعمیر فرمائی۔ ۱۹۰۶ء میں آپ کے صاحبزادے حضرت سید محمد یاز شاہ قادری نے توسیع فرمائی لیکن "جیات نو" اسکیم کے تحت مختلف مراحل میں دوبارہ کافی توسیع و تزئین کے بعد ۱۹۸۱ء میں لی گئی۔ یہ تصویر ہے جب کہ مسجد کی بنیاد پلے سے دو گنی ہو گئی ہے۔ مسجد کے متصل وسیع کمری بنایا گیا ہے جو ہمارے علماء و مقررین کے قیام کیلئے مخصوص ہے۔ فی الوقت اس پر سیریلیا بھی رکھی ہیں تاکہ آئندہ مزید توسیع کی جاسکے۔



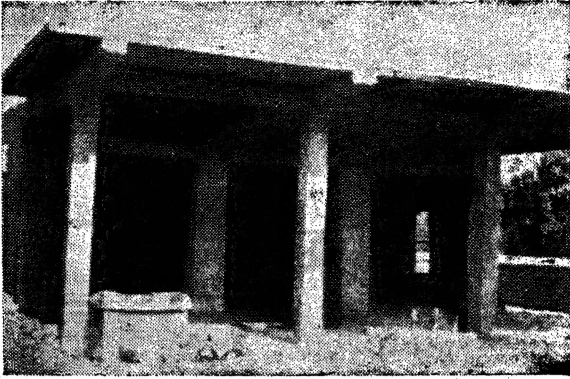
تصویر ۱۹: مسجد شاہد علی پور ۱۹۸۱ء میں تقریباً موقع تبدیلہ میں صادق علی صاحب ملک پر درگاہ سہاسی نے بھی اعانت کی اور یہ مسجد تعمیر کی گئی اس سے قبل یہاں کوئی مسجد نہیں تھی اور مسجد و عیدیں کیلئے دیہات والوں کو گاؤں سے باہر قاصد پر رات مسجد تک جانا پڑتا تھا۔ اس مسجد کے ساتھ ہی مدرّسہ حسینہ ٹیکال کی ایک شاخ میں دینی تعلیم کا انتظام ہے۔



تصویر نمبر ۲۰ مسجد عسراج چلور۔ ۱۹۸۲ء میں تعمیر کی گئی جس میں محمد حمید الدین صاحب کی شخصی توجہ و دلچسپی کو بڑا دخل رہا ہے۔ اس مسجد کے ساتھ ہی مدرّسہ حسینہ نیکمال کی ایک شاخ میں دینی تعلیم دی جاتی ہے۔



تصویر نمبر ۲۱ مسجد حسینہ رائے پور جو ۱۹۸۳ء میں سید حسین صاحب عرف ننھے بیل اور سید مولانا صاحب کی بے حد کوششوں سے پایہ تکمیل کو پہنچی جہاں بھی مدرّسہ حسینہ نیکمال کی ایک شاخ موجود ہے۔



تصویر ۲۲۔ مسجد نیچے سکی شکل۔ یہ مسجد بہت قدیم ہے۔ بوسیدہ ہو جانے پر تقریباً ساٹھ سال قبل حضرت سید محمد بادشاہ قادریؒ (فرزند حضرت سید معروف مرشد بادشاہ قادریؒ) نے اس کو شہید کر کے دوبارہ تعمیر کیا تھا۔ لیکن چھت پھر بوسیدہ ہوئی تو درگاہ سوسائٹی کی مالی اعانت سے ۱۹۸۷ء میں اسی کی چھت تعمیر ہوئی جس کی کامیابی کا سہرا سید ابرہیم صاحب اور ان کے معاونین عبدالمجید خاں صاحب اور خواجہ میاں صاحب امام مسجد کے سر ہے۔ ہر مسجد، افتخاری کمیٹی کے صدر سید فیاض اللہ صاحب سینی قادری ہیں جسکی نگرانی میں تعمیر اب تکیل کے مرحلہ میں ہے۔

تاریخ

تالیف و طباعت تقدس سکیمیاں

از مولف

تالیف و طباعت کا خیال

مصرع میاں

تقدس سکیمیاں

فیاض اللہ صاحب

تقدس سکیمیاں

ضابطہ ریاضی

برائے استخراج سن ہجری درمطابق سن عیسوی

حضرت سید احمد قادری صاحب نے اپنی انگریزی کتاب ”دی نیولیز آف لائف“ میں علم ریاضی کا ایک ضابطہ درج فرمایا ہے جس کے ذریعہ مساوات کی مدد سے کسی بھی سن ہجری کے مطابق سن عیسوی یا اس کے برعکس کسی سن عیسوی کے مطابق سن ہجری حاصل کیا جاسکتا ہے جو استفادہ عام اور شایقین کی دلچسپی کے لیے مع تمثیل درج ذیل ہے :

اگر عیسوی سن کے لیے ”ع“ اور ہجری سن کے لیے ”ھ“ فرض کر لیا جائے تو ہجری سن کو اس کے مطابق عیسوی سن میں تبدیل کرنے کے لیے مساوات اس طرح ہوگی :

$$ع = ھ + ۶۲۳ - ۱۰۶۰۳۰۸ \quad (\text{جہاں } ۶۲۳ \text{ اور } ۱۰۶۰۳۰۸ \text{ دونوں مستقل اعداد ہیں})$$

مثلاً موجودہ ہجری ۱۴۰۵ھ کو اس کے مطابق عیسوی سن میں تبدیل کرنا ہو تو

$$ع = ۱۴۰۵ + ۶۲۳ - (۱۰۶۰۳۰۸ \times ۱۲۰۵)$$

$$= ۱۴۰۵ + ۶۲۳ - (۲۳) \quad (\text{کسر اعشاریہ قابل نظر انداز تھی، اس لیے ترک کر دی گئی})$$

$$= ۲۰۲۸ - ۲۳$$

$$= ۱۹۸۵$$

۲: اسی طرح عیسوی سن کو اس کے مطابق ہجری سن میں تبدیل کرنے کے لیے مساوات اس طرح ہوگی :

$$ھ = ع - ۶۲۳ + (۱۰۶۰۳۱۴) \quad (\text{جہاں } ۶۲۳ \text{ اور } ۱۰۶۰۳۱۴ \text{ دونوں مستقل اعداد ہیں})$$

(دونوں مستقل اعداد ہیں)

مثلاً موجودہ سن عیسوی ۱۹۸۵ء کو اس کے مطابق ہجری سن میں تبدیل کرنا ہو تو

$$ھ = ۱۹۸۵ - ۶۲۳ + (۱۰۶۰۳۱۴) (۶۲۳ - ۱۹۸۵)$$

$$= ۱۹۸۵ - ۶۲۳ + ۴۳ \quad (\text{کسر اعشاریہ قابل نظر انداز تھی اس لیے ترک کر دی گئی})$$

اس ضابطہ کے ذریعہ مطابق ہجری یا عیسوی سن کے استخراج میں کبھی کبھی ایک سال کی کمی یا اضافہ ہوتا ہے کیونکہ سن عیسوی میں ایک سال کے جملہ دنوں کی تعداد سن ہجری میں ایک سال کے دنوں کی تعداد سے ہمیشہ زیادہ ہوتی ہے۔ اس لحاظ سے کسی ایک سن عیسوی کے دوران دو ہجری واقع ہو جاتے ہیں۔ لہذا بالکل صحیح تاریخ دن مہینہ اور سال کے استخراج کے لیے دو سری مساوات ہوتی ہیں جن میں مستقل اعداد بھی مختلف ہوں گے۔